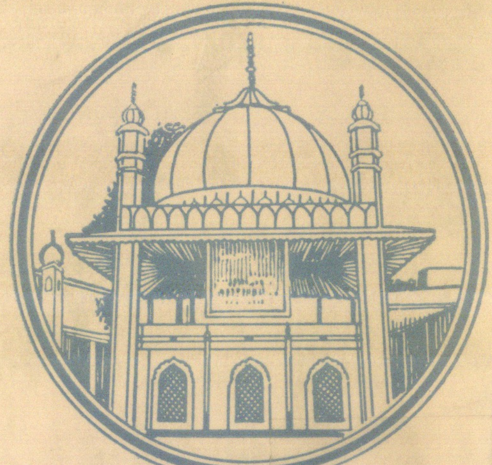
مجموعۂ خیر البیان



تالیف

حضرت مولانا شاہ ابو الحسن زید فاروقی مدظلہ

فاضل جامع ازہر

ناشر

حضرت شاہ ابو الخیر اکاڈمی۔ شاہ ابو الخیر مارگ دہلی ۶

قیمت پندرہ روپے ۱۵/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

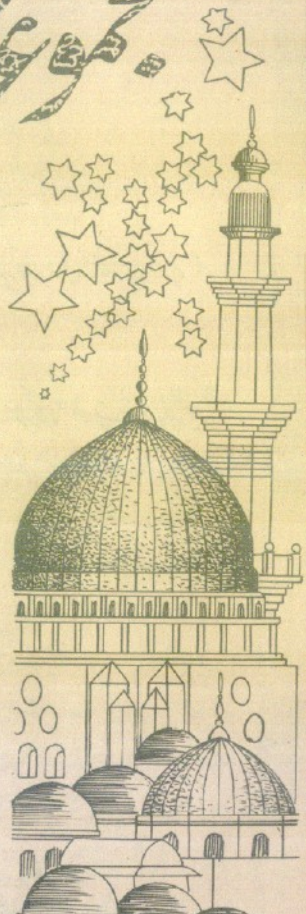
یہ مبارک مجموعہ برادرِ طریقت حافظ نظام الدین میرٹھی مرحوم نے ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء میں چھپوایا تھا۔ عرصہ سے یہ کتاب ناپید تھی۔ شائقین کی طلب کو دیکھتے ہوئے میرے والدِ محترم حضرت ڈاکٹر محمد ابوالفضل فاروقی رحمۃ اللہ علیہ و رضی عنہ نے ارادہ فرمایا کہ اس مبارک مجموعہ کو "حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی" میں طبع کرائیں۔ یہ اکاڈمی آپ نے ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء میں قائم کی تھی۔ آپ کے ارادہ کرنے کے کچھ دن بعد اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے سے شنبہ سات شوال ۱۴۰۴ھ سات جولائی ۱۹۸۴ء کو صبح سات بجے اس دنیا سے آپ رحلت فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس حادثۂ عظیمہ کی وجہ سے مجموعۂ شریفہ کی طباعت میں ایک سال کی تاخیر واقع ہوئی۔ اب میرے دادا حضرت نے جن کو بچپنے سے میں "حضرت اباجی" کہتا ہوں مجھ سے فرمایا تم اپنے والدِ محترم کے ارادہ کو پورا کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے۔ آپ کے ارشاد فرمانے پر میں اس مجموعۂ شریفہ کو طبع کرا رہا ہوں، اس مبارک مجموعہ میں چھ رسالے ہیں (۱) دیباچہ (۲) خیر الموْرِد (۳) خیر البیان (۴) تتمہ (۵) رحلتِ حبیب (۶) نظمِ شمائل۔

یہ رسالہ نظمِ شمائل ۱۳۷۱ھ میں نظم ہوا ہے اس کا نام تاریخی ہے اور اس کے اشعار ۱۸۱ یَا قُدُّوْسُ کے عدد کے موافق ہیں اگر اس کو مختصر میلاد نامہ کہا جائے تو درست ہے۔ شائقین اس مبارک مجموعہ کو پڑھیں اور حضرت والدِ محترم کو دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

ابوالنصر انس فاروقی شنبہ ۵ محرم ۱۴۰۶ھ ۲۱ ستمبر ۱۹۸۵ء

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین

مجموعۂ خیر البیان



تالیف

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ

(فاضل جامع ازہر)

ناشر

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی

شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶

بار اول

۱۴۰۶ھ ۱۹۸۵ء

کتاب کا نام: ـــــ مجموعۂ خیر البیان

صفحات: ـــــ ۱۷۶

مصنّف: ـــــ حضرت مولانا شاہ ابُوالحسن زید فاروقی (فاضلِ ازہر)

مہتمم: ـــــ ابُوالنصر انس فاروقی

طابع وناشر: ـــــ حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی - درگاہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ
شاہ ابوالخیر مارگ - دہلی ۱۱۰۰۰۶

کتابت: ـــــ سید غیاث الحسن مظاہری

قیمت: ـــــ ~~پندرہ روپے~~ ۱۵/-

تعداد: ـــــ ایک ہزار

مطبع: ـــــ نعمانی آفسیٹ پریس دہلی ۶

دیباچۂ رسالہ

خیر البیان من محسنات سعید البیان فی مولد سید الانس والجان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِمَنْ لَا یُحْصٰی ثَنَاؤُہٗ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ وَھُوَ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الَّذِیْ رَفَعَ ذِکْرَہٗ وَاَعْلٰی شَانَہٗ وَھُوَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَنَصَرُوْہُ، فَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ وَبَعْدُ کمترین درویشاں و خاک پائے اہل خیر و عرفاں زید ابو الحسن مجددی فاروقی عرض کرتا ہے کہ جناب سیدی الوالد قبلۃ الاماثل والاماجد عالی مقام و بلند مسیر حضرت شاہ محی الدین عبد اللہ ابو الخیر کے جدِّ اعلیٰ مقبول بارگاہِ کبریا قطبِ وحید حضرت شاہ احمد سعید رفع اللہ اقدارھما وقدّس اسرارھما نے اب سے ایک سو دس سال پہلے ۱۲۶۲ھ ہجری کو حضور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات وازکی التسلیمات کے احوال شریفہ میں ایک مبارک مختصر رسالہ اردو زبان میں تالیف فرمایا تھا، جس کا نام سعید البیان فی مولدِ سیدِ الانسِ والجانؒ ہے جس خوبی اور خوش اسلوبی سے یہ رسالہ شریفہ لکھا گیا ہے وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے ؎

ہے سعید البیاں بیانِ "سعید"
ہیں وہ مقبولِ بارگاہِ رشید

جناب مولف کے حسنِ نیت اور اپنی سلاست اور لطافت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اس کو مقبول خلائق بنایا ؎

کیوں نہ ہو مقبول دنیا میں سدا
ہیں مؤلف جبکہ مقبولِ خدا

کچھ ہی دن گزرے تھے کہ جدِ بزرگوار والا تبار نائبِ سید البشر حضرت شاہ محمد عمرؒ کے اشارے اور اپنے پیر دست گیر صاف کیش وروشن ضمیر، راز دانِ سرِ خفی حضرت شاہ عبد المغنی برادرِ کہین جناب مولف رحمۃ اللہ علیہم وافاض علینا من برکاتہم واسرارہم کی اجازت سے مولوی ظہور علی صاحب ظہور دہلوی نے اس سرمایۂ سعادت اور کانِ کرامت کو بڑی سلاست اور روانی اور بہت برجستگی اور خوش بیانی کے ساتھ صرف تین ہفتہ کی قلیل مدت میں ۱۲۶۴ھ ہجری کو رشتۂ نظم میں پروکر اس کا نام مولدِ سعید یہ رکھا جزاہُ اللہ فی الدّارین خیرًا۔

مولوی صاحب کے فرزندِ نخستین مولوی ذوالفقار حسین صاحب غنیؔ نے ۱۳۰۲ھ میں وہ نسخۂ منظومہ حضرتِ سیدی الوالد رحمہ اللہ کو دکھایا، آپ نے پوری طرح اس کا مطالعہ کیا بعض غلطات کی تصحیح فرمائی اور پھر از رہِ نوازش فارسی میں ایک تقریظ تحریر فرما کے غنی صاحب کو عنایت فرمائی ۔ تقریظ کیا ہے ایک گلدستہ معرفت ہے جو آنکھوں کے لئے نور اور دل کے لئے سرور ہے پڑھ کے بے ساختہ زبان پر سبحان اللہ آتا ہے ؎

کیوں نہ ہو معلوم وہ دل کو بھلی | ہیں مقرظ حق کے شیدائی ولی
نور سے معمور ایک ایک لفظ ہے | سچ تو یہ ہے نور کی ہے وہ لڑی

غنی صاحب نے اس مولود منظوم کو مع تقریظ اور وفات نامہ کے ۱۳۰۲ھ کو مطبع چشمۂ فیض دہلی میں طبع کرایا اَحْسَنَ اللہُ اِلَیہِ ۔

جناب حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی فاروقی ساکن پانی پت ضلع کرنال نے سعید البیان کے اصل نسخہ کو بلا کسی تصرف اور تغیر کے ماہ صفر ۱۳۰۸ھ ہجری کو مطبع رضوی دہلی میں باہتمام سید میر حسن صاحب طبع کرایا رَحِمَہُ اللہُ رَحْمَۃً وَاسِعَۃً ۔ کاتب کی غلطی اور مصحح کی بے توجہی کی وجہ سے بعض الفاظ میں غلطی یا تقدیم اور تاخیر واقع ہوگئی۔ صفحہ ۳۸ پر اردو کا ایک شعر رہ گیا ہے جو فارسی کے شعر ثنا خواں کے بعد واقع ہے وہ شعر یہ ہے ؎

صورت پکڑ کے معجزہ احیائے موتیٰ کا ہوا،
پردے میں لب کے برملا لب ہے کہ گویا جان ہے

اور صفحہ ۱۸۱ پر انبیاء کے اوصاف میں اخلاصِ موسیٰ کی جگہ اخلاق موسیٰ لکھا گیا ہے۔ اور داؤد کے بعد تواضع سلیماں کی رہ گیا ہے۔

حضرتِ مؤلف کے پسرِ اکبر کے فرزندِ دلبند جناب عمِ محترم حضرت شاہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما ورفع اقدارہما نے اپنے وقت کے لحاظ سے سعید البیان کی عبارت کو عام فہم کر کے ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ ہجری کو مطبع مطلع علوم رامپور میں چھپوایا۔ آپ نے کتاب میں قدرے ردوبدل اور بیشی بھی کی ہے۔ پھر چودہ سال کے بعد آپ نے اس پر نظرِ ثانی فرمائی ہے اور کتاب کو معجزات شریفہ کے آخیر پر لا کر ختم کر دیا ہے۔ علالتِ شریف اور وفات شریف کے بیاں کو حذف کر دیا ہے، اشعار بھی زیادہ تر بدل دئے ہیں اور ۱۳۲۱ھ ہجری کو مطبع احمدی لاہور میں طبع کرایا ہے، آپ نے دونوں مرتبہ کتاب کو سعید البیان ہی کے نام سے طبع کرایا ہے مناسب تھا کہ آپ نام میں کچھ اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیتے کہ کتاب میں کافی تصرف ہوا ہے، بالخصوص دوسری طباعت میں تو کتاب کا ایک حصہ حذف کر دیا گیا ہے یا پھر اس کو صراحتہً ذکر کر دیا جاتا کہ کتاب میں کمی بیشی کی گئی ہے، ایک حصہ کو حذف کر دیا گیا ہے اور اشعار بھی زیادہ تر بدل دئے گئے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب رامپوری نے سعید البیاں کو سلیس اردو کا جامہ پہنایا ہے اشعار تقریباً سب بدل دئے ہیں علالت شریف اور وفات شریف کے بیاں کو حذف کر دیا ہے اور اس کو اپنی کتاب "فلاح دین و دنیا" کا ایک حصہ بنا کر اس کے اخیر میں حسنِ خاتمہ کا دوسرا حصہ قرار دے کر طبع کرایا ہے یہ کتاب کئی مرتبہ چھپی ہے جو نسخہ میری نظر سے گزرا ہے وہ خواجہ بک ڈپو جامع مسجد دہلی کا جید برقی پریس دہلی میں طبع کرایا ہوا ہے اس طباعت میں مولود شریف کے بارے میں کہیں نہیں لکھا ہے کہ اس حصہ کو تمامہ سعید البیان سے لیا گیا ہے جس طرح پر کہ اس کتاب کے پانچویں باب دربیاں حقوق کے حاشیہ پر لکھ دیا ہے از رسالہ حقیقت الاسلام مصنفہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، اسی طرح یہاں بھی اشارہ کرنا چاہیئے تھا۔

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ ہر سال بارہ ماہ مبارک ربیع الانور کی شب کو حضرت مؤلف کا اصل نسخہ پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے ایک مخلص صادق حافظ حفیظ الدین صاحب میرٹھی اس قلمی نسخہ کو لے گئے تاکہ اس کو طبع کرائیں۔ انھوں نے طبع کراتے وقت ۱۳۰۷ھ کا مطبوعہ نسخہ بھی سامنے رکھا ہے صفحہ نو اور دس پر عبارت "جائے تعجب بلکہ محلِ صد افسوس ہے،" سے "کر اس خوشی کا مانع ہو" تک کا اضافہ کر دیا ہے بعض جگہ

الفاظ میں کمی بیشی بھی کی گئی ہے جملِ دُعائیہ مثلاً رضی اللہ عنہُ اور صلی اللہ علیہ وسلم اور الفاظِ احترام مثلاً لفظ حضرت کا اضافہ بھی کیا گیا ہے اردو کا شعر جو حافظ محمد یعقوب مجددی کی طباعت میں رہ گیا تھا وہ بھی اس طباعت کے صفحہ چالیس پر رہ گیا ہے۔ اسی طرح صفحہ چوالیس پر اوصافِ انبیاء میں حافظ محمد یعقوب کی طباعت کی غلطیاں اس میں بھی ہیں اور صفحہ باون پر یارسول اللہ السلام علیک، الخ کو بصورت نثر لکھا ہے اس کے بعد لفظ اشعار لکھ کر فارسی کے اشعار لکھے ہیں حالانکہ یہ عبارت نثر نہیں ہے بلکہ یہ اُن اشعار کا پہلا شعر ہے جو اس طرح پر ہے۔

یارسول اللہ السلام علیک

انما الفوز والفلاح لدیک

یہ نسخہ مطبع شمس المطابع میرٹھ میں ۱۳۳۸ھ ہجری کو مطابق ۱۹۲۰ء میلادی کے طبع ہوا ہے۔ جناب برادر محترم صاحب العلم والفضل والفہم والکمال حضرت شاہ ہلال ابو الفیض اَدام اللہ ظِلّہ علیٰ رُؤسِ المسترشدین وعمّ فیضہ للطالبین نے سعید البیان کی عبارت کو عام فہم کیا ہے، پرانے ڈھب کے اشعار حذف کر دیے ہیں فارسی اور عربی اشعار کا اضافہ فرمایا ہے اور اُن روایات کو بھی حذف کر دیا ہے جن کی صحت میں علماء کو کلام رہا ہے وہ ہر سال بارہ ماہِ مبارک ربیع الازہر کی شب کو اسی ترتیب دادہ نسخہ کو بڑے ذوق اور شوق سے پڑھتے ہیں آخر کیوں نہ ہو کہ ؎

ورفعنا لک ذکرک کا بیاں ہوتا ہے

ایسے موقع پہ ہمیں ہوش کہاں ہوتا ہے

اتفاق سے ایک سال ان ایام مبارکہ میں آپ کا قیام کابل میں تھا وہاں آپ نے سعید البیان کو جامۂ فارسی پہنا کر مجمع عام میں پڑھا از شاہ تا گدا سبھی محظوظ اور مسرور ہوئے اَعظم اللہ صِلتہٗ برادر عزیز حضرت شاہ سالم ابو السعد سلّمہُ اللہ تعالیٰ وَاَسعدہٗ فی الدارین نے بھی کچھ حصہ کو فارسی میں کیا ہے اور قندھار میں پڑھا ہے جزاہُ اللہ احسن الجزاء ممکن ہے کسی اور نے بھی اس تالیف شریف کا خلاصہ کیا ہو یا اس میں سے کچھ اخذ کیا ہو یا اس میں کچھ کمی اور بیشی کی ہو۔ بہرحال اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف کو جزائے خیر عنایت کرے کہ انھوں نے ایسی مبارک تالیف فرما کر اُمّتِ محمدیہ کو علیٰ صاحبہا الف صلاۃ وتحیۃ اس سے بہرہ مند اور لطف اندوز ہونے کا موقع دیا۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ کتاب اپنے موضوع شریف میں بہترین تالیفات میں سے ایک تالیف ہے اس کی عبارت دل کش، پرکیف اور موثر ہے وہ

قدیم طریقہ پر لکھی ہوئی ہے چونکہ عربی اور فارسی کا رواج ان دنوں کم سے کمتر ہوگیا ہے۔ اور اردو زبان میں کافی تبدیلی ہو چکی ہے اس لئے عوام کے لئے اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں دقت پیدا ہوگئی ہے۔ اسی بنا پر حضرت عم محترم اور جناب محمد علی رامپوری اور حضرت برادر محترم نے اس کی عبارت کو عام فہم کیا۔ پہلے دو اصحاب نے تو اپنے مرتب کردہ نسخوں کو طبع بھی کرا دیا ہے اور اس کے بعد چنداں ضرورت نہ تھی کہ میں از سر نو کتاب کی عبارت کو عام فہم بناتا لیکن یہ خیال کر کے کہ جب حضرت مؤلف رحمہ اللہ کی عبارت میں تبدیلی واقع ہو رہی ہے تو پھر کیوں نہ اس میں بعض ضروری اور مفید مضامین شریفہ کا اضافہ کر دیا جائے جن کا بیان کرنا اور پڑھنا عوام کے واسطے نافع تر ہو خاص کر اب ایسے دور میں جبکہ مسلمانوں کا عام طبقہ دین کی باتوں سے غافل تر ہوتا جا رہا ہے۔ بنا بریں میں نے پہلے اصل کتاب کی عبارت کو عام فہم کیا جو اشعار قدیم طرز کے تھے اور بعض روایات جن کی صحت میں علماء کو کلام تھا حذف کر دیا اور پھر مندرجہ ذیل مضامین کا اضافہ کیا۔

دوسرا محسنہ، آپ کی تعظیم اور آپ کے ذکر شریف کی تعظیم کے بیان میں۔

چھٹا محسنہ، عرض سلام بہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

اصل کتاب میں قیام میں پڑھنے کے اشعار عربی کے تھے ان کی جگہ یہ سلام لکھا گیا ہے، یہ سلام اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ کے لطف و کرم سے بہ عجیب کیفیت نظم ہوا ہے اس رسالہ مبارکہ کو مرتب کرنے کے بعد چہار شنبہ ۲۶ شوال ۱۳۷۲ھ ہجری کو خیال آیا کہ سلام اب تک کوئی دستیاب نہیں ہوا ہے اس خیال کے آنے کے بعد طبیعت میں موزونی پیدا ہوئی اور آمد شروع ہو گئی جو کہ یقیناً فیضان الٰہی تھی پون گھنٹہ یہ کیفیت رہی۔ اس عرصہ میں یہ سلام اور اس کے قبل کے تین شعر، جو پانچویں محسنہ کے آخیر میں لکھے گئے ہیں موزوں ہو گئے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

گیارہواں محسنہ نبوت کے بیان میں۔ اس محسنہ میں ان واقعات کا اضافہ کیا گیا ہے سید الشہداء عم جناب مصطفےٰ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ، خلیفۂ ثانی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ۔

اُس پاک خون کا بیان جو اسلام میں سب سے پہلے اللہ کی راہ میں صرف اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لانے کی وجہ سے بہا ہے اور وہ حضرت عمّار بن یاسرؓ کی والدہ شریفہ حضرت سُمیّہ رضی اللہ عنہا کا پاک خون ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

قریش کا معاہدہ بنی ہاشم سے قطعِ علائق کرنے کا۔

تیرہواں محسنہ ہجرت کے بیان میں۔

چودہواں محسنہ حجۃ الوداع کے بیان میں۔

سترہواں محسنہ، اخلاق منیفہ کے بیان میں، اس محسنہ میں بعض اخلاق شریفہ کا اضافہ اور بعض کا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اٹھارہواں محسنہ، معجزات شریفہ کے بیان میں۔ اس محسنہ میں بعض معجزات مبارکہ کا اضافہ اور بعض کی کمی کی گئی ہے۔

باقی ماندہ محسنات میں بھی بعض مضامین شریفہ کا اضافہ ہوا ہے، آیات شریفہ اور عربی اشعار وعبارات کا بامحاورہ اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے اردو فارسی عربی اشعار کا بھی اضافہ ہوا ہے۔

معجزات شریفہ کے آخیر پر مولد شریف کے بیان کو ختم کر دیا ہے اس کے بعد تتمہ در بیان اثر قدم شریف کا اضافہ کیا گیا ہے اس معجزۂ شریفہ کے متعلق اکابر علمار کی کتابوں سے جو معلوم ہوا ہے وہ لکھ دیا گیا ہے۔

حضرت مولف رحمہ اللہ نے معجزاتِ شریفہ کے بعد علالت شریف اور وفات شریف کا بیان لکھا ہے علمار اعلام نے فرمایا ہے کہ مَولِد شریف کی مبارک محفل میں ولادت باسعادت اور آپ کے احوال مبارکہ کا بیان کرنا مناسب ہے، وفات شریف کا بیان کرنا غیر مناسب ہے یہ خوشی کی محفل ہے یہ بزم میلاد مبارک ہے۔ خوشی کے اظہار کے لئے اس مبارک محفل کو آراستہ وپیراستہ کیا گیا ہے۔ عود اور اگر کی بتی جلا کر مکان کو معطر کیا گیا ہے تاکہ لوگ بہ صد شوق حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف سُن کر حق تعالیٰ شانُہٗ وعمَّ احسانُہٗ کا شکر بجالائیں کہ اس نے ہم کو کیسا محبوب سردار عنایت کیا۔ آپ کا اُمّتی بنا کر ہم کو خیر الامم کا عالی رتبہ عنایت کیا، اس مبارک محفل میں وہی بیان پڑھا جائے جس سے خوشی میں اضافہ ہو، ایسا بیان نہ پڑھا جائے جس سے دل کو رنج پہونچے۔ آپ کی وفات شریف کا بیان بڑے رنج کا بیان ہے مسلمان کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی رنج وغم نہیں ہو سکتا۔ علامہ جلال الدین سیوطی حُسنُ المَقصِد فی عَمَلِ المَوْلِد میں لکھتے ہیں۔ آپ کی ولادت شریف ہمارے واسطے اللہ کی بڑی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے اور آپ کی وفات شریف بڑی مصیبتوں میں سب سے بڑی مصیبت ہے شریعت نے ہم کو نعمتوں کے شکر کو ظاہر کرنے کا حکم دیا ہے اور مصیبت کے صبر وسکوں اور اس کو پوشیدہ کرنے کو کہا ہے۔ شریعت نے ہم کو بچے کے پیدا ہونے پر خوشی کرنے اور عقیقہ کر کے شکر کو ظاہر کرنے کو کہا ہے شریعت نے وفات کے وقت کچھ —— ذبح کرنے یا کسی دوسری بات کرنے کے لئے نہیں کہا ہے بلکہ نوحہ اور جزع فزع کے اظہار سے منع کیا ہے شریعت کے قواعد ہم کو بتاتے

ہیں کہ اس مبارک مہینہ میں ہم آپ کی ولادت شریف کی خوشی کا اظہار کریں نہ کہ آپ کی وفات شریف کے حزن وملال کا اظہار کریں۔ ابن رجب اپنی تصنیف کتاب اللطائف میں روافض کی مذمت کرتے ہوئے بوجہ اس کے کہ انھوں نے عاشورار کے دن کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس دن میں قتل ہونے کی وجہ سے ماتم کا دن بنا رکھا ہے۔ لکھتے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول نے ہم کو انبیار کی مصیبتوں کے دنوں اور ان کی وفات کے دنوں کو ماتم کا دن بنانے کو نہیں کہا تو پھر ان کا کیا ذکر ہے جو انبیار سے درجہ میں کم ہوں اگر دیکھا جائے تو لفظ مولد، میلاد اور مولود خود ہی اس بات کو چاہتے ہیں کہ اس مبارک محفل میں ولادت شریف کی خوشی کا اظہار کیا جائے اور آپ کے مبارک احوال بیان کیے جائیں غالباً اسی بات پر نظر فرماتے ہوئے حضرت سیدی الوالد نے مولد سعیدیہ کی تقریظ میں کتاب کا نام سعید البیان فی سیرۃ سید الانس والجان تحریر فرمایا ہے بظاہر احوال تو آپ کا تجریر کردہ نام اَنسب اور اَولیٰ ہے۔ حضرت مؤلف نے کیا نام تجویز فرمایا تھا یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ شہرت تو مطبوعہ نام کی ہے معلوم ہوتا ہے حضرت عمّ بزرگوار اور جناب محمد علی رامپوری نے اسی وجہ سے وفات شریف کے حصّہ کو مولد شریف کی کتاب میں سے حذف کر دیا ہے اس بات پر نظر رکھتے ہوئے مناسب یہی سمجھا کہ مولد شریف کے بیان کو معجزات شریفہ کے آخر پر لاکر ختم کر دیا جائے پھر تتمہ در بیان اثر قدم شریف لکھ کر وفات شریف کے بیان کو ایک مستقل بیان کی صورت میں "رحلتِ حبیب" کے نام سے لکھ دیا جائے۔

ان سب تبدیلیوں اور تصرفات کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ اس تالیف لطیف کا نام ایسا رکھا جائے جس کو سن کر ہر ایک سمجھ لے کہ یہ کتاب بعینہ سعید البیان نہیں ہے بلکہ یہ مبارک اصل کی ایک فرع ہے اس لئے اس کا نام

خَیْرُ الْبَیَانِ مِنْ مُحْسِنَاتِ سَعِیْدِ الْبَیَانِ فِی مَوْلِدِ سَیِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَالرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَانُ رکھا گیا مُنَاسِبَۃً لِاِسْمِ سَیِّدِی الْوَالِدِ الشَّرِیْفِ لِمَا لَہٗ مِنَ الْاَیَادِی الصَّالِحَۃِ عَلٰی ھٰذَا الْعَبْدِ الضَّعِیْفِ، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے لطف وکرم سے اس فرع کو اس کی اصل کی طرح شرف قبولیت عنایت کرے وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْزٍ۔

مستزاد

ہر چند نیم لائق درگاہِ سلاطین، اُمّید بہ اُمّید
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا، گاہے بہ نگاہے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خیر البیان کو شروع کرنے سے پہلے ایک مختصر اور مفید رسالہ جو کہ ان ہی ، ایام میں محفل میلاد مبارک منعقد کرنے کے اثباتِ استحسان میں تالیف ہوا ہے اور جس کا نام "خیر المورد فی احتفالِ المولد" رکھا گیا ہے لکھ دیا جائے تاکہ

اگر اللہ کے کسی بندہ کے دل میں کسی وجہ سے اس کارِ خیر میں کوئی شک و شبہ پڑ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس رسالہ کے مطالعہ کرنے سے اس کے شک اور شبہ کو رفع فرمائے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ، رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ،

شنبہ ۲۰ ذوالقعدۃ الحرام ۱۳۷۲ھ ہجری یکم اگست ۱۹۵۳ء میلادی
خانقاہ حضرت غلام علی شاہ معروف بہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر
بازار چتلی قبر، شہر دہلی۔

رسالہ

خَیرُ المَورِدْ فِی اِحتِفَالِ المَولِدْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَمَنْ وَّالَاہُ وَاَیَّدَہٗ۔ وَبَعْدُ بندہ عاجز زید ابوالحسن فاروقی عرض کرتا ہے جس وقت یہ ضعیف بحولِ اللہ وقوتہٖ رسالہ خیر البیان من محسنات سعید البیان کی ترتیب اور تالیف سے فارغ ہوا دل میں خیال آیا کہ ایک مختصر رسالہ محفل مبارک میلاد شریف کی مشروعیّت اور اس کے جواز اور استحباب کے اثبات میں لکھ دیا جائے تاکہ اگر کسی وجہ سے کسی کے دل میں کوئی شک اس کارِ خیر میں پڑ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے مطالعہ سے اس کے شک کو دور کر دے اور وہ اچھی طرح سمجھ جائے کہ جنابِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن تمام عالم کے لئے اور بالخصوص اُمّتِ مُحمّدیہ کے لئے سب سے بڑی عید اور خوشی کا دن ہے۔ جہاں تک ہو سکے وہ اس دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ خیرات و مبرات کرے، محفل مبارک میلاد شریف منعقد کر کے حبیب کبریا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کرے اس کا مطمحِ نظر وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تعمیل ہو اور اس کا مُدّعا آپ کی تعظیم اور تبجیل ہو اس کا مقصد اظہارِ شکرِ ربِّ جلیل ہو، اس مقصد سے یہ عُجالۂ لطیفہ اور رسالۂ شریفہ تالیف کیا اور اس کا نام خَیرُ الْمَورِدِ فِی اِحتِفَالِ الْمَولِدِ رکھا۔ نَفَعَ اللّٰہُ بِہَا الْمُسْلِمِیْنَ وَجَعَلَہَا وَسِیْلَۃً لِنَجَاتِیْ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ وَرَحِمَ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا۔ سات سو ستر سٹھ سال سے یعنی ۶۰۴ھ ہجری سے محفل مبارک میلاد شریف کا انعقاد بڑے پیمانہ پر اطراف واکناف عالم میں ہو رہا ہے بڑے بڑے گرامی قدر ائمہ اور

عالی مرتبت حفاظ اور جلیل الشان علماء مثلاً حافظ ابن دحیہ، حافظ ابو شامہ، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن جزری، حافظ ابوالخیر سخاوی، حافظ شمس الدین محمد دمشقی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ جلال الدین سیوطی علامہ ابن جوزی علامہ ابن حجر مکی، علامہ علی قاری، علامہ ابن البطاح، علامہ مخلص کتانی علامہ ظہیر الدین بن جعفر، علامہ محمد بن یوسف شامی علامہ یوسف بن اسماعیل وغیرہم من العلماء الاعلام تصریحات و تصنیفات و تالیفات کرتے چلے آئے ہیں اور اس کار خیر کو افضل القربات اور احسن المثوبات کہتے چلے آئے ہیں اور چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کا عام طبقہ عربی سے ناواقف ہے اس لئے اساطین علماء ہند نے فارسی اور اردو میں بڑی خوبی کے ساتھ اس موضوع شریف کو بیان فرمایا ہے چنانچہ اس فقیر کے جد کلاں حضرت شاہ احمد سعید نے رسالہ الذکر الشریف فی دلائل المولد المنیف فارسی میں تالیف فرمایا ہے اور جناب مولوی سلامت اللہ صاحب بدایونی کانپوری نے رسالہ اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام اور جناب مولوی عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکی نے الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم اور جناب مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری ضلع سہارنپور نے انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ اور جناب عم محترم حضرت شاہ محمد معصوم نے احسن الکلام فی اثبات المولد والقیام اردو میں لکھا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے انھوں نے مسئلہ کو پوری طرح واضح کر دیا ہے ۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ادنیٰ بصیرت عنایت کی ہے اور وہ قدرے خیال سے ان رسائل شریفہ کا مطالعہ کرے گا ۔ اس کے واسطے یقیناً مسئلہ میں کوئی الجھن باقی نہیں ہے البتہ جو شخص سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے یا اپنی بات کے آگے کسی کی بات کو سننا گوارا ہی نہ کرے تو اس کا علاج دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے حضرت مُصَرِّفُ القُلُوب جل شانہ وعظم برہانہ ہی اس کے دل کو پھیر دے تو یہ بات اور ہے، میں صرف ان لوگوں کے لئے جن کو مسئلہ معلوم نہیں ہے یا معلوم تو ہے لیکن مزید تسلی اور تشفی چاہتے ہیں مختصر طور پر کچھ تحریر کرتا ہوں ۔

علامہ حافظ (حافظ سے مراد حافظ کلام اللہ شریف نہیں ہے بلکہ عالی مرتبت علماء کے ساتھ جب یہ لفظ آتا ہے تو اس سے مراد حافظِ احادیث شریفہ ہوتا ہے) امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال ۱۹ / جمادی الاولیٰ ۹۱۱ ہجری کو ہوا ہے اپنے رسالہ حسن المَقصد فی عمل المَولد میں تحریر فرماتے ہیں ان کی عبارت عربی میں ہے ۔ میں اس کا ترجمہ کر کے لکھ رہا ہوں ۔ لکھا ہے ۔ شیخ الاسلام علامہ حافظ ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی (جن کی کتاب فتح الباری شرح صحیح امام بخاری مرجع علماء و فضلاء ہے) سے مولود شریف کے بارے میں دریافت کیا گیا انھوں نے جواب دیا مولود شریف کی اصل تو بدعت ہے پہلی تین صدیوں میں سَلَفِ صالح سے منقول نہیں کہ انھوں نے مولود شریف کی محفل قائم کی ہو باوجود اس بات کے یہ ضرور ہے کہ مولود شریف کی محفل منعقد کرنے میں خوبیاں بھی ہیں اور خرابیاں بھی ہیں جو شخص خوبیوں کو لیتے ہوئے اور خرابیوں سے بچتے ہوئے

میلاد شریف کرے تو یہ بدعتِ حسنہ ہے (اچھی جدت ہے) ورنہ نہیں ہے اور ابن حجر نے کہا ہے مجھ کو مولود شریف کے ثابت کرنے کے لیے ایک اصل ہاتھ لگی ہے جو کہ ایک صحیح حدیث ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے عاشورہ کے دن یہود کو روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ نے ان سے روزہ رکھنے کا سبب دریافت فرمایا وہ بولے، یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ڈبویا اور موسیٰ کو نجات دی ہم اسی وجہ سے اللہ کے شکرانہ میں اس دن روزہ رکھتے ہیں (ابن حجر نے باقی حدیث کو ذکر نہیں کیا ہے جو اس طرح پر ہے آپ نے سن کر فرمایا تمہاری بہ نسبت ہم موسیٰ کے زیادہ حقدار ہیں چنانچہ آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کو فرمایا) اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی خاص دن اگر اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرے یا کسی عذاب کو دور کرے تو اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور ہر سال اس دن کو اللہ تعالیٰ کے شکر کا اعادہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہر قسم کی عبادت سے حاصل ہوتا ہے مثلاً سجدہ (نماز) روزہ، صدقہ اور تلاوت، اس دن سے بڑھکر کونسا دن بہتر ہے جس میں ایسے نبی کی ولادت ہوئی ہے جو کہ نبیِ رحمت ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ اسی دن کو تلاش کیا جائے (یعنی خاص یوم ولادت شریف کو) تاکہ موسیٰ کے واقعہ سے جو کہ دسویں محرم کو ہوا ہے مطابقت پیدا ہوجائے اور اگر کوئی شخص اس کا لحاظ نہ کرے (یعنی یوم ولادت شریف کا جو کہ بقولِ مشہور بارہ ماہ ربیع الاول ہے) تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔ ماہ ربیع الاول میں جس دن چاہے وہ مولود شریف کرلے ایک جماعت نے تو اور بھی توسیع کر دی ہے کہ سال بھر میں کسی دن بھی مولود شریف کرلے لیکن اس طرح کرنے میں جو بات ہے وہ ظاہر ہے (یعنی اس طرح پر کرنے سے صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے لیکن حضرت موسیٰ کے قصہ سے مطابقت نہیں آتی ہے وہ تو یوم ولادت شریف ہی کے دن خوشی کرنے سے پیدا ہوتی ہے) یہ تو مولود کی دلیل کا بیان ہوا، اب ان اعمال کا بیان سنو جو مولود میں کئے جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ مولود شریف میں صرف ان امور کو کیا جاوے جن سے اللہ کا شکر کرنا ظاہر ہو جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے از قسم قرآن خوانی، کھانا کھلانا، صدقہ کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہے ہوئے اشعار اور زاہدانہ اشعار کا پڑھنا جن کو سن کر دلوں کو بھلائی اور آخرت کے کاموں کا شوق پیدا ہو باقی رہیں وہ باتیں جو ان امور کے اتباع میں کی جاتی ہیں مثلاً سماع اور لہو (باجہ) اور ان کے سوی اور چیزیں تو ان کے بارے میں یہ کہنا مناسب ہے کہ ان میں سے جو چیزیں حرام یا مکروہ ہیں ان کو روکا جائے اور جو خلافِ اولیٰ ہوں ان کو بھی روکا جائے تمام ہوئی عبارت ابن حجر کی اب علامہ سیوطی کہتے ہیں) مجھ کو مولود شریف کے لئے ایک دوسری اصل بھی ہاتھ لگی ہے جس کو بیہقی نے انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوّت کے بعد اپنا عقیقہ کیا حالانکہ آپ کے

دادا عبد المطلب آپ کا عقیقہ تولد شریف کے ساتویں دن کر چکے تھے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عقیقہ دوسری مرتبہ نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا آپ کا عقیقہ کرنا اس بات پر محمول ہے کہ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر پیدا کیا۔ آپ کا اس طرح پر اپنی ولادت کا شکر کرنے سے آپ کی امت کے واسطے اس کی مشروعیت ثابت ہوگی جس طرح پر آپ اپنے اوپر درود پڑھتے تھے تاکہ آپ کو دیکھ کر آپ کی امت بھی آپ پر درود بھیجے۔ بنا بریں ہمارے واسطے بہتر ہے کہ ہم جلسے کرکے اور کھانا کھلا کے اور اسی طرح کے دوسرے اچھے کام کرکے اور خوشی کا اظہار کرکے اللہ کے شکر کا اظہار کریں۔ امام القراء علامہ حافظ شمس الدین ابن الجزری اپنی کتاب عَرفُ التعریف بالمولد الشریف میں لکھتے ہیں۔ ابُولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا (بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس نے خواب میں دیکھا تھا) اس سے دریافت کیا گیا تیرا کیا حال ہے اس نے کہا دوزخ میں ہوں، ہر پیر کی رات کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور میں اپنی انگلی میں سے اس مقدار میں پانی چوس لیتا ہوں اور اس نے اپنی انگلی کے پوروے کی طرف اشارہ کرکے بتایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ کو ثُوَیبہ نے آپ کے تولد شریف کی خبر لاکر سنائی میں نے خوش ہوکر اس کو آزاد کر دیا اور پھر اس نے آپ کو دودھ پلایا۔ جب ابولہب جیسے ایک کافر کو جس کی مذمت قرآن میں وارد ہے آپ کے تولد شریف کی رات کو خوشی کرنے کا اجر دوزخ میں ملے تو آپ کی امت میں سے ایک مُوحّد مسلم کو کیا کیا اجر ملیں گے جو آپ کے تولد شریف سے خوش ہو اور آپ کی محبت کی وجہ سے جو بھی اس کی استطاعت ہے خرچ کرے۔ قسم ہے اس کو مولائے کریم سے یہ اجر ملے گا کہ وہ اس کو اپنے فضلِ عمیم سے جنات نعیم میں داخل کرے گا۔ حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی اپنی کتاب مَوردِ الصّادی فی مولِدِ الہادی میں لکھتے ہیں۔ یہ بات پایہ صحت کو پہنچ گئی ہے کہ دوزخ میں ہر پیر کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے ثُوَیبہ کو آپ کے تولد شریف کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔ اور پھر انہوں نے یہ تین شعر کہے ہیں۔

اِذَا کَانَ ھٰذَا کَافِرٌ جَاءَ ذَمُّہٗ
وَتَبَّتْ یَدَاہُ فِی الْجَحِیْمِ مُخَلَّدًا

اَتٰی اَنَّہٗ فِیْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ دَائِمًا
یُخَفَّفُ عَنْہُ لِلسُّرُوْرِ بِاَحْمَدَا

فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِیْ طُوْلَ عُمْرِہٖ
بِاَحْمَدَ مَسْرُوْرًا وَّ مَاتَ مُوَحِّدًا

ترجمہ

یہ دیکھو کہ وہ بُولہب سا مُعاند
ہے تبت یدا جس کے بارے میں وارِد

خوشی جو تولد کی اس نے منائی
یقیناً وہ دوزخ میں کام اس کے آئی

خبر میں یہ وارد ہے۔ اس کی جزا میں
دوشنبہ کو ہوتی کمی ہے سزا میں

تو پھر ایسے بندے کے بارے میں سوچو
نبی سے سدا جس کو الفت رہی ہو

گیا بھی ہو دنیا سے ایمان لے کے
اسے اجر دے گا خدا کیسے کیسے،

اس کے بعد سیوطیؒ نے علامہ ابوالطیب سبتی مالکی کا واقعہ تحریر کیا ہے جو کہ علامہ ابوحیان وغیرہ کے استاد تھے کہ وہ جب اس مبارک دن کو بچوں کے مکاتیب پر گزرتے تھے کہ ملاجی بیٹھے بچوں کو پڑھا رہے ہیں تو ان سے کہتے تھے ملاجی آج تو خوشی کا دن ہے۔ بچوں کو چھٹی دو چنانچہ وہ بچوں کو چھٹی دے دیا کرتے تھے، تمام ہوئی عبارت سیوطی کی۔

مولود شریف کے اثبات کے لئے ایک تیسری حدیث بھی ہے جس کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی احمد، حمیدی، ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ حدیث اس طرح پر ہے۔ یہود نے عمرؓ سے کہا۔ تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو اگر یہ آیت ہماری جماعت یہود پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن کو اپنا عید کا دن بناتے آپ نے دریافت کیا وہ کونسی آیت ہے انھوں نے کہا وہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ہے یعنی آج کے دن تمہارے لئے ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا، یہ سن کر عمرؓ نے کہا قسم ہے مجھ کو معلوم ہے کہ کس دن یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے یہ آیت جمعہ کے دن شام کو عرفات میں نازل ہوئی ہے یعنی حج کے دن نویں ذی الحجہ کو۔ ابن راہویہ، ابن حمید اور ابوالعالیہ روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے جواب میں کہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آیت کے یوم نزول کو اور اس کے بعد کے دن کو ہمارے واسطے عید کا دن کیا ہے یہ آیت یوم عرفہ کو نازل ہوئی ہے اور اس کا دوسرا دن یوم نحر ہے یعنی روز قربان ہے تمام ہوئی حدیث۔

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ آیت شریفہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے یوم نزول کو خوشی اور عید کا دن مقرر کرنے کے بارے میں جو تجویز یہود نے پیش کی تھی اس کو حضرت عمرؓ نے ناپسند نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے یہ آیت جمعہ کے دن نازل کی جو کہ خوشی کا مبارک دن ہے اور نویں ذی الحجہ کو نازل کی جو کہ خوشی کی مبارک تاریخ ہے اور میدان عرفات میں نازل کی جو مقدس اور مبارک مقام ہے۔ یوم نزول اور تاریخ نزول اور جائے نزول سب ہی خوشی اور مبارک ہیں۔ اگر کسی خاص دن یا تاریخ یا مقام کو کسی خاص نعمت کی وجہ سے مبارک کہنا شرعاً ٹھیک نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ یہود سے کہتے ہمارے مذہب میں یہ باتیں ٹھیک نہیں ہیں آپ نے یہود سے یہ نہیں کہا بلکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اپنی رضامندی اور خوشی کا اظہار کیا اور اس طرح ثابت کر دیا کہ یہود کی تجویز فی الواقع اچھی تجویز ہے۔

اگر دیکھا جائے یہود کی تجویز کوئی انوکھی تجویز نہ تھی جس کو حضرت عمرؓ ناپسند کرتے بلکہ ان کی تجویز صوم یوم عاشورا کے واقعہ سے پوری طرح سے مطابقت رکھتی تھی جس کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا اور ان کی یہ تجویز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تجویز سے پوری طرح مشابہ ہے جس کا بیان قرآن مجید میں آیا ہے دیکھو سورہ مائدہ کی آیت ۱۷، کو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قَالَ عِیسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَۃً مِّنَ السَّمَاءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔ یعنی عیسٰی فرزند مریم نے کہا اے اللہ اے ہمارے پروردگار تو ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر، اس خوان کا نازل ہونا ہمارے اگلے اور پچھلے یعنی سب کے لئے عید قرار پائے امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں ای نتخذ الیوم الذی تنزل فیہ المائدۃ عیدًا نعظمہ نحن ومن یاتی بعدنا۔ونزلت یوم الاحد فاتخذہ النصاری عیدًا یعنی جس دن میں تو خوان نازل کرے اس دن کو ہم عید کا دن بنالیں۔ اس دن کی ہم بھی تعظیم کریں اور جو ہمارے بعد آئیں وہ بھی تعظیم کریں وہ خوان یوم یکشنبہ کو نازل ہوا، یعنی اتوار کو چنانچہ نصاریٰ نے اس دن کو اپنا مبارک عید کا دن قرار دے دیا۔

ذرا خیال کرو، یہود فرعون کی غلامی اور استبداد سے نجات پانے کے دن کو اپنے لئے خوشی کا مبارک دن قرار دیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس فعل کو بنظر استحسان دیکھیں اور فرمائیں کہ ہم بہ نسبت یہود کے زیادہ حقدار ہیں کہ اس دن کو اپنے واسطے خوشی کا مبارک دن قرار دیں اور اگر عیسٰی علیہ السلام آسمان سے خوان نازل ہونے کے دن کو خوشی کا مبارک دن قرار دینے کی تجویز کریں اور ان کی امت اس دن کو اپنے لئے خوشی کا مبارک دن قرار دے تو امتِ محمدیہ یقیناً زیادہ حقدار ہے کہ وہ اپنے محسنِ اعظم رسول اکرم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص انعامات اور اکرامات ہونے کے دن کو جو کہ یوم معراج ہے اپنے لئے خوشی کا مبارک دن قرار دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک رات کو اپنے حبیب پر جو الطاف اور مہربانیاں کی ہیں ان کا بیان یقیناً ہمارے بیان سے باہر ہے۔ ذرا دیکھو آپ کے طفیل سے آپ کی امت پر کیسی نوازش کی ہے کہ صرف پانچ وقت کی نماز فرض کی اور اس کا ثواب پچاس نمازوں کا قرار دیا۔ مولوی ابو الحسنات عبد الحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔ فائدۃ قد اشتھر بین العوام ان لیلۃ السابع والعشرین من رجب ھی لیلۃ المعراج النبوی وموسم الرجبیۃ متعارف فی الحرمین الشریفین یاتی الناس فی رجب من بلاد نائیۃ لزیارۃ القبر النبوی فی المدینۃ ویجتمعون فی اللیلۃ المذکورۃ وھو امر مختلف فیہ بین المحدثین والمورخین۔ فقیل کان ذلک فی ربیع الاول وقیل فی ربیع الآخر وقیل فی ذی الحجۃ وقیل فی شوال وقیل فی رمضان وقیل فی رجب فی لیلۃ السابع والعشرین وقواہ بعضھم وقد بسط الکلام فیہ القسطلانی فی المواھب اللدنیۃ وغیرہ فی غیرہ وعلٰی ھذا فیستحب احیاء لیلۃ السابع والعشرین من رجب وکذا سائر اللیالی التی قیل انھا لیلۃ المعراج بالاکثار فی العبادۃ شکرًا لما منّ اللہ علینا فی تلک اللیلۃ من فرضیۃ الصلوات الخمس وجعلھا فی الثواب خمسین ولما افاض اللہ علٰی نبینا فیھا من

اصناف الفضیلۃ والرحمۃ وشرفہ بالمواجھۃ والمکالمۃ والروئیۃ وکذا قیل ان لیلۃ الاسراء افضل من لیلۃ القدر فی حق نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لا فی حق الامۃ واما کیفیۃ الاحیاء فمفوضۃ الی رای العبد لم یرد فیہا حدیث محمد وما ورد فیہا فھو موضوع علی ما مر ذکرہ وکذا یستحب ان یصوم صباح تلک اللیلۃ وقد وردت فیہ احادیث لا تخلو عن طعن وسقوط کما بسطہ ابن حجر فی تبیین العجب مما ورد فی فضل رجب (انتھی) یعنی عوام میں شہرت پاگئی ہے کہ معراج نبوی کی شب ستائیسویں رجب کی رات ہے۔ حرمین شریفین میں رجبیہ کا موسم معروف ہے دور دراز ملکوں سے قبر نبوی کی زیارت کے لئے ماہ رجب میں لوگ مدینہ منورہ میں آتے ہیں اور اس رات کو (۲۷ رجب کی شب کو) جمع ہوتے ہیں معراج شریف کی شب میں محدثین اور مورخین کو اختلاف ہے کہا گیا ہے کہ وہ ماہ ربیع الاول میں ہے اور کہا گیا ہے کہ ماہ ربیع الآخر میں ہے اور کہا گیا ہے کہ ذی الحجہ میں ہے اور کہا گیا ہے کہ شوال میں ہے اور کہا گیا ہے کہ رمضان میں ہے اور کہا گیا ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب ہے اور بعض علماء نے اس کو تقویت دی ہے قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اس بیان کو مفصل طور پر لکھا ہے دیگر علماء نے بھی دوسری کتابوں میں اس بیان کو لکھا ہے بنا بریں ستائیسویں رجب کی رات کا اور اسی طرح ان تمام دوسری راتوں کا جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ معراج شریف کی راتیں ہیں۔ احیا کرنا یعنی شب بیداری کرنی چاہیئے اور ان راتوں میں بہ کثرت عبادت کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ہم پر احسان کیا کہ اس مبارک رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض کیں اور ان کا ثواب پچاس نمازوں کا قرار دیا۔ اور اس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی کیسی مہربانیاں فرما کر سرفراز کیا، آپ کو فضیلت و رحمت سے نوازا اور آپ کو مواجہہ اور مکالمہ اور دیدار سے مشرف کیا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ شب معراج ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شب قدر سے افضل ہے اس رات کی یہ فضیلت صرف آپ کے لئے ہے آپ کی امت کے لئے نہیں ہے (یعنی آپ کی امت کے لئے شب قدر بہ نسبت شب معراج کے افضل ہے) رہا اس مبارک رات کو جاگنے کا طریقہ کہ اس کی کیفیت کیسی ہونی چاہیئے تو یہ بندے کی خوشی اور رائے پر منحصر ہے جس طرح مناسب جانے اور بہتر سمجھے اس طرح شب بیداری کرے کیونکہ اس بارے میں کوئی قابل اعتماد اور بھروسے کی حدیث وارد نہیں ہے جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں وہ موضوعی اور جھوٹی ہیں۔ جیسا کہ پہلے ان کا بیان کیا جا چکا ہے اور اسی طرح اس رات کی صبح کو روزہ رکھنا مستحب ہے اس طرح روزہ رکھنے کے بارے میں بھی کچھ حدیثیں وارد ہیں لیکن وہ پایہ صحت سے گری ہوئی ہیں اور کمزوری سے خالی نہیں ہیں جس طرح پر علامہ ابن حجر نے تَبْيِينُ الْعَجَبِ فِي فَضْلِ رَجَبَ میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے تمام ہوئی عبارت مولوی عبدالحی کی، اور اسی طرح امت محمدیہ یقیناً زیادہ مقدار

ہے کہ وہ اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت شریف کو اپنے لئے خوشی کا سب سے مبارک دن قرار دے ذرا دیکھو اللہ تعالی اپنا احسان جتاتے ہوئے فرمارہا ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ الآیۃ یعنی اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جب ان ہی میں کا رسول ان کو بھیجا اور فرمارہا ہے اُذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ یعنی یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر کی ہے اور فرمارہا ہے وَاشْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ یعنی اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو اور فرمارہا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ یعنی اور اپنے پروردگار کے احسان کا تذکرہ کرتے رہو اور اللہ تعالی فرمارہا ہے وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ یعنی اے رسول ان کو اللہ کے ایام یاد دلائے، امام رازی اور دیگر علماء اعلام نے تفسیر میں لکھا ہے کہ ایام اللہ سے مراد وہ ایام ہیں جن میں واقعات عظیمہ کا ظہور ہوا ہے۔

اے عزیزو ذرا خیال کرو، اور انصاف سے کام لو کہ معراج شریف کی رات اور آپ کی ولادت شریف کی رات سے بڑھکر کون سا دن یا کونسی رات ہے جس کی یاد دلائی جائے اور اس کے شکر کا اظہار کیا جائے۔

امت محمدیہ کے واسطے یقیناً آپ کے یوم ولادت سے بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن کوئی نہیں ہے شب نصف ماہ شعبان، شب قدر، عید الفطر اور عید قرباں بھی اس مبارک دن پر جو کہ عید میلاد النبی کا دن ہے قربان ہیں آپ ہی کے طفیل سے یہ مبارک ایام دیکھنے کو ملے۔ یہ ایام کیا ہیں تمام کائنات کا ظہور صرف آپ کے وجود باجود کے طفیل ہوا ہے آپ کی محبت ہر مسلمان کے واسطے ایمان کا جزو ہے بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اپنے باپ اور بیٹے اور تمام آدمیوں سے زیادہ نہ ہو اور سورۂ توبہ کی چوبیسویں آیت دیکھو، اللہ تعالی فرماتا ہے اے رسول کہدو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارے عزیز اور وہ اموال جو تم نے جمع کئے ہیں اور وہ تجارت جس کے ماند پڑنے کا تم کو کھٹکا لگا رہتا ہے اور وہ مکانات جو تم کو پیارے ہیں تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو منتظر رہو یہاں تک کہ جو اللہ کو کرنا ہے وہ اس کو لاموجود کرے اور اللہ فاسقوں کی جماعت کو ہدایت نہیں دیا کرتا یعنی اللہ کے عذاب کے منتظر رہو۔ اس حدیث شریف اور آیت شریفہ کو اچھی طرح خیال سے پڑھو دیکھ لو آپ کی محبت ہمارے واسطے کتنی ضروری ہے آپ کی محبت مقتضی ہے کہ آپ کی خوشی ہمارے لئے خوشی ہو یقیناً واقعہ معراج آپ کے لئے بڑی خوشی کا واقعہ ہے اور آپ کی ولادت باسعادت کا واقعہ تمام عالم کے واسطے مفتاحِ ہر خیر وسعادت ہے دنیا کی تاریخ میں ان دونوں واقعات

سے بڑھکر یقیناً کوئی واقعہ نہیں ہوا ہے آپ کی ذات ستودہ صفات سراسر فضل الٰہی اور رحمت نامتناہی ہے اور ارشاد خداوندی ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا یعنی کہدو کہ ان کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے خوش ہونا چاہیئے اور اللہ کی نعمت کا بیان کرنا اور اس کی خوشی کا اظہار کرنا شرعاً مطلوب ہے ارشاد باری ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنی اپنے پروردگار کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا تذکرہ اور چرچا کرو اور بمضمون وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ ان ایام مبارکہ کی یاد تازہ کرنی اور ان دنوں میں اللہ کے شکر کا اظہار کرنا یقیناً محمود ہے اسی لئے تقریباً پونے آٹھ سو سال سے جلیل القدر ائمہ محفل میلاد شریف منعقد کرنے کے فضائل بیان کر رہے ہیں۔ کیا حنفی کیا شافعی، کیا مالکی کیا حنبلی سبھی اس کار خیر کو اَحْسَنُ الْمَثُوبَات اور اَفْضَلُ الْمَنْدُوبَات لکھتے چلے آئے ہیں اور کہتے چلے آئے ہیں کہ یہ عمل مبارک مفتاح سعادتِ دوجہاں اور مصباح ہدایتِ انس وجاں ہے۔

اے عزیزو، جن ائمہ کرام نے اس کار خیر کی ابتدا کی ہے اور اس کی تشویق دلائی ہے یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کو تمام عالم اسلام اپنا مقتدا مانتی ہے جن کی کتابیں کیا اہل سنت وجماعت اور کیا اہل حدیث سب کے لئے مشعل راہ ہدایت بنی ہوئی ہیں اگر اس کار خیر میں ذرہ برابر قباحت ہوتی یہ ائمہ دین اس کو افضل مندوبات کس طرح کہتے۔

بے شک علامہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب اور ان کے ہمخیال بعض علماء نے اس کار خیر کی مخالفت کی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان کی مخالفت کس بناء پر ہے صرف کسی کی مخالفت کردینے سے تو قطعاً قباحت پیدا نہیں ہوتی ہے مثل مشہور ہے۔ ع۔ نکر معقول بہ فرماگل بے خار کجا است، وہ کونسا مسئلہ ہے جس میں کسی نہ کسی نے مخالفت نہ کی ہو، البتہ مخالفت کی علت کو دیکھنا چاہیئے۔ اگر علت میں کچھ جان ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کی مخالفت میں بھی کچھ جان ہے ورنہ یہ ایک لغزش ہے جو ان پیش آئی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی لغزشوں کو معاف کرے۔

جمہور علماء نے احادیث صحیحہ اور آیات شریفہ سے استنباط کرکے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اور اس کار خیر کو مستحب قرار دیا ہے جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے جنھوں نے مخالفت کی ہے ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ کام بدعت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ یعنی ہر بدعت ضلالت اور گمراہی ہے لہٰذا یہ کام ضلالت ہے۔ وَالعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ ان کی اس دلیل کو دیکھ کر عربی کا مشہور مقولہ یاد آتا ہے ع حَفِظْتَ شَيْئًا وَغَابَتْ عَنْكَ اَشْيَاءُ۔ یعنی ایک بات تو تمہاری نظر میں ہے لیکن اور باتیں نظر سے اوجھل ہیں اب ذرا اس اجمال کی تفصیل سنو۔

صحیح حدیث ہے جس کو امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ

مَنْ عَمِلَ بِہَا وَلَا یَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئٌ یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اس اچھے طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس شخص کے واسطے اسی قدر اجر و ثواب لکھا جائے گا جس قدر کہ اس کے بعد سب عمل کرنے والوں کے واسطے اجر و ثواب ہوگا ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اس کو ثواب نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے اس کو اجر دیگا اس حدیث شریف سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اچھا کام جاری کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ اجر و ثواب دے گا اور جب تک وہ اچھا کام ہوتا رہے گا اس کو اچھا اجر و ثواب ملتا رہے گا۔

جو اچھا کام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظہور میں آئے وہ یقیناً بدعت ہے اب اگر ہر بدعت کو گمراہی ہی کہا جائے تو پھر اس حدیث شریف کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے، ائمۂ دین جن کی نظر دونوں حدیثوں پر تھی وہ اس اشکال کو بخوبی رفع کرتے ہیں۔

امام حافظ ابو محمد عبد الرحمٰن شہاب الدین ابو شامہ بن اسماعیل مقدسی شافعی جن کا انتقال چھیاسی سال کی عمر میں ۶۶۵ھ ہجری کو ہوا ہے۔ اور جن کے متعلق طبقات شافعیۃ الکبریٰ میں لکھا ہے کہ وہ مرتبۂ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے اپنی کتاب اَلْبَاعِثُ عَلٰی اِنْکَارِ الْبِدَعِ وَالْحَوَادِثْ میں تحریر کرتے ہیں ان کی اصل عبارت جو عربی میں ہے الدر المنظم مؤلفہ مولوی عبد الحق کے صفحہ ننانوے اور سو پر تحریر ہے انھوں نے سیرت شامی میں سے یہ عبارت نقل کی ہے میں اس عبارت کا ترجمہ کر کے لکھ رہا ہوں ربیع امام شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی نے کہا ہے حِدَثْ یعنی نئے پیدا شدہ امور دو قسم پر ہیں ایک وہ جدت ہے جو کتاب یعنی قرآن مجید یا سنت یا اثر یا اجماع کے خلاف واقع ہو یہ حِدَثْ بدعت ہے اور یہی ضلالت ہے دوسری وہ جدت ہے جو بھلائی کے کاموں میں ہو اس کے اچھا ہونے میں کسی کو خلاف نہ ہو اگرچہ وہ محدث ہے یعنی جدید ہے لیکن اس کی برائی نہیں کی گئی ہے عمر رضی اللہ عنہ رمضان کے قیام یعنی تراویح کے بارے میں کہتے ہیں یہ اچھی بدعت ہے جو پہلے نہ تھی جب کوئی جدت اس طرح کی ہو کہ اس کی وجہ سے بیان کردہ اشیاء میں سے یعنی کتاب سنت۔ اثر اجماع میں سے کسی ایک کا بھی رد کرنا نہ ہوتا ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے جس کو کرنا باتفاق علماء نہ صرف جائز ہے بلکہ بہتر ہے اور جو اس کو اچھی نیت سے کرے گا اس کے واسطے ثواب کی امید ہے۔ ہر وہ بدعت جو شریعت کے قاعدوں کے موافق ہو اور کسی قاعدہ کی اس میں مخالفت نہ پائی جائے اور نہ اس کی وجہ سے ممنوعات شرعیہ کا مرتکب ہونا پڑے وہ بدعت حسنہ ہے جیسے منبروں (تکبروں) رباطوں، مدارس، مسافرخانوں کا بنانا اور اسی طرح کے اور بھلائی کے کام جو کہ صدر اول میں نہ تھے کیونکہ اسی قسم کی بدعتیں سنت کی تعلیمات کے موافق ہیں اور یہ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی کے زمرہ میں داخل ہیں یعنی پرہیزگاری اور بھلائی میں ایک دوسرے کی مدد کرو، اسی قسم کی اچھی بدعتوں میں

سے ایک بہت اچھی بدعت وہ ہے جو ہمارے زمانہ میں ایجاد ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر اربل میں خاص اس دن کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کے موافق آن کر واقع ہوتا ہے ہر سال خیرات اور اچھے کام اور زینت کرتے ہیں خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے جو بھلائی اس دن فقیروں کے ساتھ کی جاتی ہے (یعنی ان کو کھانا کھلایا جاتا ہے، خیرات دی جاتی ہے) اس کے علاوہ بخوبی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خوشی کرنے والے کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی محبت اور تعظیم اور اجلال ہے اور اس طرح پر کرنے سے اللہ کا شکر بھی ادا ہوتا ہے کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا کہ اپنے رسول کو جو تمام عالم کے واسطے رحمت ہے پیدا کیا، سب سے پہلے یہ اچھا کام شہر موصل کے ایک مشہور نیک اور صالح شخص نے کیا جس کا نام عمر بن محمد ہے اس کی پیروی اور اتباع کرتے ہوئے اربل کے بادشاہ اور دوسرے لوگوں نے یہ نیک کام شروع کیا۔ تمام ہوئی عبارت ابوشامہ کی،

ربیع جو امام شافعی سے نقل کر رہے ہیں یہ امام شافعی کے خاص شاگرد ہیں امام شافعی کے اس قول کو علامہ بیہقی نے بھی مناقب شافعی میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں قال الشافعی المحدثات من الامور ضربان احدهما احدث مما یخالف کتاباً او سنۃً او اثراً او اجماعاً فهذه البدعة الضالة والثانیه ما احدث فیه من الخیر لا خلاف فیه لواحد وهذه محدثة غیر مذمومة وقد قال عمر رضی اللہ عنه فی قیام شهر رمضان نعمت البدعة هذه یعنی انها محدثة لم تکن واذ کانت فلیس فیها رد لما مضی انتهی

علامہ عزالدین عبدالسلام اور دیگر ائمہ اعلام نے بدعت کی باقاعدہ تقسیم کی ہے اور کہا ہے کہ بدعت پانچ قسم پر ہے۔ ایک وہ بدعت ہے جو حکم میں واجب کے ہے اس کا کرنا ضروری ہے ایک وہ بدعت ہے جو حکم میں مستحب کے ہے اس کا کرنا بہتر ہے۔ ایک وہ بدعت ہے جو حکم میں مباح کے ہے اس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے ایک وہ بدعت ہے جو حکم میں مکروہ تنزیہی کے ہے اس کا نہ کرنا بہتر ہے ایک وہ بدعت ہے جو حکم میں مکروہ تحریمی کے ہے اس کا نہ کرنا ضروری ہے۔ ان علماء نے ہر قسم کی علیحدہ مثالیں دی ہیں۔ مولود شریف کو ائمہ اعلام اور جلیل الشان حفاظ نے بدعت کی اس قسم میں سے کہا ہے جس کو مستحب کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھو علامہ ابوشامہ نے لکھا ہے اس قسم کی اچھی بدعتوں میں سے ایک بہت اچھی بدعت وہ ہے جو ہمارے زمانہ میں ایجاد ہوئی ہے الخ۔ یہ تو جمہور علماء کا مذہب اور ان کی اصطلاح ہے جس کا بیان ہوا ہے۔ بعض گرامی قدر علماء نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وارد ہے یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس حدیث شریف پر نظر رکھتے ہوئے ہم بدعت صرف چوتھی اور پانچویں قسم کو کہیں گے یعنی وہ بدعت جو حکم میں مکروہ کے ہے اور یہی بدعت ضلالت ہے اور جو بدعت تیسری قسم کی ہے اس کو مباح کہیں گے اور جو بدعت وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے زمرہ میں ہے اور جس کے کرنے سے اسلام کی عزت اور دین کی خدمت ہوتی ہے اس کو ہم بدعت کا نام نہیں دیں گے

کیونکہ حدیث شریف میں ایسے نئے اچھے کام کے لئے سنتِ حسنہ کا لفظ آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے اچھے امور کا نام سنتِ حسنہ رکھا ہے اور آپ ہی کا تجویز کردہ نام بہتر و اولیٰ ہے اور وہ پہلی اور دوسری قسم کی بدعت ہے علماء کی اس جماعت کا جمہور علماء سے قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے صرف تسمیہ اور اصطلاح میں فرق ہے اور مقولہ مشہور ہے وَلَا مُشَاحَۃَ فِی الْاِصْطِلَاحِ یعنی اپنی اپنی اصطلاح بنانے میں کوئی خرابی نہیں ہے بدعتِ حسنہ کہدو، چاہے سنتِ حسنہ مدعا اور مسمیٰ تو ایک ہی ہے، یہ ہے علماء کی بحث جو بدعت کے بارے میں تھی۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں اور وہ اپنے کو ائمہ اربعہ میں سے کسی کا متبع بتاتے ہیں اور محفل مبارک میلاد شریف کے بارے میں عوام سے کہتے ہیں کہ یہ فعل بدعت ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے لہٰذا یہ فعل گمرہی وضلالت ہے والعیاذ باللہ۔

اگر یہ لوگ ہر بدعتِ حسنہ کے بارے میں یہی بات کہتے تو کہا جا سکتا تھا کہ انھوں نے ایک حدیث شریف کے ظاہری لفظ کو پکڑ لیا ہے اور یہ دوسری حدیث شریف سے اور ائمہ دین کے اقوال سے بے بہرہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت اور سمجھ دے لیکن دیکھا یہ جا رہا ہے کہ یہ لوگ باقی تمام بدعتوں کو جن کو علماء نے بہ اتفاق بدعت بتایا ہے اور کہا ہے کہ یہ اچھی بدعتیں ہیں بہت شوق سے کر رہے ہیں، کبھی کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا پھر مولود شریف کے بارے میں یہ شور کیسا اِنَّ ھٰذَا الْعَجِیْبُ جِدًّا۔

صحابہ کرام کے وقت میں قرآن مجید کے حروف پر نقطے نہ تھے حرکات کا وجود نہ تھا علامہ قاضی خاں حضرت امام عالی مقام کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ قرآن مجید پر نقطے اور حرکات لگانے کو مکروہ سمجھتے تھے لیکن آپ کے بعد علماء نے صرف پسند ہی نہیں کیا بلکہ ضروری قرار دے دیا اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف نے فرمایا دِنِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ یعنی یہ تو بہت اچھی بدعت ہے۔ بعد میں علماء نے اس بدعت پر اور چار چاند لگائے، قرآن مجید کے تیس پارہ کئے ہر پارہ کا النصف اور ربع اور ثلث مقرر کیا پھر بعض علماء نے دس دس آیتوں کا حساب لگا کر عشر مقرر کیا جس کا رواج عربی ممالک میں ہے اور بعض علماء نے رکوع بنائے جس کا رواج ہندوستان وغیرہ میں ہے، مسجدوں میں تکبیر کہنے والوں کے واسطے مکبر بنائے۔ بعض مسجدوں میں عورتوں کے واسطے پردہ کا انتظام کر کے ایک حصّہ مخصوص کر دیا۔ مسجدوں میں گھنٹے لٹکائے، گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات مقرر کئے کہ اتنے بجے ظہر کی نماز ہو گی اتنے بجے عصر کی، اتنے بجے عشاء کی اتنے بجے فجر کی اتنے بجے جمعہ کی، کیا مجال جو اس وقت سے ذرا پہلے نماز شروع کر دی جائے۔ حالانکہ نماز کا وقت ہو جاتا ہے، علوم دین پڑھنے کے واسطے مدارس تعمیر کئے، طالب علموں کے واسطے دار الاقامت بنائے، یتیم خانے محتاج خانے مسافر خانے، شفا خانے بنائے، اذانوں کے لئے منارے بنائے وضو کرنے کے لئے مسجدوں میں

حوض بنائے سردیوں میں گرم پانی کا انتظام کیا، مسجد کے لئے امام اور موذن مقرر کرے، یہ سب چیزیں اور اس قسم کی صدہا چیزیں یقیناً بدعت ہیں یہ لوگ ان چیزوں سے کیوں نہیں روکتے اور ان کے بارے میں عوام کو کیوں نہیں کہتے کہ یہ سب بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے لہٰذا یہ سب چیزیں گمراہی ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

یہ واعظ صاحبان کیوں نہیں عوام سے کہتے کہ امام اور موذن اور علماء اور قراء کے لئے تنخواہ لینی امام اعظم کے قول سے ٹھیک نہیں ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ان باتوں کا وجود نہ تھا لہٰذا یہ سب گمراہی میں سے ہیں۔

افسوس صد افسوس یہ لوگ عوام کو کس بُری طرح سے بہکاتے ہیں اور کس ڈھب سے مغالطے میں ڈالتے ہیں۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُفْزَعُ وَاِلَیْہِ الْمُشْتَکٰی وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

عوام کو بہکا دینا اور شئے ہے اور اظہار حقیقت اور مسئلہ کا بیان کرنا اور شئے ہے کسی نے خوب کہا ہے ؏ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند، بعض لوگ خاص بارہ ماہ مبارک ربیع الاول کی شب کو محفل مبارک میلاد شریف منعقد کرنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تعیین تاریخ کا ٹھیک نہیں اور اس وجہ سے اس کار خیر میں قباحت آگئی۔

یہ لوگ اگر ذرا آیتِ شریفہ وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ پر نظرِ غائر ڈالیں اور حدیثِ یوم عاشورار پر دھیان لگائیں اور حدیثِ عقیقہ اور حدیثِ نزول آیت کو سمجھیں تو یقیناً علامہ ابن حجر اور دیگر اکابر کے ہم نوا ہو کر کہدیں گے کہ محفل میلاد شریف خاص اس تاریخ کو اور رجبیہ کا جلسہ خاص ستائیس رجب کی رات کو نہ صرف جائز ہے بلکہ بہتر یہی ہے کہ ان ہی تاریخوں میں یہ مبارک محفلیں قائم کی جائیں تاکہ حدیث صوم یوم عاشورار سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا در بارہ نزول مائدہ سے پوری طرح مطابقت آجائے۔

بخاری اور دیگر کتب حدیث میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمعرات کا دن وعظ کے واسطے مقرر کر دیا تھا، لوگوں نے ان سے کہا آپ اگر ہر روز وعظ کریں تو بہتر ہے، آپ نے کہا کہ میں ہر روز وعظ کر کے تمہاری طبیعت کو سیر کرنا نہیں چاہتا تاکہ پھر تم شوق سے وعظ نہ سنو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری طبیعت کو سیر ہونے کا موقع نہ دیتے تھے اگر کسی نیک کام کے واسطے دن یا تاریخ یا وقت کا مقرر کرنا ٹھیک نہ ہوتا تو حضرت ابن مسعود کس طرح جمعرات کا دن مقرر کرتے سالہا سال سے حجاز، شام، فلسطین، مصر، جزائر، مراکش، عراق، ہندوستان وغیرہ میں گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات مقرر کئے جاتے ہیں تمام عربی مدارس میں پڑھائی کے گھنٹے مقرر کئے جاتے ہیں، تقسیم اسناد کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے

ان سب چیزوں میں اور ان کی طرح دیگر دسیوں چیزوں میں تعیین کی وجہ سے جب خرابی نہیں پیدا ہوتی تو پھر محفل مبارک میلاد شریف یا رجلبیہ شریف میں کیوں خرابی پیدا ہوگئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ محفل میلاد شریف بالذات ایک مستحسن فعل ہے لیکن ہندوستان میں اس مبارک محفل میں نامشروع امور سرزد ہوتے ہیں اس لئے میلاد شریف نہ کرنا چاہیئے۔

ان لوگوں کی بات نہ رِوَایَۃً ٹھیک ہے اور نہ دِرَایَۃً ٹھیک ہے۔ اس فقیر مولف رسالہ نے جب سے آنکھ کھولی ہے اور جب سے ہوش سنبھالا ہے برابر میلاد شریف کی محفلوں کو دیکھتا چلا آرہا ہے یہی دیکھا ہے کہ محفل کو حسب مقدور آراستہ کیا جاتا ہے۔ ایک شخص جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بِنَفْسِیْ هُوَ وَبِاَبِیْ وَاُمِّیْ کے احوال شریفہ پڑھتا ہے لوگ شوق سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احوالِ شریفہ سنتے ہیں، بیان سے فارغ ہونے کے بعد بعض اشخاص نعتیہ قصائد پڑھتے ہیں جس کو سن کر سب کے شوق اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور آخیر میں سب کو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اور سب آپ کی یاد لے کر مسرور القلب گھر کو لوٹتے ہیں، محفل میلاد شریف میں اگر کی بتی اور عود جلاتے ہیں پھول رکھتے ہیں، عرقِ گلاب چھڑکتے ہیں، عطر ملتے ہیں اور ولادت شریف کا ذکر سن کر آپ کی محبت اور تعظیم میں سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور آپ پر سلام پڑھتے ہیں، یہ سب وہ باتیں ہیں جس کو علماء نے کرنے کو لکھا ہے فعل حرام کا قطعاً ارتکاب نہیں ہوتا ہے جو یہ واعظ اس قسم کی غلط بیانی کرتے ہیں۔

بالفرض والتقدیر اگر مان لیا جائے کہ کسی جگہ محفل میلاد شریف میں نامشروع امور کئے جاتے ہیں۔ تو ان علماء کو از روئے قواعد شرعیہ ان محرماتِ شرعیہ سے عوام کو روکنا چاہیئے ان کو مناسب ہے کہ عوام سے کہیں اے بندگانِ خدا تم کیوں یہ حرام کام کر کے اپنی نیکی کو ضائع کرتے ہو تم کیوں ارتکاب معاصی کر کے اپنے کو گنہ گار بناتے ہو۔ خدا سے ڈرو، اپنے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل احترام کرو آپ کے ذکر شریف کا پورا ادب کرو، ناجائز اور حرام امور کا ارتکاب کر کے آپ کے ذکر شریف کی محفل کی تحقیر نہ کرو، علماء نے لکھا ہے کہ اگر نماز جمعہ یا عیدین یا تراویح کے موقعہ پر کسی ناجائز امر کا ارتکاب کوئی کرنے لگے مثلاً مرد اور عورت خلط ہو کر یعنی مل جل کر نماز پڑھیں تو اس ناجائز فعل کی وجہ سے نماز پڑھنے سے نہیں روکا جائے گا۔ بلکہ علماء پر لازم ہے کہ وہ عوام کو اس ناجائز فعل کرنے سے منع کریں اسی طرح پر اگر نکاح یا ولیمہ یا عقیقہ یا ختنہ یا حفظ قرآن یا حاجی کے آنے کی خوشی کے موقع پر ناجائز امور کا ارتکاب ہونے لگے تو ان خوشیوں کے کرنے سے نہیں روکا جائے گا، بلکہ فعلِ حرام سے منع کیا جائے گا۔

بنابریں اگر کسی جگہ محفل مبارک میلاد شریف میں کوئی حرام فعل ہوتا ہو تو علماء کو چاہیئے کہ اس حرام فعل سے منع کریں، محفل میلاد شریف منعقد کرنے سے روکنا سراسر غلطی اور قواعد شرعیہ

کی خلاف ورزی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں محفل میلاد سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واز کی التسلیمات، ہندوؤں کے مشرکانہ رسم جنم، کنہیا کی تشبیہ اور تمثیل ہے اَلعِیَاذُ بِاللّٰہِ ثُمَّ العِیَاذُ بِاللّٰہِ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ افسوس صد افسوس یہ لوگ محفل پاک میلاد شریف کو کیسی قبیح تمثیل دیتے ہیں فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ بِاَحْوَالِ النَّاسِ فَھُوَ جَاھِلٌ" جو لوگوں کی حالت اور زمانے کی کیفیت سے ناواقف ہو وہ جاہل ہے اس کو فتویٰ نہیں دینا چاہیے یہ لوگ اسلام کی تاریخ سے اور مسلمانان عالم کے احوال سے بے خبر ہیں ان کو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ محفل مبارک میلاد شریف اس مُرَوَّجہ کیفیت اور مَعْہُودہ طریقہ پر کب سے منعقد ہو رہی ہے اور اس کار خیر کی ابتدا کس ملک میں ہوئی ہے اور کس نے کی ہے؟

شہر موصل میں جو عراق میں واقع ہے ایک مشہور نیک اور صالح شخص رہتے تھے ان کا نام عمر بن محمد تھا انہوں نے اس کار خیر کی ابتدا کی ہے جیسا کہ علامہ ابو شامہ نے لکھا ہے ان کو دیکھ کر اَرْبَل کے بادشاہ سلطان ابو سعید مظفر الدین کوکری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑے پیمانہ پر اس کار خیر کو کرنا شروع کیا علامہ حافظ ابو الخطاب بن دِحیہ نے مولود شریف کے بیان میں ایک کتاب لکھ کر بادشاہ کو پیش کی، اس کتاب کا نام اَلتَّنْوِیْرُ فِیْ مَوْلِدِ السِّرَاجِ الْمُنِیْر ہے۔ ۶۰۴ھ ہجری کو یہ کتاب حافظ ابن وحیہ نے محفل میلاد شریف میں پڑھی، بادشاہ بہت مسرور اور محظوظ ہوا اس نے ایک ہزار اشرفی بطور انعام کے علامہ ابن دِحیہ کو دیے یہ بادشاہ بڑا ہی متقی، دیندار، پارسا۔ نیک، عادل، شجاع اور مرد مجاہد تھا اس مبارک تقریب پر ہر سال لاکھوں روپیہ خرچ کرتا تھا۔ غریبوں کو کھانا کھلاتا تھا روپیہ تقسیم کرتا تھا بڑے بڑے ائمہ نے اس کی تعریف لکھی ہے اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو نور سے معمور کرے اور اس کو آخرت میں درجات بلند عنایت فرمائے چونکہ اس بادشاہ نے اس کار خیر کو بہت بڑے پیمانہ کے ساتھ شروع کیا اس لئے اطراف واکناف عالم میں اس کے نام کا چرچا ہو گیا اور اکثر لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ اس کار خیر کی ابتدا اس نیک دل بادشاہ نے کی ہے حالانکہ ابتدا اس مرد صالح نے کی ہے البتہ اشتہار کا باعث یہ بادشاہ صالح ہوا ہے چونکہ یہ فعل خلوص پر مَبْنی تھا اور اس سے اسلام کی عزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہوتی تھی اس لئے ائمۂ اعلام نے اس فعل کو از حد پسند کیا اور تالیفات و تصنیفات کر کے لوگوں کو تشویق دلائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تھوڑے ہی عرصہ میں تمام ممالک عربیہ میں اس اَفْضَلِ بدعتِ حَسَنَہ اور اَحْسَنِ سُنَّتِ مُسْتَحْسَنَہ کا رواج پورے طریقہ پر ہو گیا۔

تقریباً اب سے پورے آٹھ سو سال پہلے اللہ کے خاص نیک بندوں نے اس اَعَزُّ الْقُرُبَات اور اَشْرَفُ الْمَثُوْبَات کا سنگِ بنیاد آیتِ نزولِ مائدہ اور حدیثِ صومِ یومِ عاشورا کی روشنی میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے رکھا اور پھر جناب حبیبِ خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے آیت وَذَکِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰهِ اور حدیثِ عقیقہ کی ہدایت میں اس محکم بنیاد پر یہ قصر مفتخر تعمیر کیا اور پھر اعلاءِ ذکر شریف اور اظہارِ دینِ حنیف کے لئے آیت وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور آیت حدیث نزول آیت اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ پر نظر رکھتے ہوئے اس قصرِ عالی کو خوب آراستہ اور پیراستہ کیا۔ کہاں ان اللہ کے بندوں کے مبارک عزائم اور کہاں ہندوستان کے مشرکانہ ناپاک مراسم، چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔

اے عزیزو، اس مبارک محفل میں شمعِ رسالت اور انوارِ وحدت کی ضیا پاشی ہو رہی ہے اس کو کفر کی ظلمت اور شرک کی نجاست سے کیا لگاؤ، برا ہو اس تعصب کا جس کی وجہ سے گل بہ رنگِ خار اور نورِ علیین نار نظر آرہا ہے۔

جو دل سے پردۂ غفلت ہو دور آپ سے آپ — نصیبِ دل ہو دوامِ حضور آپ سے آپ
کھلے گا رازِ محبت ضرور آپ سے آپ — اس آفتاب کا ہوگا ظہور آپ سے آپ
خدا جو چاہے تو روشن ہو گور آپ سے آپ — مری لحد پہ جلے شمعِ نور آپ سے آپ
ہمارا مزرعِ دل تو نہیں ہے لائقِ نذر — مگر قبول کرے برقِ طور آپ سے آپ
ترے خیال میں آنکھیں ہیں خود بخود روشن — ہے تیرے ذکر میں دل کو سرور آپ سے آپ
بہ سانِ سایۂ دیوار تیرے کوچہ میں — نہ ہوں گے ہم درِ دولت سے دور آپ سے آپ
حبیبِ حضرت موسیٰ، محبِّ احمد ہے — اُحد کو ڈھونڈتی ہے برقِ طور آپ سے آپ

یہ گھر چراغِ فیوضِ عمر سے روشن ہے
نہیں ہے خیر کے سینہ میں نور آپ سے آپ

ہندوستان میں ایسے لوگوں کی قوتِ اجتہادیہ کی اگر یہی رفتار رہی تو کچھ بعید نہیں کہ شعائر اللہ کے بارے میں تھوڑے دنوں بعد سننے میں آئے یہ ہندوستان کے مشرکانہ رسوم کا چربہ ہیں، آپ زمزم سے نہانا گنگا اشنان کی تقلید ہے، بیت اللہ شریف کی طرف سجدہ کرنا اور اس کا طواف کرنا اور حجر اسود کو بوسہ دینا پوجا پاٹ کی پیروی ہے۔ میدان عرفات اور منیٰ کا جانا کاشی اور ہردوار جانے کی تمثیل ہے اور اسی طرح اسلام کے دیگر فرائض اور اعمال کے بارے میں بھی سنا جائے۔ مثل مشہور ہے كُلُّ اِنَاءٍ يَنْضَحُ بِمَا فِيْهِ، یعنی ہر برتن میں سے وہی رستا ہے جو اس میں ہوتا ہے جو شخص اسلام کی تاریخ سے بے خبر ہو، مسلمانانِ عالم کی حالت سے ناواقف ہو اس نے جب سے آنکھ کھولی ہے اور جب تک کہ آخرت کا سفر کیا ہے، ہندوستان میں رہ کر صرف ہندوانی مراسم کو دیکھا ہے تو وہ ان لغویات کے سوائے اور کیا کہے گا جس شخص نے حدیث شریف كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے دقائق کو پوری طرح نہ سمجھا ہو اور جو حدیث شریف مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

کے معانی سے کماحقہٗ واقف نہ ہو تو وہ سوائے ان باتوں کے اور کیا کہے گا۔ کسی نے خوب کہا ہے

تو نقشِ نقشبنداں راچہ دانی | تو طفلی کارِ مرداں راچہ دانی
گیاہِ سبز داند قدرِ باراں | تو خشکی قدرِ باراں راچہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست | حقائقہائے ایماں راچہ دانی

علامہ ابن جزری اور دوسرے ائمہ اعلام نے لکھا ہے جو شخص میلاد شریف کی خوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام سال اس شخص کو امن و امان سے رکھتا ہے اس کی مرادیں بر لاتا ہے اس کی مشکلیں آسان کرتا ہے۔

فقیر مولفِ رسالہ کہتا ہے جو کچھ بھی ان ائمہ دین نے کہا ہے اس سے کہیں زیادہ خیر و برکت محفلِ مبارکِ میلادِ شریف منعقد کرنے میں ہے یقیناً آپ کے ذکرِ خیر سے دلوں میں آپ کی محبت اور تعظیم پیدا ہوتی ہے اور آپ ہی کی محبت اصلِ اُصولِ ایمان اور رُوح و راحتِ جسم و جاں ہے۔

خواجۂ دنیا و دیں گنجِ وفا | صدر و بدرِ ہر دو عالم مصطفےٰ
آفتابِ شرع و دریائے یقین | نورِ عالم رحمۃ للعالمین
جانِ پاکاں خاکِ جانِ پاکِ او | جاں رہا کن آفرینش خاکِ او
خواجۂ کونین و سلطانِ ہمہ | آفتابِ جان و ایمانِ ہمہ
صاحبِ معراج و صدرِ کائنات | سایۂ حق خواجۂ خورشید ذات
ہر دو عالم بستہ بر فتراکِ او | عرش و کرسی قبلہ کردہ خاکِ او
پیشوائے ایں جہان و آں جہاں | مقتدائے آشکارا و نہاں
مہترین و بہترینِ انبیا | رہنمائے اصفیا و اولیا
مہدیِ اسلام و ہادیِ سُبُل | مفتیِ غیب و امامِ جزو و کل
حق چو دید آں نورِ مطلق در حضور | آفرید از نورِ او صد بحرِ نور
اصلِ معلومات و موجودات بود | نورِ او مقصودِ مخلوقات بود
بہرِ خویش آں پاک جاں را آفرید | بہرِ او خلقِ جہاں را آفرید
آفرینش راجز او مقصود نیست | پاک دامن تر از او موجود نیست

اے بندگانِ خدا، ان ائمہ کرام سے بڑھ کر تم کو مسئلہ سمجھانے والا، حق بات بتانے والا اور راہِ ہدیٰ دکھانے والا اور کون ملے گا۔ یہ تو وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کی کتابیں سینکڑوں برس سے تمام عالمِ اسلام کے لئے مشعلِ راہِ ہدایت بنی ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ، یعنی اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہلِ علم سے دریافت کر لو

یہ اہلِ علم پورے اطمینان اور کامل وثوق کے ساتھ سینکڑوں برس سے کہتے چلے آئے ہیں کہ جناب حبیب خدا سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت شریف کو خوب خوشی کا اظہار کرو، خیرات و مبرات کرو، اللہ کی عبادت کرو، مولود شریف کے جلسے کرو، آپ کے احوالِ شریفہ خود سنو اور دوسروں کو سناؤ تاکہ اسلام کا نام روشن ہو اور اللہ تم پر اپنا فضل فرمائے اور تم کو امن و امان و ایمان اور سلامتی در ہر دو جہاں نصیب ہو۔

انصاف سے دیکھو جب تک عام طور سے مسلمان ایسے امور خیر کرتے رہے وہ اطمینان کی زندگی بسر کرتے رہے ان کے قلوب مطمئن رہے لیکن جب سے بدعت، کی گرداں جا و بے جا دہرائی جانے لگی ہے خیر و برکت میں کمی آگئی ہے اطمینانِ قلب مفقود ہو چلا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو، جب تک وہ نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی علیہ الرحمۃ والرضوان جن کا مدرسہ صولتیہ مشہور و معروف ہے کی کچھ عبارت در بارہ محفل میلاد شریف نقل کروں، آپ تحریر فرماتے ہیں۔

میرے اساتذہ کرام اور میرا عقیدہ مولود شریف کے بارے میں قدیم سے یہی تھا۔ اور یہی ہے۔ بلکہ بحلف سچ سچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ ہے کہ بریں زیستم ہم بریں بگزرم (ترجمہ اسی پر جیا ہوں اسی پر مروں میں) اور عقیدہ یہ ہے کہ انعقادِ مجلسِ میلاد بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنی بے ہودہ نہ ہو بلکہ روایاتِ صحیحہ کے موافق ذکرِ معجزات اور ذکرِ ولادتِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا جائے اور بعد اس کے اگر طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے اس میں کچھ ہرج نہیں بلکہ اس زمانہ میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف آریہ لوگ جو خدا ان کو ہدایت کرے پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچا رہے ہیں ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کی ہیں اس وقت میں فرضِ کفایہ ہے۔ میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں ایسی محفل کے کرنے سے نہ رکیں اور اقوال بے جا منکروں کی طرف سے جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز نہ التفات کریں اور تعیین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی ہرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علماء محدثین نے جائز رکھا ہے الخ۔

مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ روایاتِ صحیحہ کے موافق آپ کا ذکر شریف کیا جائے معلوم ہونا چاہیئے کہ یہاں لفظ صحیح لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے جو کہ موضوعی کا مقابل ہے یعنی ہر وہ روایت

جو جھوٹی نہ ہو اس کا بیان کرنا جائز ہے چاہے وہ محدثین کی اصطلاح میں صحیح ہو چاہے حسن ہو چاہے ضعیف ہو، کیونکہ علمار کرام نے فضائل کے بیان کرنے میں احادیثِ ضعیفہ کے بیان کرنے کو اور اس سے استدلال کرنے کو باتفاق جائز قرار دیا ہے۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔ اِتفق العُلماء علیٰ جَوازِ العَمل بِالحَدِیث الضَّعِیفِ فِی فَضَائِلِ الاَعمَال، یعنی علمار نے اعمال کے فضائل کے بارے میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کو باتفاق جائز قرار دیا ہے اور علامہ سید شریف لکھتے ہیں وَیَجُوزُ عِند العُلَماء التَّساهُل فِی فَضَائِلِ الاَعمَال، یعنی اعمال کے فضائل کے بارے میں جو ضعیف حدیثیں بیان کی جائیں ان کے اسناد کے بارے میں علمار نے تساہل کرنے کو جائز قرار دیا ہے یعنی ایسے مواقع پر زیادہ پرکھنے کی ضرورت نہیں ہے بس اتنا ہو کہ حدیث موضوعی یعنی جھوٹی نہ ہو، فضائل اعمال کے ہوں یا فضائل سورتوں کے ہوں یا اشخاص کے ہوں یا اَمکِنَہ کے ہوں یا اَزمِنَہ کے ہوں سب کا حکم یہی ہے اور یہی علمار کا مسلک ہے، اسی لئے سیرت نبوی میں ائمہ گرامی نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں روایاتِ ضعیفہ بکثرت موجود ہیں۔

مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں محفل میلاد شریف کا منعقد کرنا فرضِ کِفایَہ ہے مولوی صاحب نے غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے ہندوستان کی کیفیت دیکھی تھی اور اس پر یہ مشورہ دیا تھا، اگر وہ اب ہندوستان کی حالت دیکھتے اور بالخصوص غدر ۱۹۴۷ء کے بعد کی حالت مسلمانوں کی ملاحظہ کرتے تو واللہ اعلم کیا کچھ تحریر فرماتے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے انھوں نے زمانہ پر نظر ڈالی اور لوگوں کی حالت کو دیکھا اور صحیح اور مفید مشورہ دیا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ کا بڑا ہی کرم اور احسان ہے کہ بارہ ماہ مبارک ربیع الاول کو ہندوستان میں محرماتِ شرعیہ کا ارتکاب نہیں کیا جاتا ہے یہاں تو صرف وہی باتیں کی جاتی ہیں جن کا بیان پہلے کیا جا چکا ہے اور جس کو علامہ ابن حجر اور دیگر علمار نے جائز قرار دیا ہے۔ البتہ مصر وغیرہ میں اس تاریخ کو عام طور سے خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے کیا امیر اور کیا غریب کیا علمار اور کیا جہلا سبھی اس دن کو سب سے بڑی عید کا دن سمجھتے ہیں۔ بعض جاہل اس خوشی کے دن ناچ اور رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ فسق وفجور اور مُحرَّماتِ شَرعِیَہ کا ارتکاب کرتے ہیں وہ یہ خرافات محفل مبارک میلاد میں نہیں کرتے ہیں بلکہ عید یوم میلاد میں کرتے ہیں۔ وہاں کے علمار ان کو نصیحت کرتے رہتے ہیں اور ان کو اس مبارک دن میں ناشائستہ اعمال اور افعال کرنے سے روکتے ہیں۔ علامہ سیوطی کا رسالہ حُسنُ المَقصِد کے مطالعہ سے بھی اس کا پتہ چل سکتا ہے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مولوی صاحب نے مصلحت کی بنا پر مشورہ دیا ہے اور مصلحت کا لحاظ کرنا کوئی شئے نہیں ہے لہٰذا آپ کا مشورہ کوئی شئے نہیں ہے کیونکہ یہ خیال درست نہیں ہے شریعت مطہرہ نے مصلحت کو

نظر انداز نہیں کیا ہے میں صرف دو مثالیں لکھتا ہوں ایک ایسی جس میں مصلحت کی بنا پر کام کو نہیں کیا ہے۔ دوسری ایسی جس میں مصلحت کی بنا پر کام کو کیا ہے۔ پہلی مثال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اگر تمہاری قوم کا نیا نیا ایمان نہ ہوتا میں بیت اللہ شریف کو توڑ کر اس کی اصلی حالت اور قدیمی بنیادوں پر از سر نو اس کو بناتا عرب نے بیت اللہ شریف کا ایک حصہ نکال دیا ہے جو کہ حطیم کہلاتا ہے اور بیت اللہ شریف کی کرسی بہت بلند کر دی ہے اور اس کا ایک دروازہ مشرق کی طرف رکھا ہے میں حطیم کو بیت شریف میں داخل کرتا۔ اور اس کی کرسی زمین کے برابر کرتا اور دو دروازے رکھتا ایک مشرق کی طرف اور ایک مغرب کی طرف،

۱۳۴۱ھ ہجری میں نجدیوں نے حرمین شریفین کے گنبدوں اور مزارات شریفہ کو توڑا،

مجھ سے جناب استاذی حضرت الشیخ الولی مولانا مولوی عبد العلی رحمۃ اللہ علیہ نے چار سال بعد ۱۹۰۵ء کو جب میں آپ سے حدیث شریف پڑھتا تھا اور دورے میں شریک تھا۔ بخاری شریف کی حدیث جس کا مطلب اوپر لکھ چکا ہوں کے بیان میں فرمایا۔ نجدیوں کا یہ فعل اس حدیث شریف کی رو سے اچھا نہیں ہے انھوں نے گنبد اور مزارات شریفہ کو توڑ کر تمام دنیا کے مسلمانوں کو رنجیدہ کیا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسلمانوں کو رنج نہ پہونچنے کی وجہ سے بیت اللہ شریف کو اس کی اصلی حالت پر لانا پسند نہیں کیا۔

دوسری مثال، خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں بیت المقدس تشریف لے گئے امرائے افواجِ اسلام یزید بن ابی سفیان وغیرہ آپ کی خدمت میں زرق برق مکلف لباس پہن کر بڑی شان و شوکت سے حاضر ہوئے آپ کی نظر جب ان جانبازانِ اسلام پر پڑی اور ان کے مُکلّف لباس کو آپ نے دیکھا تو اپنی اونٹنی پر سے اتر پڑے اور کنکریاں اٹھا کر ان پر پھینک ماریں اور فرمایا افسوس ہے تم پر کہ تم اتنے جلدی بدل گئے۔ انھوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین ہم اسلام کے مورچہ پر ہر وقت کافروں کے سامنے رہتے ہیں ہم نے صرف ان کی نظر میں اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی شوکت ظاہر کرنے کے لئے یہ کیفیت اختیار کی ہے یہ جواب سن کر آپ کا غصہ فرو ہوا اور آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو تم جانو اور تمہارا کام۔

مولوی صاحب نے قیام کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے درست اور صحیح تحریر فرمایا ہے یہ قیام صرف تعظیم، محبت اور خوشی کا قیام ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ احادیثِ شریفہ سے ایسا قیام ثابت ہے۔ حضرت سعد بن معاذ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ قبیلۂ انصار کے سردار تھے، آپ کی نظر مبارک جب ان پر پڑی انصار سے فرمایا قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ یعنی اپنے سردار کے واسطے کھڑے ہو یہ کھڑا ہونا برائے تعظیم تھا جس کا آپ نے حکم دیا۔ اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آپ

ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوا کرتے تھے جب مجلس برخاست کر کے آپ تشریف لے جاتے تھے ہم سب کھڑے ہو جاتے تھے اور جب تک آپ ازواج مطہرات میں سے کسی کے حجرۂ شریفہ میں داخل نہ ہو جاتے تھے ہم سب کھڑے رہتے تھے یہ قیام محبت اور تعظیم کا تھا۔ فتح مکہ کے بعد ام حکیم زوجہ عکرمہ پسر ابوجہل نے آکر آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ عکرمہ درِ اقدس پر حاضر ہے آپ ذوقِ مسرت سے کھڑے ہو گئے اور آپ نے عکرمہ کو اندر بلوا کر بہ کمالِ محبت فرمایا مَرحَبًا بِالمُهَاجِرِ الرَّاكِب یعنی اے مہاجر سوار اچھے آئے آپ کا یہ قیام محبت اور مسرت کا تھا۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ کے پاس آتی تھیں تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور جب آپ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو وہ کھڑی ہو جاتی تھیں۔ زُرقانی میں لکھا ہے کہ جب بی بی حلیمہ جنھوں نے آپ کو دودھ پلایا تھا آپ کے پاس آئیں آپ کھڑے ہو گئے اور سیرت حلبی میں ہے کہ آپ رضاعی باپ کے آنے پر بھی کھڑے ہوئے ان احادیث شریفہ کو دیکھتے ہوئے علماء نے کہا ہے کہ محفل مبارک میلاد شریف میں جس وقت آپ کی ولادتِ شریف کا ذکر کیا جاوے تو آپ کی محبت اور تعظیم میں کھڑا ہونا مستحب ہے

علامہ امام حافظ علی ابوالحسن تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال ۷۵۶ھ ہجری کو ہوا ہے دمشق کی جامع اموی میں محراب کے پاس علماء اور فضلاء کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے یحییٰ صَرصَری کا قصیدۂ بائیہ در مدح خیر البریہ پڑھا۔

تَلِيلٌ لِمَدحِ المُصطَفٰی الخَطُّ بِالذَّهَب ... عَلٰی فِضَّةٍ مِن خَطِّ اَحسَنَ مَن كَتَب
وَاَن تَنهَضَ الاَشرَافُ عِندَ سَمَاعِهٖ ... قِيَامًا صُفُوفًا اَو جِثِيًّا عَلَی الرُّكَب
اَمَا اللهُ تَعظِيمًا لَّهٗ كَتَبَ اسمَهٗ ... عَلٰی عَرشِهٖ يَا رُتبَةً سَمَتِ الرُّتَب

ترجمہ:۔ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے لئے یہ بہت ادنیٰ سی بات ہے کہ اس کو چاندی کی تختی پر آب زر سے بہت ہی اچھے خوش نویس سے لکھوائی جائے اور یہ بھی کوئی بات نہیں کہ اس کو سنتے وقت تمام اشراف کھڑے ہوں یا گھٹنوں کے بل ہو جائیں خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم کرتے ہوئے اپنے عرش پر ان کے اسم گرامی کو تحریر کیا ہے یہ کیا ہی اعلیٰ مرتبہ ہے جو سب مرتبوں سے اعلیٰ تر ہے۔

جس وقت پڑھنے والے نے دوسرا شعر پڑھا علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فوراً کھڑے ہو گئے، اس وقت جتنے علماء اور فضلاء تھے وہ سب بھی کھڑے ہو گئے، آپ پر اس وقت ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور کافی دیر تک وہ حالت رہی۔

اس واقعہ کو آپ کے فرزند علامہ امام تاج الدین عبدالوہاب سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقاتِ شافعیہ الکبریٰ میں تحریر کیا ہے دیکھو اس کتاب کے چھٹے جز کے صفحہ ۱۷۴ کو۔

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں یا آپ کے ذکر شریف کی تعظیم کی وجہ سے کھڑے ہونے میں ذرہ برابر بھی قباحت ہوتی تو ایسے جلیل القدر عالی مرتبت علامۂ وقت کب کھڑے ہوتے اور باقی تمام علماء اور فضلاء ان کے ساتھ کیوں کھڑے ہوے جائے خیال اور محل فکر ہے قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ جن کا انتقال ۵۴۴ھ ہجری کو ہوا ہے، شفا میں لکھتے ہیں۔

امام مالک مسجد شریف نبوی میں بیٹھے تھے خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی اپنے خدم وحشم کے ساتھ داخل ہوا، شور سن کر امام نے خلیفہ سے کہا اس مسجد شریف میں اپنی آواز بلند نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنی آواز کو آپ کے سامنے پست رکھتے ہیں اور ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں۔ اچھی طرح جان لینا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور احترام آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح پر ہے جس طرح پر آپ کی حیات میں تھی خلیفہ بہت خاموشی کے ساتھ امام کی بات سنتا رہا پھر اس نے امام سے کہا اے ابو عبداللہ میں سلام پڑھنے کے بعد قبلہ رو ہو کر دعا کروں یا آپ ہی کی طرف اپنا منھ رکھتے ہوئے دعا کروں، امام نے کہا۔ دعا کے واسطے آپ کی طرف سے اپنا منہ قبلہ کی طرف کیوں پھیرتے ہو وہ تو قیامت کے دن تمہارا اور تمہارے باپ آدم کا وسیلہ ہیں۔ تم ان ہی کی طرف اپنا منھ رکھو اور ان کو اللہ کی جناب میں شفیع بناؤ، ان کو شفیع بنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کہتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا، الآیہ، یعنی وہ لوگ جنھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تھا، اگر اس وقت تمہارے پاس آتے اور خدا سے معافی چاہتے اور رسول ان کے واسطے بخشش طلب کرتے تو وہ دیکھ لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے (سورۂ نساء) اس کے بعد قاضی عیاض نے لکھا ہے، آپ کی تعظیم، توقیر اور حرمت آپ کی وفات شریف کے بعد جس وقت آپ کا ذکر شریف کیا جائے یا آپ کی حدیث شریف بیان کی جائے یا آپ کی سنت کا بیان ہو یا آپ کا اسم شریف سنا جائے یا آپ کی سیرت مبارکہ سنی جائے، اسی طرح پر ہے جس طرح آپ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کی تھی اور اسی طرح آپ کی آل وعترت واہلِ بیت وصحابہ کی تعظیم کی جائے۔ ابو ابراہیم نے کہا ہے ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ آپ کا ذکر شریف کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر شریف کیا جائے تو وہ باخضوع، باخشوع، باوقار اور پُر سکون رہے۔ اس پر آپ کی ہیبت اور اجلال غالب ہو وہ اسی طرح باادب رہے جس طرح آپ کے سامنے اس کو باادب رہنا چاہیئے تھا۔ اور جس طرح اللہ نے آپ کے ادب کرنے کو کہا ہے۔ اس کے بعد قاضی عیاض رحمہ اللہ نے لکھا ہے، ہمارے سلف صالح اور ہمارے گزرے ہوئے ائمہ کا یہی طریقہ رہا ہے۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَاَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهِمْ وَمَعَارِفِهِمْ۔

یہ ہے علماء دین کے اقوال اور تحریرات کا خلاصہ جس پر آٹھ سو سال سے مسلمانانِ عالم کا عمل درآمد ہوتا چلا آرہا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ ہدی پر چلنے کی توفیق عنایت کرے، کج روی، قساوت قلب اور تعصب بے جا سے سب کو محفوظ رکھے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ

میں اس رسالۂ شریفہ اور عجالۂ لطیفہ کو مقبول بارگاہ کبریا حامی راہِ شریعت واقفِ اسرارِ طریقت پیر و مرشد برحق جناب سیدی الوالد حضرت شاہ ابو الخیر عبد اللہ محی الدین فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وَاَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ کے جن کے شایانِ شان یہ شعر پاتا ہوں ؂

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق

ہر ہوسناکے نہ داند جام و سنداں باختن

اور جن کے اسم گرامی کی مناسبت سے اس رسالہ کا نام خَیْرُ الْمَوْرِدِ فِی اِحْتِفَالِ الْمَوْلِدِ رکھا گیا ہے ایک مکتوب ہدایت اسلوب اور چند ملفوظات قدسی سمات اور قدرے کلام گوہر نظام پر ختم کرتا ہوں۔ لِیَکُوْنَ خِتَامُہَا مِسْکٌ

حافظ محمد وزیر خاں دہلوی نے آپ کو ایک عریضہ کوئٹہ بلوچستان ارسال کیا۔ میلاد شریف کے بارے میں آپ سے کچھ دریافت کیا تھا آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ محمد وزیر خاں کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا خط محررہ ۲۶ راگست پہنچا، تم نے لکھا ہے کہ دیوانِ اسعد میں اسعد نے مولود شریف کی تردید کی ہے ان منکرین مولود کے جوڑ بڑے تھے۔ مولوی رشید احمد خاص ان کے ہاتھ کی دستخطی اور مہری تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ لوگ میرے اوپر محض بہتان باندھتے ہیں، مولود شریف کو مستحب سمجھتا ہوں اور یہ جھگڑے تو تمہارے شہر میں ہر ہر گلی کوچہ میں بکثرت موجود ہیں اور ہمارا مولد شریف کا پڑھنا بھی اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ مشہور ہے ابھی اسی سال میں ربیع الاول کی بارہویں شب کو ہم نے دہلی میں مولد شریف پڑھا ہے۔

آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں۔ غیر مقلدوں کے بڑے پیر حافظ ابن حجر عسقلانی اور محدثوں کے بڑے دستگیر حافظ جلال الدین سیوطی مولد شریف کو اچھا اور بہتر جانتے ہیں اور مولد شریف کے منکر کو بدقسمت اور بے نصیب اور بے ادب کہتے ہیں حافظ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے اس کا نام حُسْنُ الْمَقْصِدِ فِیْ عَمَلِ الْمَوْلِدِ ہے اس میں حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں مولد شریف کرنا بدعتِ حسنہ ہے جیسے مدرسہ بنانا ——

کتاب تصنیف کرنی اور پوری عبارت عربی کی ہم نے مولوی مشتاق احمد کو لکھ کر بھیجدی ہے اور علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رسالہ النظم البدیع فی مولد النبی الشفیع میں فرماتے ہیں۔

وَاعْلَمْ بِاَنَّ مَنْ اَحَبَّ اَحْمَدَا | لَابُدَّ اَنْ یَّهْوٰی اسْمَهٗ مُرَدَّدَا
لِذَاکَ اَهْلُ الْعِلْمِ سَنُّوا الْمَوْلِدَا | مِنْ بَعْدِهٖ فَکَانَ اَمْرًا رَّشَدَا

اَرْضَی الْوَرٰی اِلَّا غُوَاةَ نَجْدٍ

اس کا ترجمہ کسی عالم سے دریافت کرلینا غرض ہم لوگوں کے نزدیک یہ عملِ مبارک مولد شریف کا پڑھنا مفتاحِ سعادتِ دوجہاں اور مصباحِ ہدایتِ انس وجان ہے باقی جھگڑے کی باتیں اپنے شہر کے مولویوں سے تحقیق کرو، اس پرچہ کو احتیاط سے رکھو، انشاء اللہ تعالیٰ گیارہ بارہ شوال تک دہلی کا ارادہ ہے۔ والسلام، ہشتم رمضان المبارک یکشنبہ ۱۳۲۸ھ ہجری

آپ نے مکتوب شریف میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی جس تحریر کا حوالہ دیا ہے۔ وہ ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

ذکر میلاد فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب ومستحب ہے اگر روایاتِ صحیحہ سے بیان ہو اور کوئی امر مکروہ وغیر مشروع اس میں مضموم نہ ہو چنانچہ اس امر کو بارہا بتصریح یہ عاجز لکھ چکا ہے اور براہین قاطعہ میں بھی اس کے جواز وندب کی تصریح کی گئی ہے کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو کچھ بحث وکلام ہے وہ سب قیود وزوائد میں ہے اور بس، مگر حساد کو یا نظر نہیں یا فہم نہیں اور اسی طرح اپنے اساتذہ ومشائخ کا عمل درآمد دیکھا ہے جو کچھ کہ اہل عناد نے انکار نفس مولد شریف کا اتہام بندہ اور احباب بندہ پر لگایا ہے وہ محض افترا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر]

آپ نے علامہ جلال الدین سیوطی کی عبارت کا جو کہ ان کے رسالہ حسن المقصد میں ہے حوالہ دیا ہے اس کا مکمل ترجمہ اس رسالہ کے شروع میں فقیر نے لکھدیا ہے چوں کہ رسالہ حسن المقصد چھپ چکا ہے اور اس عبارت کو علماء نے اپنی کتابوں میں مثلاً الدر المنظم اور احسن الکلام میں نقل کردیا ہے اس لئے اس کو نقل نہیں کیا ہے۔

آپ نے مولوی مشتاق احمد صاحب کا ذکر فرمایا ہے۔ مولوی صاحب انبیٹھ کے رہنے والے تھے طریقہ چشتیہ صابریہ میں بیعت ومجاز تھے دہلی میں سالہا سال بہ سلسلۂ ملازمت ان کا قیام رہا، حضرت والد ماجد کی خدمت بابرکت میں روز حاضر ہوتے تھے۔ اگرچہ آپ سے بیعت نہ تھے لیکن بہ درجہ اتم آپ کے مخلص اور مداح تھے ۱۳۵۶ھ ہجری کو شملہ سمر ہل میں فقیر سے آپ کی ملاقات ہوئی، حضرت سیدی الوالد رحمۃ اللہ کا ذکر خیر کرتے رہے اور اخیر میں کہا، حضرت

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ سب دولت ان کے اخلاص کی بدولت ملی تھی ان کا ہر کام اخلاص پر مبنی تھا اس وقت مولوی صاحب کی عمر نوے سال کی تھی اور اپنی تالیفات کے بارے میں بتایا کہ قریب ایک سو کے ہیں کنجپورہ ضلع کرنال میں جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ ۲۷ محرم ۱۳۶۲ھ کو اس سرائے فانی سے رحلت فرما ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ نے علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے خمسہ کا ایک بند تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے اس کا ترجمہ کسی عالم سے دریافت کرلو، لہٰذا اس بند کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

خوب سمجھ لو جو شخص جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے یقیناً وہ آپ کے اسم مبارک کو پڑھ کر خوش ہوگا یعنی آپ کے ذکر خیر کو بار بار سننا پسند کرے گا۔ اسی لئے اہلِ علم نے آپ کے بعد مولد شریف کی سنت کو رواج دیا ہے جو کہ ایک فعلِ رشید اور مستقیم ہے جس نے بجز نجد کے سرکشوں کے تمام دنیا کو خوش کیا ہے۔

علامہ نبہانی نے صحیح کہا ہے کہ بجز محمد بن عبد الوہاب نجدی اور ان کے متبعین اور ہم خیالوں کے تمام دنیا کے مسلمان اس سنتِ حسنہ سے از حد مسرور و شاداں ہیں۔

حضرت سیدی الوالد رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ربیع الآخر ۱۳۳۳ ہجری کو حلقہ شب میں میلاد شریف کے متعلق چند سوالات کئے گئے۔ آپ نے ان کے جوابات دئے، ان سوالات اور جوابات کو ایک مخلص صاف کیش نے قلم بند کر لیا تھا ان کو تحریر کرتا ہوں۔

سوال۔ پہلے تین قرون میں میلاد شریف کی خوشی اس طرح پر نہیں ہوئی ہے۔

جواب، اس وقت مسلمانوں کو گھر میں بیٹھنے کی فرصت کہاں تھی جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ اسلام اور دیگر بڑے بڑے کام کرنے میں مصروف تھے اب وہ کام کہاں ہیں لوگ غفلت میں پڑ گئے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات، معجزات اور ہر وقت کی دعاؤں کا معلوم کرنا صرف مستحب ہی نہیں بلکہ قریب قریب واجب اور فرض کے ہے۔

سوال:۔ آپ میلاد شریف کی محفل کو بتیوں اور پھولوں سے آراستہ کرتے ہیں۔

جواب:۔ لوگوں کو دین کی رغبت کم ہو گئی ہے ہم چاہتے ہیں وہ کسی طرح آکر آپ کا ذکر پاک سن لیں تاکہ ان کو دین کا شوق پیدا ہو۔

آپ کے اس ارشادِ مبارک کو حدیث شریف اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَانَوٰی کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے تاکہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو۔

برطریق ادب نگہ می دار
ہر چہ فہم تو زاں بود قاصر

دم مزن بر کلام شاں زنہار
مکن آں را ز ابلہی انکار

سوال :۔ کیا محفل میلاد شریف میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں یا آپ کی روح پر فتوح تشریف لاتی ہے۔

جواب :۔ یہ کہنا درست نہیں آفتاب اپنی جگہ پر رہتا ہے اس کا نور عالم میں پھیلتا ہے صوفیوں کے نزدیک جو آپ کا تشریف لانا ثابت ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں آپ کی محبت ہوتی ہے جب وہ اپنے محبوب کا ذکر سنتے ہیں اور ان میں ذوق وشوق کی حالت پیدا ہوتی ہے تو آپ کے انوار وبرکات ان کے دلوں پر مثل آفتاب کی شعاعوں کے آ گرتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں لیکن یہ بات ہر ایک کو کہاں حاصل ہے۔

روشن از پرتو رویت نظرے نیست کہ نیست | منتِ خاک درت بر بصرے نیست کہ نیست
ناظر روئے تو صاحب نظراں اند ولے | شوق دیدار تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست
نہ منِ دل شدہ از شوقِ تو خونیں جگرم | از غم عشق تو پر خون جگرے نیست کہ نیست

کسی نے خوب کہا ہے۔

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

سوال ۔ بعض لوگ سال بہ سال تاریخ معین پر مولود شریف پڑھنے کو ہندوستان کے جنم کنھیا سے مشابہت دیتے ہیں اور مولود شریف کے منکر ہیں اور نماز میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال شریف آنے سے العیاذ باللہ گدھے یا کسی اور چیز کے خیال آنے کو بہتر بتاتے ہیں اور محمد بن عبد الوہاب نجدی کے اعتقادات کو اچھا کہتے ہیں۔

جواب ، جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں وہ سخت گمراہ بے ادب اور خراب ہیں۔

بایدت اول ادب اندوختن | بس دگر آں را ادب آموختن
ہر چہ بر تو آید از ظلماتِ غم | آں ز بے باکی و گستاخی است ہم
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد | بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
از خدا خواہیم توفیق ادب | بے ادب محروم گشت از لطف رب

یہ فقیر مولف رسالہ اَصْلَحَ اللہُ شَانَہٗ وَاَلْہَمَہُ الصَّوَاب کہتا ہے افسوس ہے ان لوگوں پر کہ یہ جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال شریف اور ذکر شریف کے بارے میں کیسے الفاظ مُستہجنہ اور عبارات سَیّئہ کا استعمال کرتے ہیں ذرا خیال نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ادب کی کتنی تاکید فرماتا ہے۔ اور ائمہ کرام نے اس بارے میں کیا کیا تحریر کیا ہے دیکھو سورۂ بقر کی آیت ۱۰۴ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا ۔ الآیۃ یعنی اے مسلمانو پیغمبر کو رَاعِنَا کا

لفظ مت کہو بلکہ اُنظرنا کا لفظ کہو ۔ حافظ ابو نعیم جن کا انتقال سو سال کی عمر میں ۴۳۰ھ ہجری کو ہوا ہے اپنی کتاب دلائل النبوہ میں لکھتے ہیں دیکھو صفحہ سات کو اِنّ اللہ عزوجل فضل مخاطبتہ من مخاطبۃ المتقدمین قبلہ مِن الانبیاء تشریفاً لہ واجلالا و ذلک ان غیر ھذہ الاُمّۃ من الامم کانوا یقولون لانبیائھم ورسلھم راعنا سمعک فنھی اللہ عزوجل ھذہ الامۃ ان یخاطبوا رسولھم بھذہ المخاطبۃ التی فیھا مغمز وضعۃ دنھم ان یسلکوا نبیھم ذلک المسلک فقال یا ایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظُرنَا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف اور اجلال کی وجہ سے مخاطب کرنے اور متوجہ کرنے کے لفظ میں بھی انبیائے ماسبق سے آپ کو ممتاز فرمایا ہے کیونکہ پہلی امتیں اپنے انبیاء اور رسولوں کو مخاطب کرتے وقت رَاعِنَا کا لفظ کہتی تھیں یعنی آپ ہماری طرف متوجہ ہوں کیونکہ اس لفظ میں کچھ مذمت کا پہلو بھی نکلتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو ایسے لفظ کے استعمال کرنے سے منع فرما دیا اللہ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ آپ سے ایسا لفظ کہا جائے جس میں ذرا بھی مذمت کا پہلو نکلے اور حکم دیا کہ وہ بجائے راعنا کے اُنظرنا کہا کریں یعنی آپ ہماری متوجہ ہوں ۔ انتہیٰ ۔

اس آیت شریفہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ آپس کی بول چال میں اگرچہ کسی لفظ یا عبارت میں کوئی نقصان کا پہلو بھی نکل سکتا ہو تو جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس کا استعمال ناجائز ہے حافظ سیوطی رسالہ مسالک الحنفار کے خاتمہ میں لکھتے ہیں وسئل القاضی ابوبکر ابن العربی احد الائمۃ المالکیۃ عن رجلٍ قال ان اباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار فاجاب بان من قال ذلک فھو ملعون لقولہ تعالیٰ ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ قال ولا أذی اعظم من أن یقال عن ابیہ أنہ فی النار یعنی کسی نے قاضی ابوبکر ابن العربی سے جو ائمۂ مالکیہ میں سے ایک امام ہیں ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کے متعلق کہتا ہے کہ وہ دوزخ میں ہیں قاضی صاحب نے جواب دیا جو شخص یہ بات کہے وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اس سے بڑھکر اور کونسی ایذا رسانی ہو سکتی ہے کہ آپ کے والد کے بارے میں کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں ۔ انتہیٰ ۔

قاضی ابوبکر ابن العربی قاضی عیاض مالکی مصنف کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ کے استاد ہیں اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی اور دیگر ائمۂ اعلام کے شاگرد ہیں پچھتر سال کی عمر میں ان کا انتقال ۵۴۳ھ ہجری کو ہوا ہے ، رحمہ اللہ

ذرا خیال کرو کہ جس شخص نے ایک صحیح حدیث کی بنا پر جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے

کہ آپ نے فرمایا اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ ایسی بات کہدی ہے۔ اس کے بارے میں ائمہ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لَا تُؤْذُوا الْاَحْیَاءَ بِسَبِّ الْاَمْوَاتِ یعنی مردوں کو برا کہکر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور اس سے بڑھکر کیا ایذا رسانی ہو سکتی ہے کہ آپکے والدِ ماجد کے بارے میں کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ لہٰذا ایسے مسائل میں ہم کو قطعاً زبان روکنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ جانے اور اس کا کام، حافظ سیوطی رسالہ تنزیہ الانبیاء کے اواخر میں لکھتے ہیں

سُئل شیخ الاسلام والحافظ قاضی القضاۃ شہاب الدین ابن حجر بما نصّہ ما قول ائمۃ الدین فی ھذہ الموالد التی یصنعہا الناس محبۃ فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر انّ بعض الوعاظ یذکرون فی مجالسہم الحلقۃ المشتملۃ علی الخاص والعام من الرجال والنساء ما جریات ھی مخلۃ بکمال التعظیم حتی یظہر من السامعین لہا حُزن ورقۃ فَیَبْقٰی فی حیز من یرحم لا من یعظم من ذلک انہم یقولون المراضع حقرن ولم یاخذنہ لعدم مالہ الا حلیمۃ رغبت فی رضاعہ شفقۃ علیہ ویقولون ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرعی غنما اس کے بعد اس مضمون کا ایک شعر اور ایک مصرع لکھا ہے اور پھر لکھا ہے وکثیرٌ من ھذا المعنی المخل بالتعظیم فما قولکم فی ذلک فاجاب بما نصّہ ینبغی لہم کونہ فطنًا ان یحذف من الخبر ما یوھم فی المخبر عنہ نقصہا فلا یضرہ بل یجب ھذا جوابہ بحروفہ یعنی کسی نے شیخ الاسلام اور قاضی القضاۃ حافظ شہاب ابن حجر سے بہ این الفاظ دریافت کیا کیا فرماتے ہیں ائمہ دین ان میلاد شریف کی محفلوں کے بارے میں جن کو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں منعقد کرتے ہیں ایسے عام جلسوں میں جہاں خاص وعام مرد و زن سبھی ہوتے ہیں بعض واعظ اس طرح کے واقعات بیان کرتے ہیں جن کا بیان کرنا آپکے کمال تعظیم میں خلل انداز ہوتا ہے اور جن کو سن کر سامعین پر حزن اور رقت کی کیفیت طاری ہوتی ہے (یعنی ان کے دلوں میں شفقت اور رحم کی لہریں دوڑتی ہیں) ایسے واقعات کے بیان کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے شمار میں آجاتے ہیں جن پر ترس اور رحم کیا جائے نہ ان لوگوں کے شمار میں جن کی تعظیم اور اجلال کی جائے منجملہ ان واقعات کے ایک یہ ہے کہ دودھ پلانے والیوں نے آپ کو حقیر جانا اور کسی نے بھی آپ کو دودھ پلانے پر آمادگی ظاہر نہ کی اور آپ کو نہ لیا۔ کیونکہ آپ کا مال نہ تھا دولت نہ تھی اور حلیمہ آپ پر شفقت کھا کے دودھ پلانے پر رضامند ہو گئیں اور یہ واعظ بیان کرتے ہیں کہ آپ بکریاں چرایا کرتے تھے اس کے بعد اس مضمون کا ایک شعر اور ایک مصرع لکھا ہے اور پھر لکھا ہے اور اسی قسم کی بہت سی باتیں ذکر کرتے ہیں جو آپ کی تعظیم میں خلل انداز ہوتی ہیں اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں علامہ ابن حجر نے اس سوال کا جواب دیا وہ بعینہٖ یہ ہے ایسے واعظوں کو اگر ان میں سمجھ ہے مناسب ہے

کہ ایسے واقعات اور خبروں کو جن سے ذرا سا بھی نقصان کا شائبہ ان کے بارے میں پیدا ہوتا ہے جن کا ذکر شریف کیا جا رہا ہے ذکر نہ کریں اور پھر جبکہ ایسے امور کے ذکر نہ کرنے سے کوئی مضرت بھی نہ پہنچتی ہو بلکہ واجب ہے کہ ایسے امور کا ذکر نہ کریں، یہ ہے بجنسہ وحرفہ آپ کا جواب،

حافظ سیوطی نے اسی رسالہ میں یہ مضمون بھی بیان کیا ہے کہ بکریوں کا چرانا پہلے معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن اب عرف اس کے خلاف ہے لب حرفتیں اور پیشے ایک زمانہ میں معیوب نہیں سمجھی جاتیں لیکن دوسرے زمانہ میں سمجھی جاتی ہیں اور ایک شہر میں نہیں سمجھی جاتیں اور دوسرے شہر میں سمجھی جاتی ہیں فقہار نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ منہاج میں اس کا پورا بیان ہے۔ انتہیٰ۔

ذرا خیال کرو اور غور سے دیکھو کہ ائمہ کرام نے ایسے واقعات کے بیان کرنے سے منع کیا ہے جس کے سننے سے عوام میں آپ کی عظمت اور جلیل القدری میں کچھ فرق آنے کا شائبہ پیدا ہوتا ہو، چہ جائے کہ مسائل کے بیان کرنے میں اور تشبیہات کے دینے میں ایسے الفاظ اور عبارات ذکر کئے جاویں جو ایک ادنیٰ شخص کے بارے میں نہ کہے جاویں اور جن کو سن کر ہر مسلمان کا دل رنج والم سے پارہ پارہ ہو جائے تفسیر روح البیان میں شیخ اسماعیل حقی سورۂ عبس کی تفسیر میں لکھتے ہیں روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بلغہ ان بعض المنافقین یؤم قومہ فلا یقرأ فیہم الا سورۃ عبس فارسل الیہ فضرب عنقہ لما استدل بذالک علی کفرہ ووضع مرتبتہ عندہ وعند قومہ انتہیٰ یعنی بیان کیا گیا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ منافقوں میں سے کوئی منافق جو اپنی قوم کا پیش امام ہے وہ نماز میں سورۂ عبس کے سوائے کوئی دوسری سورت نہیں پڑھتا ہے یہ سن کر آپ نے ایک شخص کو بھیجا جو اس کی گردن کو جا کر اڑا آیا۔ آپ نے اس شخص کے سورۂ عبس کو ہمیشہ پڑھنے سے استدلال کیا کہ وہ اپنی قوم کی نظر میں آپ کے قدر اور مرتبہ کو گھٹانا چاہتا ہے اور وہ لائق گردن زدنی کے ہے۔ انتہیٰ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، آپ کے افعال مبارکہ کی تعظیم آپ کے اقوال طیبہ کی تعظیم آپ کے اوصاف شریفہ کی تعظیم، آپ کے ذکر شریف کی تعظیم اور آپ کی ہر ہر بات کی تعظیم مسلمان کے واسطے لازمی اور ایمان کا جزو ہے محفل میلاد شریف کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی ہے محفل میلاد نبوی اس کا نام ہے بارہ ماہ مبارک ربیع الانور کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی ہے اس کا نام تمام عالم اسلام میں یوم عید میلاد النبی ہے۔ صرف اسی نسبت کی وجہ سے ہم پر اس محفل مبارک اور اس یوم مبارک کی تعظیم واجب ہے۔

حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کو ایک شخص نے بہت القاب و آداب خط میں تحریر کئے ہیں آپ نے خط کے پشت پر یہ تین شعر تحریر فرما دئے۔

نہ جنابم نہ شہ نہ مولانا
گر گنی نسبتم بہ آل درِ فیض
ور گنی زیں اضافہ بی الجملہ

بندۂ آستانۂ عُمَرم
ہر چہ گفتی ازاں بلند ترم
زشت کردار خیر محتقرم

عُمَر سے مراد آپ کے والد ماجد حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یہ ہے بزرگان دین کا طریقہ جو بیان ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وافاض علینا من علومہم وبرکاتہم۔

علماء میں اختلاف ہوا ہی کرتا ہے۔ ہر ایک اپنے مسلک کی اشاعت کرتا ہے، جو لوگ کسی وجہ سے محفل مبارک میلاد شریف کو بہ ہیئت کذائی منعقد کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے وہ دلائل سے اپنے مسلک کو ثابت کریں، شوقیانہ الفاظ اور عامیانہ انداز سے اجتناب کریں تعصّب کی وجہ سے دولتِ ایمان کو برباد نہ کریں ھدانی اللہ وایاھم لما فیہ فلاحُ دینِنا و دنیانا۔

اب میں موضوع سابق کی طرف آتا ہوں کسی نے آپ سے قیام کے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا قیام اگر اس طرح کیا جائے کہ اس میں شرک آجائے تو وہ ناجائز ہے ہر وقت ہر لمحہ اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف رب العلمین ہی کی شان ہے۔ ہاں آپ کی محبت اور تعظیم کی وجہ سے قیام کرنا بہتر ہے۔ ہم آپ کا ذکر شریف کرتے ہیں ہم کو ذوق اور شوق پیدا ہوتا ہے ہم قیام کرتے ہیں اگر کسی شخص کو ذوق اور شوق پیدا نہ ہو اور وہ آپ کی محبت میں قیام نہ کرے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔

کلامِ گوہر نظام وعلیہ الختام

جس گھر میں ذکرِ مولدِ خیر البشر ہوا
عالی زیادہ قصرِ فلک سے وہ گھر ہوا

کیونکر نہ ہو کہ اس شہِ والا کا ذکر ہے
جس کا وزیر روحِ قدس چرخ پر ہوا

وہ مہرِ اوجِ قدس وہ شمعِ جمالِ حق
دو ٹکڑے ایک اشارے سے جس کے قمر ہوا

وہ سرورِ زمین و زماں جانِ دو جہاں
دم بھر میں عرش و فرش سے جس کا گزر ہوا

وہ شاہ جس کے سایۂ احساں کے روبرو
شرمندگی سے غرق عرق ابر تر ہوا

وہ جس کے آستانۂ عُلیا کے سامنے
افسانۂ بہشت بریں مختصر ہوا

ہم لوگ کیوں نہ فدا اس پہ اپنی جاں کریں
جب سجدہ گاہِ حور و ملائک وہ در ہوا

دیوار و در وہاں کے ہوئے خالِ روئے عرش
اور سایہ نورِ دیدۂ اہلِ نظر ہوا

ہے سلسبیل چشمۂ زرقا سے منفعل
طوبیٰ کو غم ہے کیوں نہ وہاں کا شجر ہوا

واں کے ضعیف پر نہیں پاتے قوی فروغ ‏— عصفور کو وہاں کے شرف باز پر ہوا

ملتی ہے صورت ان کی بہت لامکان پر ‏— نورِ خدا ہر ایک مکاں سر بہ سر ہوا

ق

عشق نبی جسے ہوا اُسے عشق حق سے ہے ‏— احمد میں صاف نورِ اَحَد جلوہ گر ہوا

کچھ خوف مجھ کو تیرگیِ گور کا نہیں ‏— نورِ محبتِ نبوی ساتھ اگر ہوا

ہاں ایک نگاہِ بندہ نوازا اِدھر بھی ہو ‏— وہ کون ہے جو تم سے نہیں بہرہ ور ہوا

پہنچے نہ باغِ طیبہ تک افسوس خیرؔ ہم
آئی خزاں ربیع کا موسم بسر ہوا

سُبحٰنَکَ لَا عِلمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا اِنَّکَ اَنتَ العَلِیمُ الحَکِیمُ وَصَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ

چہار شنبہ ۱۰ ذی قعدۃ الحرام ۱۳۷۲ ہجری ۲۲ جولائی ۱۹۵۳ میلادی

خانقاہ حضرت غلام علی شاہ معروف بہ درگاہ شاہ ابوالخیر
بازار چتلی قبر دہلی۔

رسالۂ

خیر البیان من محسناتِ سعید البیانِ

فی مولدِ سیّدِ الانس والجانِّ

علیہ السلام والرحمۃ والرضوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازل سے ابد تک تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور صلاۃ کاملہ نازل ہو ہمارے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا اسم گرامی محمد ہے اور ان کی آل و ازواج و اصحاب اور اتباع پر۔

اِلٰھِی وَمَوْلَائِی لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ

مقدور ہمیں کب تیرے وصفوں کے رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

اور ایسے ہی تیرے حبیب کی تعریف سے ہم قاصر ہیں، جیسی کہ تو نے ان کی تعریف اپنے کلام پاک میں فرمائی ہے۔

رسولِ پاک ہے ممدوح ذات کبریائی کا
کرے بندہ گر ان کی مدح دعویٰ ہے خدائی کا

پہلا محسنہ آپ کے بعض فضائل کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

(یعنی) اللہ نے مومنوں پر یقیناً احسان کیا ہے کہ انہی میں کا رسول ان کو بھیجا، جو اللہ کی آیتیں پڑھ کر ان کو سناتا ہے اور ان کو پاک صاف کرتا ہے اور ان کو قرآن مجید اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے یہ لوگ صاف طور پر گمراہی میں تھے۔

اور فرمایا لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ، البتہ تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا، تمہاری تکالیف

اس پر شاق ہیں تمہاری بھلائی کا اس کو بہت خیال ہے، ایمان لانے والوں پر بہت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

ابن عباس اور زہری نے مِنْ اَنْفُسِکُمْ کے فا کو زبر سے پڑھا ہے یعنی مِنْ اَنْفَسِکُمْ اور اس کا ترجمہ ہوا، البتہ تمہارے پاس رسول تم سب میں سے اچھا آیا۔ مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اَنْفَس ہونے کی تشریح دریافت کی، آپ نے فرمایا۔ میں اپنے نسب اور رشتوں کی بنا پر سب سے اچھا ہوں، آدم سے لے کر میرے والد تک میرے آباواجداد میں نکاح کا طریقہ جاری رہا ہے کبھی سفاح نہیں ہوا ہے۔

علامہ ابن کلبی نے لکھا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ سو والدات یعنی دادیاں نانیاں شمار کیں ان میں جاہلیت کے رسوم نہیں پائے ابن عباس، عکرمہ اور مجاہد سے وَتَقَلُّبَکَ فِي السَّاجِدِيْنَ کی تفسیر اس طرح منقول ہے۔ يَرٰى تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ فِي اَصْلَابِ الْمُوَحِّدِيْنَ مِنْ نَّبِيٍّ اِلٰى نَبِيٍّ حَتّٰى اَخْرَجَكَ نَبِيًّا فِي هٰذِهِ الْاُمَّةِ، یعنی اے حبیب، اللہ نے دیکھا عبادت گزار موحد بندوں کی پشتوں میں ایک نبی سے دوسرے نبی تک تمہارے منتقل ہونے کو یہاں تک کہ اس امت میں تم کو نبی بنا کر بھیجا۔

آپ کے مبارک نسب کی اس پاکیزگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قصیدہ بُردہ کے ناظم نے قصیدہ ہمزیہ میں کہا ہے۔

وَبَدَا لِلْوُجُوْدِ مِنْكَ كَرِيْمٌ	مِنْ كَرِيْمٍ آبَاؤُهٗ كُرَمَاءُ
نَسَبٌ تَحْسَبُ الْعُلَا بِحُلَاهُ	قَلَّدَتْهَا نُجُوْمَهَا الْجَوْزَاءُ
حَبَّذَا عِقْدُ سُؤْدَدٍ وَّفَخَارٍ	اَنْتَ فِيْهِ الْيَتِيْمَةُ الْعَصْمَاءُ

آپ جیسا ایک کریم اس عالم وجود میں ایک ایسے کریم سے ظاہر ہوا ہے جس کے آباواجداد کا ہر فرد کریم رہا ہے۔ اس سلسلۂ نسب اطہر کی رفعتِ شان اور زیبائش کو تم دیکھ کر یہ خیال کرو گے کہ جوزا نے اپنے ستاروں کا ہار بنا کر اس مبارک سلسلہ کو پہنا دیا ہے۔ سروری اور افتخار کا کیا ہی اعلیٰ سلسلۂ نسب ہے جس میں آپ سا ایک دریتیم اور فرد بے ہمتا ہے۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک ناموں میں سے دو نام آپ کو دیئے ہیں ایک رؤف اور دوسرا رحیم، جو کسی اور کو نہیں دیئے۔

اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اے حبیب ہم نے تم کو اہل جہان کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ میں تحفۂ رحمت ہوں۔

ایک مرتبہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے پوچھا کیا میری رحمت سے تم کو کچھ ملا۔ انھوں نے کہا مجھ کو اپنی عاقبت کا کھٹکا تھا، آپ کی وجہ سے مجھ کو اطمینان نصیب ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری تعریف اس طرح فرمائی ہے ذِی قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ وہ قوت والا ہے، مالک عرش کی بارگاہ میں باوقار ہے آسمانوں میں فرشتوں کا افسر امانت دار ہے۔

ہے شکر خدا کا وہ ملے ہم کو پیمبر
خلقت کی نظر اُن کے کرم پر ہی رہی ہے
کیا جن و بشر حور و ملک پر بھی ہے منّت

جن سا نہ ہوا اور نہ ہوگا کوئی سرور
محبوب خدا وہ ہیں وہی شافعِ محشر
ہے رحمتِ حق ذاتِ نکو ان کی سراسر

حضرت جعفر صادق نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی فرمانبرداری سے مخلوق کو عاجز جان کر ان ہی میں سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا ہے ان کو اپنے اوصاف میں سے رافت اور رحمت کا خلعت پہنایا اور ان کی فرمانبرداری کو اپنی فرمانبرداری قرار دی اور کہدیا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہَ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

ابوبکر بن طاہر نے کہا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو رافت اور رحمت کا لباس پہنا دیا، آپ کا وجود اور آپ کی صفات تمام عالم کے واسطے رحمت ہے، مسلمان کو ہدایت ملی ہے منافق کو قتل سے امن ملا اور کافر کے عذاب میں تاخیر ہوئی۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ اے حبیب کہدو، اگر اللہ سے تم محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، سبحان اللہ کیا شانِ محبوبی ہے جس نے آپ سے محبت کی وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوا۔

عجب آں نیست کہ محبوب خدائی تو بہ لطف
عجب آں است کہ محبانِ تو محبوبانند

اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نور اور سراج منیر یعنی روشن چراغ رکھا ہے وہ فرماتا ہے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللہِ فَضْلًا کَبِیْرًا، اے نبی ہم نے تم کو دیکھنے والا اور خوشی سنانے والا اور عذاب سے آگاہ کرنے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکتا چراغ بنا کر بھیجا تم ایمان والوں کو یہ مسرت افزا پیام سناؤ کہ اللہ کی طرف سے ان کے لئے بڑی بزرگی ہے یعنی ان کو تمام امتوں سے برتری حاصل ہے۔

آپ کے قیام کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم کھائی ہے وہ فرماتا ہے لَآ اُقْسِمُ

بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ، میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی جبکہ تم اس شہر میں رہتے ہو۔

مکہ مکرمہ کو جو شرف بیت اللہ کی وجہ سے حاصل ہے وہ ظاہر ہے لیکن اللہ کے محبوب کے قیام کرنے کی وجہ سے اس کی فضیلت میں اضافہ ہوا اور رب العزت نے اس کی قسم کھائی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی جان عالی شان کی قسم کھائی ہے وہ فرماتا ہے لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ اے محبوب قسم ہے تمہاری جان عالی شان کی یہ لوگ اپنی بدمستی میں اندھے ہو رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے مَاخَلَقَ اللّٰهُ نَفْسًا اَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا اَقْسَمَ بِحَيَاتِ اَحَدٍ اِلَّا بِحَيَاتِهٖ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مکرم و محترم کسی نفس کو نہیں پیدا کیا اور آپ کی جان عالی شان کے علاوہ کسی کی جان کی قسم نہیں کھائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانِ مکرم کی قسم کھا کر آپ کی تکریم و تعظیم کی انتہا کر دی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ، اللہ ان کو عذاب نہیں دیتا جب تک اے محبوب تم ان میں ہو اور اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ مغفرت کے طلب گار ہوں۔

جب تک آپ اپنی امت میں رہے امت عذاب الٰہی سے محفوظ رہی اور آپ کے بعد جب تک آپ کی سنت پر عمل رہا امانِ اعظم حاصل رہا اور جب آپ کی سنت چھوڑ دی گئی، آفات و بلیات کا دور شروع ہوا۔

معارج النبوہ میں لکھا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ اگر آپ کی رائے ہو تو آپ کے مدفن فیض مخزن کو روضۂ رضوان میں ترتیب دیا جائے اور اگر آپ چاہیں تو زاویۂ خاک میں استراحت فرمائیں، آپ نے فرمایا، دل نہیں چاہتا کہ امت کو چھوڑ کر باغ رضوان جاؤں، جب تک میں اپنی امت میں رہوں گا وہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہے گی۔

اہل نار دوزخ میں آرزو کریں گے کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی اللہ فرماتا ہے۔ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا یاد کرو اس دن کو جبکہ ان کے منہ آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے وہ کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی۔ اور ہم نے اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

سورہ الم نشرح میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ اے حبیب ہم نے کھول دیا تمہارا دل ایمان اور ہدایت کے لئے اور وسیع کر دیا علم و حکمت کے واسطے اور دور کر دیا

تم سے جاہلیت کے کاموں کا بوجھ اور بلند کر دیا تمہارا ذکر۔

حضرت ابو سعید خُدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پاس جبریل آئے اور کہا کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے تم کو خبر ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کس طرح بلند کیا ہے میں نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جبریل نے کہا اللہ فرماتا ہے، جب میرا ذکر کیا جائے تمہارا ذکر میرے ساتھ کیا جائے۔

اللہ نے کلمۂ شہادت میں اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام ذکر کیا، آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دی چنانچہ فرماتا ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور اللہ نے ملائکہ کے ساتھ آپ پر درود بھیجا اور مومنوں کو حکم دیا کہ آپ پر درود پڑھیں اور معزز خطابات سے آپ کو خطاب کیا آسمانی صحیفوں میں آپ کا ذکر شریف کیا تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے وعدہ لیا کہ آپ پر ایمان لائیں، دنیا کے گوشہ گوشہ میں دن رات میں پانچ بار آپ کی رسالت کا اعلان ہو رہا ہے، کیا موذن کیا خطیب کیا نمازی ہر ایک کہتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ٥

تکبیر میں کلمہ میں نمازوں میں اذاں میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمدؐ

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کے بلند ہونے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمام انبیاء عرش کے چاروں طرف پھرتے ہیں اور آپ کا طائرِ ہمت عرش بریں پر پرواز کرتا ہے۔

سورۂ فتح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار فضائل مذکور ہیں، آپ کے غالب آنے اور شریعت مبارکہ کے پوری طرح ظاہر ہونے کا بیان ہے اور بشارت ہے کہ آپ سے کسی بات کی پوچھ نہ ہوگی، گزری ہوئی بات ہو یا پیش آنے والی بات ہو اور اتمامِ نعمت اور مومنوں کے دلوں پر نزولِ سکینہ کا بیان ہے اور پھر ارشاد کیا ہے جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

سورۂ والنجم معراج شریف کے اسرار پر مشتمل ہے، آپ کے دل، زبان، آنکھوں اور اعضاء کی پاکی کا بیان ہے چنانچہ فرمایا ہے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى آپ کے مبارک دل نے مشاہدات میں جھوٹ کی ملاوٹ نہیں کی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى آپ خواہشات نفسانیہ سے کوئی بات نہیں کرتے ہیں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى آپ کی مبارک آنکھ نے مقصد سے تجاوز نہیں کیا اور فرمایا لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى یقیناً آپ نے اپنے رب کی بعض نشانیاں دیکھیں، اس آیت مبارکہ میں

اجمالاً اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے اس دولتِ سرمدی سے آپ کو نوازا ہے
تفسیر روح المعانی میں امام احمد کے متعلق لکھا ہے کہ جب ان سے دریافت کیا جاتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے تو وہ فرماتے ہاں کیا ہے، کیا ہے اور کیا ہے کیا ہے کی تکرار اتنی مرتبہ کرتے جب تک سانس نہ ٹوٹتا۔

اتنا خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ بے مثال ہے اس کے دیکھنے کی کیفیت بھی بے مثال ہے اس کی تعبیر سے زبان قاصر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی، نہ نگاہ بھکی اور نہ حد سے بڑھی، یعنی حدِّ ادب میں رہی۔

سورہ نٓ میں آپ کے فضائل اور اخلاقِ اعلیٰ کا بیان ہے فرمایا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ، اے محبوب یقیناً تمہارے اخلاقِ عظیم ہیں۔

سورہ وَالضُّحٰی آپ کی تعریف سے بھری ہوئی ہے خصوصاً یہ ارشادِ گرامی وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی، تمہارا رب تم پر ایسی عنایت کرے گا کہ تم خوش ہو گے جس وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی، آپ نے فرمایا، اے میرے پروردگار اگر میری امت میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں رہے گا میں خوش نہ ہوں گا۔

صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا پڑھی جو سورہ ابراھیم کی آیت ۳۶ ہے فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ، جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو اے پروردگار تو بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے اور پھر حضرت نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دعا پڑھی جو سورہ مائدہ کی آیت ۱۲۱ ہے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ اے پروردگار اگر تو ان کو عذاب دے وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے بے شک تو سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ اے اللہ، میری امت پر رحم فرما۔ میری امت پر رحم فرما۔ اور آپ رونے لگے اسی وقت حضرت جبریل رب العزت کا پیام لے کر پہنچے کہ اے حبیب تم اپنا دل آزردہ نہ کرو، ہم تمہاری امت کے بارے میں تم کو خوش کر دیں گے۔ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، محمد کی خوشی اس میں ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد بھی دوزخ میں نہ رہے صلی اللہ علیہ وسلم

طلب کر رہا ہے رسولِ رحیم — کرم کر رہا ہے خدائے کریم
خطاکار ہر اک خراماں خرام — بلا خوف جاتا ہے دار السلام

ابن شریح کہتے ہیں میں نے اہلِ عراق کی روایت کردہ حدیث کے متعلق حضرتِ باقر سے اُس کی صحت کے متعلق دریافت کیا، کیونکہ اس حدیث میں ایسا بیان ہے کہ آپ کی شفاعت سے آپ کی امت کا ایک فرد بھی دوزخ میں نہ رہے گا۔ حضرت باقر نے فرمایا۔ اللہ کی قسم ہے یہ روایت پوری طرح صحیح ہے مجھ سے میرے چچا محمد بن حَنَفِیَّہ نے کہا اور ان سے حضرت علی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنی امت کو اتنا بخشواؤں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا اے محمد تم راضی ہو گئے اور میں کہوں گا میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی فضیلت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیِّیْنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنْصُرُنَّہٗ اور جب لیا اللہ نے انبیاء سے محکم وعدہ کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں اور پھر آئے تمہارے پاس رسول جو تصدیق کرنے والا اس کا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ایمان لاؤ گے اور تم اس کی مدد کرو گے۔

حضرتِ علی اور ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ نے ہر نبی سے یہ وعدہ لیا ہے کہ اگر اس کی حیات میں نبیِٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرے۔

علامہ سید آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے " عارفوں نے اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ نبیِ مطلق اور رسولِ اکمل اور مستقل طور پر شریعت کے لانے والے صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور باقی تمام انبیاء علیہم السّلام کا حکم تبعیّت کا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ اور جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور تم سے اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بیٹے مریم سے۔ جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی، حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کی بزرگی اللہ کے نزدیک اس درجہ کی ہے کہ آپ کو اگرچہ سب انبیاء کے بعد بھیجا ہے لیکن آپ کا ذکر سب سے پہلے کیا ہے ؎

پیش از ہمہ شاہانِ غیور آمدۂ	ہر چند کہ آخر بہ ظہور آمدۂ
اے ختم رسل قرب تو معلومم شد	دیر آمدۂ زراہِ دور آمدۂ

حضرتِ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کُنْتُ اَوَّلَھُمْ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَھُمْ فِی الْبَعْثِ میں پیدائش میں ان کا اوّل ہوں اور بھیجے جانے میں ان کا آخر ہوں۔

اور آپ نے فرمایا ہے کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ میں نبی تھا اور آدم ابھی روح و جسد کے مابین تھے۔

اور تورات میں آپ کے متعلق لکھا ہے، محمد اللہ کے حبیب ہیں اور لکھا ہے اے نبی ہم نے تم کو سب پر گواہ بنا کر بھیجا ہے تم ایمان لانے والوں کو جنت کی خوش خبری اور کفر کرنے والوں کو دوزخ کے عذاب کی خبر سنانے والے ہو اور ان پڑھ لوگوں کے پشت پناہ ہو تم میرے بندے اور رسول ہو، ہم نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے نہ تم طبیعت کے سخت ہو اور نہ سخت کلام ہو اور نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے ہو تم برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے بلکہ تم بخشنے والے اور لوگوں کے قصور معاف کرنے والے ہو۔

اور لکھا ہے، آپ ہرگز انتقال نہ فرمائیں گے یہاں تک کہ دین درست ہو جائے جو کہ نادرست تھا سب کہیں گے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ ان کی وجہ سے اللہ اندھی آنکھیں، بہرے کان، اور غافل دل کھول دے گا، ان کا دین اسلام ہوگا اور نام احمد،

اور تورات کی دوسری روایت میں ہے "میرا بندہ احمد اچھا ہے ان کی پیدائش کی جگہ مکہ اور ہجرت کی جگہ مدینہ، ان کی امت ہر حال میں اللہ کی تعریف کرنے والی۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا علیہم السلام کو ان کے ناموں سے خطاب کیا ہے جیسے یا آدم، یا نوح یا ابراہیم یا داؤد یا موسیٰ یا عیسیٰ یا زکریا یا یحییٰ۔ لیکن ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معزز اوصاف سے خطاب کیا ہے جیسے یا ایہا النبی یا ایہا الرسول، یا ایہا المزمل، یا ایہا المدثر،

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے ایک سال تین مہینے اور تین دن بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی اور آپ کی خواہش تھی کہ بیت الحرام کی طرف نماز پڑھیں آپ اکثر آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے کہ کہیں حضرت جبریل وحی تو نہیں لائے ہیں پندرہ رجب ۲ھ پیر کے دن زوال کے بعد یہ مبارک آیت نازل ہوئی۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (الآیۃ) ہم دیکھتے ہیں تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا تو البتہ ہم پھیریں گے تم کو اس قبلہ کی طرف جسے تم پسند کرتے ہو اب پھیر لو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف،

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں اپنے محبوب کی پیاری ادا کا ذکر کیا ہے کہ آپ بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے اور پھر آپ کی خواہش کا بیان کیا ہے اور پھر ارشاد کیا ہے کہ اب تم اپنی خوشی کا قبلہ لو۔

طلبگارِ رضائے حق یہ سن لے ——— رضائے حق ہے رضوانِ محمد

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ پہلی امتیں اپنے انبیا علیہم السلام کو ان کا نام لے کر آواز دیا کرتی تھیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو اس طرح آواز دینے سے منع کیا ہے وہ فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

رسول اللہ کے بلانے کو آپس میں معمولی بلانا نہ سمجھو جیسا کہ تم میں سے ایک کو ایک بلاتا ہے۔

ابن عباس نے کہا ہے عرب آپ کو یا محمد، یا ابا القاسم کہکر آواز دیا کرتے تھے اللہ نے ان کو اسی طرح آواز دینے سے منع فرمایا ہے۔ اور ان کو تعلیم دی یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہکر خطاب کریں۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ ——— اِنَّمَا الْفَوْزُ وَالْفَلَاحُ لَدَیْکَ

اور آپ کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کو اگر ان کی امت کسی غلط بات کی طرف نسبت دیتی تھی تو وہ حضرات خود اپنی مدافعت کیا کرتے تھے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا، تم گمراہ ہو گئے ہو آپ نے ان سے فرمایا۔ یَا قَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلَالَۃٌ اے میری قوم مجھ میں گمراہی نہیں ہے۔

اور جیسے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا، تم میں سفاہت یعنی بے وقوفی آگئی ہے آپ نے اُن سے فرمایا۔ یَا قَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَۃٌ اے میری قوم مجھ میں سفاہت یعنی حماقت نہیں ہے۔

اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے کہا، تم جادوگر ہو آپ نے اس سے فرمایا وَاِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یَا فِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا اے فرعون میں خیال کرتا ہوں کہ تیری شامت آگئی ہے۔

لیکن ہمارے حضرت سید الانبیاء والمرسلین، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر بدبخت کافر کچھ کہتے تھے تو رب العزت نے حلفیہ بیان سے ان کا جواب دیا ہے۔ کافروں نے آپ سے کہا تم بھٹک گئے ہو اور بہک گئے ہو تو اللہ جل شانہ نے فرمایا وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى قسم ہے روشن تارے کی جب وہ نیچے چلا تمہارا رفیق (ساتھی) نہ بھٹکا ہے اور نہ بہکا ہے

اور کافروں نے آپ سے کہا تم دیوانے ہو گئے ہو تو اللہ تعالیٰ نے مدافعت کی نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ، یعنی قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں تم اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں ہو۔

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ عرصے ابتدائے نبوت میں وحی نہیں آئی اور وہ عرصہ بارہ یا پندرہ یا پچیس یا چالیس دن کا تھا، بدبخت کافروں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد کو اس کے رب نے چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں کہا وَالضُّحٰى وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰى، قسم ہے دن کی جب دھوپ چڑھ جائے اور رات کی جب وہ چھا جائے نہ تمہارے رب نے تم کو چھوڑا ہے اور نہ وہ تم سے بیزار ہوا ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز نے تحریر فرمایا ہے کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ضحیٰ سے مراد سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن ہے اور لیل سے شب معراج مراد ہے

اور بعض نے کہا ہے کہ ضحٰی سے مراد حضور پُرنور کا روئے انور ہے اور لیل سے مراد زلفِ عنبریں ہے۔ اور بعض نے کہا ہے ضحٰی سے مراد نورِ علم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے جس کے سبب سے عالم غیب کے مخفی اسرار آپ پر ظاہر ہوئے اور لیل سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم اور عفو و کرم ہے جس نے امت کے عیبوں کو چھپا دیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ضحٰی سے مراد آپ کے ظاہری اخلاق ہیں جن سے مخلوق واقف ہے اور لیل سے مراد آپ کے احوالِ باطن ہیں جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی فضیلت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو درود بھیجو ان پر اور سلام بھیجو سلام کہکر۔

اللہ کی صلاۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی تعریف کرتا ہے اور اس کے ذکر کو بلند کرتا ہے اور اس کے دین کو پھیلاتا ہے اور دنیا میں ان کی عزت بڑھاتا ہے اور قیامت کے دن آپ کی شفاعت قبول فرما کر اور مقام محمود عنایت کر کے آپ کی شان بڑھائے گا

اور فرشتوں کی صلاۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ کے واسطے دعا کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ آپ پر تحفۂ درود و سلام عرض کریں۔

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ زندگی میں ایک مرتبہ آپ پر صلاۃ و سلام کا تحفہ پیش کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں اور آپ کے ذکر شریف کے وقت درود شریف کا پڑھنا سنت ہے اور کسی مبارک محفل میں آپ کا مبارک نام بار بار لیا جائے تو ایک بار درود شریف کا پڑھنا سنت اور ہر بار مستحب ہے۔

درود شریف کا پڑھنا مفتاح خیرات و حسنات ہے۔ حضرات مشائخ نے فرمایا ہے جس کو مرشدِ کامل نہ ملے وہ درود شریف پڑھے اور درجات ولایت حاصل کرے ؎

یا الٰہی صد درود و صد سلام
بر رسولِ پاک و بر آلِ کرام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے، جب تک دعا کرنے والا درود شریف نہیں پڑھتا اس کی دعا آسمان پر نہیں جاتی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ درود شریف گناہوں کے زائل کرنے کے لئے بہ نسبت پانی کے جس سے آگ بجھائی جاتی ہے، زیادہ مُوثّر ہے۔

حضرت ابو طلحہ کی روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خوشی کے آثار آپ کے چہرۂ انور پر ظاہر تھے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کے روئے انور پر

خوشی کے آثار پاتے ہیں، آپ نے فرمایا، میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا اے محمد کیا اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے تمہارا جو امتی تم پر ایک بار درود پڑھے گا میں اس پر دس بار رحمت کروں گا اور تمہارا جو امتی تم پر ایک بار سلام پڑھے گا میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا میں نے فرشتہ سے کہا میں خوش ہوں۔

حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے او وہ مجھ پر درود پڑھے اور جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ اس پر دس بار رحمت نازل کرے گا

حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت علی زین العابدین سے وہ اپنے والد حضرت حسین سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

حضرت ابی ابن کعب فرماتے ہیں جب رات کے دو حصے گزر جاتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر فرماتے اے لوگو، اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو، تھرا دینے والی آگئی اور اس کے پیچھے اور ہے موت اپنی تلخیوں کے ساتھ آپہونچی، موت اپنی تلخیوں کے ساتھ آپہونچی۔ ابی بن کعب کہتے ہیں میں نے عرض کیا، میں آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہوں آپ فرمائیں کہ میں کس قدر پڑھا کروں فرمایا جتنا دل چاہے، میں نے عرض کیا، کیا وقت کا چوتھائی حصہ، فرمایا جتنا دل چاہے۔ اگر اس سے زیادہ پڑھے تیرے واسطے بہتر ہے، میں نے عرض کیا دو تہائی، فرمایا جتنا دل چاہے اگر اس سے زیادہ پڑھے تیرے واسطے بہتر ہے، میں نے عرض کیا نصف حصہ، فرمایا جتنا دل چاہے اگر اس سے زیادہ پڑھے تیرے واسطے بہتر ہے، میں نے عرض کیا میں اپنا سارا وقت آپ پر درود شریف میں صرف کروں گا۔ فرمایا، اب یہ درود تیرے رنج والم کو دور کرنے کے لئے کافی ہے اور تیرے سارے گناہ بخشدئے جائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اذان سنو تو اس کے کلمات دہراؤ اور پھر مجھ پر درود پڑھو تم پر اللہ دس بار رحمت نازل فرمائے گا۔

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی مجلس میں لوگ بیٹھتے ہیں اور اس مجلس میں نہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ اس کے نبی پر درود پڑھیں وہ مجلس ان کے لئے قیامت کے دن وبال ہوگی۔ اللہ چاہے تو ان کو عذاب دے اور چاہے تو ان کو بخشدے

یا رسول اللہ بس در ماندہ ام — باد در کف خاک بر سر ماندہ ام
بے کساں را کس توئی در ہر نفس — من ندارم در دو عالم جز تو کس
یک نظر سوئے من غم خوارہ کن — چارۂ کار من بے چارہ کن

گرچہ ضائع کردہ ام عمر از گناہ | توبہ کردم عذرش از حضرت بخواہ
از درِ تو گر شفاعت در رسد | معصیت را مُہر طاعت در رسد

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

دوسرا محسنہ آپ کے اور آپ کے ذکرِ شریف کے احترام میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْہَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَہْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَہُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ لِلتَّقْوٰی لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُہُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّہُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْہِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّہُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (حجرات) یعنی اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول کے سامنے بڑھ چڑھ کر باتیں نہ بنایا کرو اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سب کی سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے، اے ایمان والو پیغمبر کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو اور اُن کے ساتھ زور سے بات نہ کرو جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے زور زور سے بولتے ہو کہیں تمہاری کری کرائی محنت اکارت نہ ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو، جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازوں کو نیچا کر لیا کرتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے واسطے جانچ لیا ہے ان کے واسطے گناہوں کی بخشش اور بڑا اجر ہے اے پیغمبر جو لوگ تم کو تمہارے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جن کو عقل نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اتنا صبر کرتے کہ تم خود نکل کر ان کے پاس آتے تو ان کے لئے بہت اچھا ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

امام مالک مسجد نبوی میں بیٹھے تھے خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی اپنے حشم و خدم کے ساتھ داخل ہوا، امام نے خلیفہ سے کہا اے امیر المومنین اس مسجد شریف میں اپنی آواز کو بلند نہ کرو پھر انھوں نے ان آیات شریفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے ہم کو اس طرح پر آپ کا ادب کرنا سکھایا ہے اور اچھی طرح سمجھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور احترام آپ کی وفات کے

بعد بھی اسی طرح پر رہے جس طرح پر کہ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں تھی۔
قاضی عیاض کہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر اور تعظیم اور احترام آپ کی وفات شریف کے بعد جب آپ کا ذکر شریف کیا جائے یا آپ کی حدیث شریف بیان کی جائے یا آپ کی سنتِ مبارکہ کا بیان ہو یا آپ کا اسم مبارک سنا جائے یا آپ کی سیرتِ مبارکہ سنی جائے اسی طرح پر ہے جس طرح پر کہ خود آپ کی، آپ کی حیاتِ طیبہ میں تھی اور اسی طرح آپ کی آل و عترت و اہلِ بیت اور صحابہ کی تعظیم کی جائے، ابو ابراہیم نے کہا ہے۔ ہر مومن پر واجب ہے جب وہ آپ کا ذکر شریف کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکرِ شریف کیا جائے تو وہ باخضوع باخشوع باوقار اور پرسکون رہے اس پر آپ کی ہیبت اور اجلال غالب ہو وہ اسی طرح باادب رہے جس طرح آپ کے سامنے اس کو باادب رہنا چاہیئے تھا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے ادب کرنے کو کہا ہے اس کے بعد قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ ہمارے سلف صالح اور ہمارے گزرے ہوئے ائمہ کا یہی طریقہ رہا ہے۔
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (سورہ نور) یعنی پیغمبر کے بلانے کو آپس میں معمولی بلانا نہ سمجھو جیسا کہ تم میں ایک کو ایک بلاتا ہے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ عرب آپ کو یا محمد اور یا ابا القاسم کہکر آواز دیتے تھے۔ اللہ نے ان کو اس طرح آواز دینے سے منع کیا اور ان سے کہا کہ ادب سے یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہکر آپ کو خطاب کیا کریں۔
قاضی عیاض نے لکھا ہے صحابہ آپ کی اتنی تعظیم اور احترام کرتے تھے کہ وہ آپ سے کوئی بات پوچھتے ہوئے ڈرتے تھے ان کو عَمَّ تَخْفِیْ نُخْبَۃُ کے متعلق آپ سے کچھ دریافت کرنا تھا لیکن وہ آپ کی تعظیم اور ہیبت کی وجہ سے خود نہیں دریافت کر سکے انھوں نے ایک دیہاتی سے کہا تا کہ وہ آپ سے دریافت کرے اور براء ابن عازب کہتے ہیں میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن برسوں گزر جاتے تھے اور آپ کی ہیبت کی وجہ سے ہمت نہیں پڑتی تھی کہ میں آپ سے دریافت کرسکوں اور مغیرہ سے روایت ہے کہ صحابہ آپ کے دروازہ کو ناخن سے کھٹکھٹاتے تھے۔ ابن ماجہ عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا کرو تو اچھے الفاظ سے اچھی طرح پڑھا کرو تم کو معلوم نہیں ہے کہ تمہارا یہ تحفہ درود شریف کا آپ پر پیش کیا جاتا ہے لوگوں نے کہا آپ ہم کو تعلیم دیں، آپ نے فرمایا اس طرح پر درود شریف پڑھاؤ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

محفل مبارک میلاد شریف میں آپ ہی کے احوال شریفہ بیان کئے جاتے ہیں، جو شخص ایسی مبارک محفل میں شریک ہو اس کو چاہیئے آداب محفل کا خیال رکھے وہ بہت شوق اور محبت سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال شریفہ سنے اور وقتاً فوقتاً آپ پر درود شریف پڑھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ آپ جیسے نبی رحمت عالی مرتبت سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہم کو پیدا کیا، اس نعمتِ عظمیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ افسوس ہے اس شخص پر جس کے دل کو اس مبارک محفل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لگاؤ پیدا نہ ہو اور تھوڑی دیر اللہ اور اللہ کے حبیب کی یاد میں پرسکون ہو کر نہ بیٹھ سکے، اس کو نہ آداب محفل مبارک کا خیال ہو اور نہ آپ کے ذکر شریف کا کوئی لحاظ ہو اس کی زبان پر بجائے درود شریف کے دنیوی باتیں ہوں ایسے لوگ سرمایۂ سعادتِ اخروی کو برباد کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ دے تاکہ وسائل سعادت کو اپنے لئے اسباب شقاوت نہ بنائیں۔

ہر شخص کی مراد دل اے مصطفےٰ ملے
زاہد کو کعبہ ہم کو ترا نقش پا ملے

ظلِّ ہمائے اوجِ سعادت میں جا ملے
گر ہم کو سایۂ درِ دولت سرا ملے

کچھ تاج سلطنت کی نہیں آرزو مجھے
مجھ کو شرک آپ کی نعلین کا ملے

ہیں آپ ماہتاب ستارے ہیں انبیا
تاروں میں شکل ماہ کی کیونکر بھلا ملے

خورشید حشر سے نہیں جھپکے گی اس کی آنکھ
محشر میں جس کو دامنِ اہل عبا ملے

لوحِ دل اس کا نقشِ دو عالم سے پاک ہو
جس کو طریق خواجۂ مشکل کشا ملے

جامِ جہاں نما ہوں مرے دیدۂ پُر آب
گر کچھ غبارِ راہ گزرِ مصطفےٰ ملے

اے بادشاہِ لطف و کرم عین عدل ہے
اس بندۂ گریختہ کو جو سزا ملے

وہ ہیں گناہ میرے کہ دوزخ کو عار آئے
مجھ سے سیاہ کار کو گر اس میں جا ملے

ہاں آپ کی شفاعتِ عظمیٰ سے یا نبی
امید ہے کہ حکم مجھے خلد کا ملے

مل جائے خیر دولتِ دنیا و دیں مجھے
مدفن کو گر بقیع میں تھوڑی سی جا ملے

یا ربِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

تیسرا محسنہ آپ کے نسبِ اطہر کے بیان میں

الٰہی بے نہایت درود و سلام نازل فرما حضرت سید المرسلین امام المتقین خاتم النبیین پر جن کا

اسم شریف محمد ہے اور آپ فرزند عبد اللہ کے ہیں وہ فرزند عبد المطلب کے ان کا نام شیبہ تھا چونکہ وہ کثرت سے اچھے کام کرتے تھے، اس واسطے ان کو شَیْبَۃُ الْحَمْد کہتے تھے، عبد المطلب ان کا نام اس لئے پڑا کہ وہ چھوٹے تھے جب ان کے والد کا انتقال ہوا ہے وہ مدینہ میں اپنی والدہ کے پاس رہتے تھے، پھر ان کے چچا مطلب جاکر ان کو مکہ لائے یہاں کسی کو خبر نہ تھی کہ وہ اپنے بھتیجے کو لا رہے ہیں ان کو جب مطلب کے ساتھ دیکھا سمجھے کہ مطلب کا کوئی نوکر یا غلام ہے لہٰذا عبد المطلب کہنے لگے رفتہ رفتہ اسی نام کی شہرت ہوگئی وہ فرزند ہاشم کے ان کا نام عَمرو تھا چونکہ وہ تمام محتاج کو روٹی توڑ کر ثرید بنا کر کھانا کھلاتے تھے اس لئے ان کو ہاشم کہنے لگے یعنی توڑنے اور چورنے والا اَبُو الْبَطْحَاء اور سَیِّدُ الْبَطْحَاء ان کے اعزازی القاب تھے وہ فرزند عَبْدِ مَنَاف کے ان کا نام مُغِیرہ تھا قَمَرُ الْبَطْحَاء ان کا لقب تھا کیونکہ وہ بہت جمیل تھے وہ فرزند قُصَیّ کے ان کا نام زید تھا۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا نام یزید تھا چونکہ والد کے انتقال کے بعد اپنے وطن سے دور بنی قُضَاعَہ میں اپنی والدہ کے پاس مدت تک قیام رہا اس لئے ان کو قُصَیّ کہنے لگے یعنی دور افتادہ، وطن آنے کے بعد انھوں نے اپنی قوم کو جو پراگندہ ہوچکی تھی جمع کر کے مکہ میں آباد کیا اس لئے ان کو مُجَمِّع بھی کہتے تھے۔ یعنی جمع کرنے والا وہ فرزند کِلَاب کے ان کا نام حَکِیم تھا چونکہ وہ شکار بہت کھیلتے تھے اور ہر وقت شکاری کتے ان کے پاس رہا کرتے تھے، اس لئے ان کا نام کِلَاب پڑ گیا۔ وہ فرزند مُرَّہ کے وہ فرزند کَعْب کے وہ فرزند غَالِب کے وہ فرزند فِہْر کے اکثر علماء کا قول ہے کہ فِہْر کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے وہ فرزند مَالِک کے وہ فرزند نَضْر کے ان کا نام قَیس تھا چونکہ وہ بہت جمیل تھے اور ان کے چہرہ پر ہمیشہ نَضَارت رہتی تھی اس لئے ان کو نضر کہنے لگے۔ علامہ شعبی اور بعض دوسرے علماء کا قول ہے کہ نَضْر کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے وہ فرزند کِنَانَہ کے وہ فرزند خُزَیمَہ کے وہ فرزند مُدْرِکَہ کے وہ فرزند اِلْیَاس کے وہ فرزند مُضَر کے وہ فرزند نِزَار کے وہ فرزند مَعَد کے وہ فرزند عَدْنَان کے، یہاں تک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نسب شریف بیان فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل اور حضرت ابراہیم میرے آباء و اجداد میں سے ہیں، علمائے کرام نے عدنان کے بعد سلسلۂ نسب بیان کرنے کو منع کیا ہے، حضرت عائشہ حضرت عَمرو بن العاص اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام تک سلسلۂ نسب ملانے والوں کو جھوٹا کہتے تھے عبد اللہ بن مسعود جب اس آیتِ شریفہ کی تلاوت کرتے تھے اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ یعنی کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں ہے جو تم سے پہلے گزرے ہیں قوم نوح کی اور عاد کی اور ثمود کی اور وہ دوسرے لوگ جو ان کے بعد گزرے ہیں جن کی خبر بجز خدا کے کسی کو نہیں ہے الخ تو اس طرح پر کہتے تھے کَذَبَ النَّسَّابُوْنَ وَقَدْ نَفَی اللّٰهُ عِلْمَهَا عَنِ الْعِبَادِ یعنی عدنان سے اوپر سلسلۂ نسب کو بیان کرنے والے جھوٹے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ نے بندوں سے اس کے

علم کو منتفی کر دیا ہے اور کہدیا ہے کہ ان قوموں کا حال سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نور تسبیح کرنے میں مشغول تھا فرشتے اس نور کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا اس نور کو آدم کی پیٹھ میں ڈالا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے مجھکو زمین کی طرف آدم کی پیٹھ میں نازل کیا، پھر مجھ کو نوح کی پیٹھ میں منتقل کیا پھر ابراہیم کی پیٹھ میں پھر ہمیشہ میں منتقل ہوتا رہا پاک پیٹھوں سے پاک رحموں میں یہاں تک کہ مجھ کو میرے ماں باپ سے نکالا جو کبھی حرام پر جمع نہیں ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ یعنی اے نبی زبردست اور مہربان خدا پر بھروسہ رکھو جو تمہارے کھڑے ہونے کو جب تم کھڑے ہوتے ہو اور سجدہ کرنے والی جماعت میں تمہارے الٹ پلٹ کو دیکھتا ہے۔ ابن عباس، عکرمہ اور مجاہد سے ان آیاتِ شریفہ کی تفسیر اس طرح پر منقول ہے الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ بِالنُّبُوَّةِ وَيَرىٰ تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ فِي أَصْلَابِ الْمُوَحِّدِيْنَ مِنْ نَبِيٍّ إِلَى نَبِيٍّ حَتَّى أَخْرَجَكَ نَبِيًّا فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ یعنی اے نبی زبردست اور مہربان خدا پر بھروسہ رکھو، جو تمہارے نبوت کا بوجھ لیکر کھڑے ہونے کو اور عبادت گزار موحد بندوں کی پیٹھ میں ایک نبی سے دوسرے نبی تک تمہارے منتقل ہونے کو دیکھتا رہا ہے۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی اسی مضمون شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تَنَقَّلَ اَحْمَدُ نُوْرًا عَظِيْمًا	تَلَأْلَأَ فِيْ جِبَاهِ السَّاجِدِيْنَا
تَنَقَّلَ فِيْهِمُوْ قَرْنًا فَقَرْنًا	اِلٰى اَنْ جَاءَ خَيْرُ الْمُرْسَلِيْنَا

یعنی نور مبین کی شکل میں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم منتقل ہوتے رہے وہ نورِ عظیم سجدہ کرنے والوں یعنی عبادت گزار بندوں کی پیشانیوں میں چمکتا رہا، ان عبادت گزار بندوں کی پیشانیوں میں وہ نور قرناً بعد قرنٍ منتقل ہوتا رہا یہاں تک حضرت خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

چوتھا محسنہ خلقتِ نورِ نبوی کے بیان میں

اللہ تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ گنجِ مخفی تھا اس نے ارادہ فرمایا کہ اپنے اسمائی اور صفاتی کمالات کو پردہ غیب سے عالم شہود میں ظاہر کرے پہلا تعیّن جو اس ذاتِ جل جلالہ میں ہوا وہ حقیقتِ نورِ احمدی ہے ازل سے ابد تک اس پر درود وسلام نازل ہو، جس وقت اس نور منظور کا ظہور ہوا عالم وجود نے آواز دی کہ اے عدم کے سونے والو بیدار ہو جاؤ ساقی مے خانہ نے جلوہ دکھایا۔

روحی فداک ساقیٔ میخانۂ الست / مجھ کو بھی جام بادۂ منصور کا ملے
وہ جام جس کے مست شہِ نقشبند ہیں / وہ جام جس سے راہِ فنا و بقا ملے
وہ جام جس کی بُو سے اڑیں قدسیوں کے ہوش / وہ جام سلسبیل میں جس کا مزا ملے
وہ جام جس سے لالہ و گل میں ہے رنگ و بو / وہ جام نیّرین کو جس سے ضیا ملے
وہ جام جس سے خاتمہ بالخیر ہو نصیب / وہ جام جس کی بادہ کشی سے خدا ملے

ایک مدت تک وہ نور عالمِ غیب میں پھرتا رہا پھر اس نور سے دس چیزیں بنائی گئیں ایک عرش دوسرے کرسی، تیسرے لوح، چوتھے قلم، پانچویں آفتاب، چھٹے ماہتاب، ساتویں، دن، آٹھویں جنت، نویں فرشتے، دسویں روح پاک محمدی کو خلعت، خلقت کا پہنا کر چار ہزار سال اپنی تسبیح میں عرش پر مشغول رکھا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نور سے چار حصے لیکر چار چیزیں بنائیں ایک عرش دوسرے کرسی، تیسرے لوح، چوتھے قلم، پھر قلم کو حکم ہوا اُکْتُبْ یَا قَلَمُ یعنی لے قلم لکھ، قلم نے عرض کیا اے میرے پروردگار کیا لکھوں، حکم ہوا، میری توحید لکھ، قلم نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ لکھا، پھر حکم ہوا، سب چیزیں لکھ، قلم نے عرض کیا کیونکر، ارشاد ہوا، ساری امتوں کا روزنامچہ اس طرح پر کہ اُمَّةُ اٰدَمَ مَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَی اللّٰہَ اَدْخَلَهُ النَّارَ اُمَّةُ نُوْحٍ، اُمَّةُ اِبْرَاهِیْمَ اُمَّةُ مُوْسٰی اُمَّةُ عِیْسٰی اُمَّةُ مُحَمَّدٍ یعنی آدم کی اُمّت میں سے جو اللہ کی فرماں برداری کرے گا اس کو اللہ جنت میں داخل کرے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اس کو دوزخ میں ڈالے گا، اسی طرح نوح کی اُمّت ابراھیم کی اُمت، موسیٰ کی اُمت، عیسیٰ کی اُمت اور محمد کی اُمّت کے بارے میں لکھ، قلم نے موافق ارشاد کے لکھنا شروع کیا آدم کی اُمّت سے لے کر عیسیٰ کی اُمت تک سب کے متعلق یہی حکم لکھ دیا اور اس نے ارادہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے بارے میں بھی یہی حکم لکھ دے، قلم کے ارادہ کرنے پر اس کو خطاب ہوا اے قلم ادب کر! ادب کر، یہ خطاب سُن کر قلم شق ہو گیا اور ایک ہزار سال تک ندامت اور شرمندگی کے باعث کانپتا رہا، پھر دستِ قدرت سے اس کو قط لگا اور ارشاد ہوا، لکھ اُمَّةٌ مُذْنِبَةٌ وَرَبٌّ غَفُوْرٌ یعنی امت گنہگار اور پروردگار آمرزگار ہے۔

ہے خیر الامم قوم خیر البشر کی / شرف جس نے پایا سدا کیسے کیسے
حبیبِ خدا ہی کا صدقہ ہے سارا / کرم کر رہا ہے خدا کیسے کیسے
ازل ہی سے چشمِ عنایت رہی ہے / مراتب ملے دیکھنا کیسے کیسے
مٹے اس کی رحمت سے ایک ایک کرکے / بڑے چھوٹے جرم و خطا کیسے کیسے
ہر امت کے بارے میں لوحِ بریں پر / قلم حکم لکھتا رہا کیسے کیسے

جنابِ محمد کی امّت پہ آ کر
حوادث ہوئے رونما کیسے کیسے
برابر سمجھنے پہ اوروں کے اس کو
وہ رنج و محن میں پھنسا کیسے کیسے
خطاب آیا فوراً، اَدَب کر اَدَب کر
یہ سنتے ہی رُو رُو دِیا کیسے کیسے

ضروری ہے اے زاہد حفظ مراتب
بنے جس سے اہلِ صفا کیسے کیسے

پھر ارادہ ہوا کہ اس نورِ مخزون کا جس سے آپ کی ذاتِ گرامی صفات کا ظہور ہونے والا ہے کوئی محافظ ہو، عالمِ ملکوت میں کسی کو اس بارِ امانت اٹھانے کے قابل نہ پایا ارادہ ہوا آدم کو ترکیب دے کر یہ امانت اس کے سپرد کر دی جائے چنانچہ جبریل کو حکم ہوا کہ قدرے خاک پاک لاؤ، جبریل فرشتوں کی جماعت کو لے کر اترے اور اُس مبارک مقام سے جہاں اب آپ کا مدفنِ فیض مخزن ہے خاک پاک لے کر بصد اعزاز و تکریم آبِ تسنیم سے گوندھ کر اس کو تمام عالم عُلوی اور سفلی میں پھرایا تاکہ تمام مخلوق حقیقتِ محمدی سے واقف ہو جائے، پھر اس خمیر سے آدم کا پتلا بنایا گیا اور وہ امانت اس کے سپرد کی گئی۔

دوش دیدم کہ ملائک درِ میخانہ زدند
گلِ آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند
آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بہ نامِ منِ دیوانہ زدند

پھر روح کو ارشاد ہوا کہ آدم کے رگ و ریشے میں داخل ہو جائے روح کو اپنی لطافت اور بدن کی کثافت دیکھ کر تامّل ہوا لیکن جب اس کی نظر نورِ محمدی کے جمال باکمال پر پڑی تو لاکھ تمنا سے زیبِ وہ قالب ہوئی۔

قفسِ تن میں پھنس گئی جو روح
جلوہ فرما مقیں کو دیکھا تھا

سیرۃ نبویہ میں ابن عساکر سے نقل ہے اور وہ سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا پیام لا کر پہنچایا کہ اگر میں نے ابراھیم کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ میں نے تم کو اپنا حبیب بنایا ہے مخلوقات میں — تم سے گرامی تر میں نے کسی کو نہیں پیدا کیا ہے، میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ تمہاری بزرگی اور منزلت کا علم سب کو ہو جائے، اگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو پیدا نہ کرتا جناب عارف باللہ سیدی دقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور کیا ہی خوب کہا ہے ؎

سَکَنَ الْفُؤَادُ فَعِشْ هَنِیْئًا یَا جَسَدُ
ذَاکَ النَّعِیْمُ هُوَ الْمُقِیْمُ اِلَی الْاَبَدْ
اُصْبِحْتَ فِیْ کَنَفِ الْحَبِیْبِ وَمَنْ یَکُنْ
جَارَ الْکَرِیْمِ فَعَیْشُهٗ عَیْشُ الرَّغَدْ
عِشْ فِیْ اَمَانِ اللّٰهِ تَحْتَ لِوَائِهٖ
لَاخَوْفَ فِیْ هٰذَا الْجَنَابِ وَلَا نَکَدْ

یعنی مبارک ہوا اے جسدِ خاکی کہ نورِ محمدی کا تجھ میں ظہور ہوا نیز دل اس نور کا مسکن بنا اب تو خوشی کی زندگی با آرام بسر کر، کیونکہ یہ نعمت تو ایسی نعمت ہے جو ہمیشہ ہی رہے گی اب تو تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ اور اس کے پڑوس میں آگیا ہے اور جو شخص کسی کریم کے زیر سایہ آجاتا ہے اس کی زندگی بڑی راحت کی زندگی ہوتی ہے اے جسد خاکی اللہ کی اماں میں اس کے حبیب کے جھنڈے تلے آرام کی زندگی بسر کر ان کے جناب میں یعنی ان کی حضوری اور قرب میں نہ کسی قسم کا کوئی خوف ہے اور نہ کسی قسم کے خیر کی کوئی کمی ہے

حاکم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے جب آنکھ کھولی عرش مجید پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف لکھا ہوا دیکھا۔

چو آدم دیدہ بکشاد اول از فرش | نوشتہ دید اورا نام بر عرش
بہ پیش نام او بر خاک افتاد | ولے چوں خاکِ او شد پاک افتاد

ایک روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرش بریں پر اللہ کے نام کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا دیکھا یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

رافت یہ محبت کی بھی کیا ہے تاثیر | محبوب و مُحِب کی اک جا ہے تصویر
نام اپنے کے پاس بے نشاں ذات نے واہ | محبوب کے نام کو کیا ہے تحریر

آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اے میرے فرزند میرے بعد تم میرے خلیفہ ہوگے۔ قصر خلافت کو تقوی اور پرہیزگاری سے آراستہ کرو، جس وقت اللہ تعالی کا ذکر کیا کرو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف بھی لیا کرو، میں نے ان کا اسم شریف جبکہ میں مٹی اور روح کے مابین تھا عرش کے پایوں پر لکھا دیکھا ہے، پھر میں عالم ملکوت میں پھرا میں نے وہاں کوئی جگہ نہیں پائی جہاں آپ کا اسم شریف لکھا نہ ہو۔ اور میرے پروردگار نے مجھ کو جنت میں بسایا میں نے جنت کا کوئی قصر اور کوئی کمرہ ایسا نہ پایا جس پر آپ کا اسم شریف تحریر نہ ہو، میں نے آپ کا اسم شریف حوروں کے سینوں پر اور جنت کے درختوں کے پتوں پر اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر اور پردوں کے اطراف پر اور فرشتوں کی آنکھوں پر لکھا دیکھا ہے، لہٰذا تم ان کا ذکر شریف بہ کثرت کیا کرو فرشتے بھی ان کا ذکر شریف ہر وقت کرتے رہتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوّا نے اپنا مہر طلب کیا، آپ نے جناب الٰہی میں عرض کیا ارشاد ہوا میرے حبیب محمد بن عبداللہ پر بیس مرتبہ درود شریف پڑھ کر حقِ مہر ادا کرو

کیوں نہ چھوٹے وہ رنج سے تجھ کو سلام جو کرے
کیا خوف اسے حشر کا تجھ کو امام جو کرے

بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت آدم علیہ السلام سے

خطا سرزد ہوئی، انھوں نے بارگاہ رب العزت میں التجا کی کہ یارب بحق محمد میری خطا معاف فرما، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو خطاب ہوا، اے آدم تم نے محمد کو کس طرح پہچان لیا وہ تو اب تک عالم وجود میں نہیں آئے ہیں۔ عرض کیا، اے میرے پروردگار، تو نے جب اپنی قدرت کاملہ سے بغیر ماں باپ کے مجھ کو پیدا کیا اور میرے جسدِ خاکی میں تو نے روح ڈالی اور میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو میں نے عرش مجید کے پایوں پر لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا، میں سمجھ گیا کہ تو نے اپنے نام کے پاس اسی ذات والاصفات کا نام لکھا ہے جو تمام خلقت میں سب سے زیادہ تجھ کو محبوب ہے ارشاد ہوا، اے آدم تو سچ کہتا ہے یقیناً وہ مخلوق میں سب سے زیادہ میرے محبوب ہیں تم نے ان کا واسطہ دے کر مجھ سے سوال کیا ہے، میں تمہاری خطا معاف کرتا ہوں اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا

دوسری روایت میں ہے کہ آدم نے اس طرح دعا مانگی اے میرے پروردگار اس فرزندِ عالی قدر کے طفیل اس عاجز والد پر رحم فرما، ارشاد ہوا، اے آدم تو نے صرف اپنے ایک گناہ کے واسطے میرے حبیب کو شفیع کیا، اگر اہلِ آسمان اور زمین کے تمام گناہوں کے واسطے میرے حبیب کو شفیع لاتا میں تیری دعا قبول کرتا اور سب کے گناہ معاف کرتا۔

محمد کی تم شان دیکھو ذرا
خدا سے جب آدم نے کی التجا
کہ یارب بحق محمد نبی
خطا بخش میری جو سرزد ہوئی
ہوا ان کو ارشادِ ربُّ العلا
دیا ہے یہ تو نے بڑا واسطہ
فقط اپنے اک جرم کے واسطے
تو کیوں اتنا مضطر ہے بندے میرے
اگر عرض کرتا جہاں کے لئے
گنہ بخشتا سب کے چھوٹے بڑے
لے سن مجھ سے تو مژدۂ جانفزا
کر جا بخش دی میں نے تیری خطا

دُعا

عجب لطف مولیٰ کا ہے سربسر
گناہوں کی بخشش کا سامان کر
دعا مانگ تو بھی بہ صد التجا
کہ یارب بہ حقِ شہِ دوسرا
گنہ بخش دے میرے چھوٹے بڑے
مجھے بھی بہ چشمِ کرم دیکھ لے
اگرچہ میں از حد سیہ کار ہوں
گنہ گار ہوں اور خطا وار ہوں
ہوئیں مجھ سے سرزد خطائیں بہت
وفاؤں پہ کی ہیں جفائیں بہت
مرے جرم و عصیاں ہیں گو انتہا
ترا لطف و احساں ہے حد سے سوا
مجھے نفس و شیطاں سے محفوظ رکھ
مجھے لطف سے اپنے محفوظ رکھ

عبادت کروں تیری لیل و نہار
رہوں ماسوی اللہ سے میں بے خبر
ہمیشہ رہے دل میں تیرا خیال
محبت میں سرشار دائم رہوں
میں تجھ سے رہوں مجھ سے تو شادماں
ہو فردوسِ اعلیٰ الٰہی نصیب
میرے پیر بھی اور استاد بھی
میرے والدین اور سب اقربا
زن و مرد یارب مسلمان سب
بلا کر وہاں سب کو مسرور کر
ملیں مجھ سے احباب سارے وہاں

اطاعت کروں تیری لیل و نہار
نہ ہو نفس و شیطاں کا مجھ تک گزر
رہے میری آنکھوں میں تیرا جمال
میں جب تک جیوں اس پہ قائم رہوں
ہمیشہ رہے مجھ پہ تو مہرباں
ہو دیدار تیرا الٰہی نصیب
مرے بھائی بند اور اولاد بھی
بہشتِ بریں میں رہیں دائما
ہوں جنت میں داخل بفرح و طرب
شرابا طہورا سے مخمور کر
کہ ملتے ہیں روزانہ جیسے یہاں

یہ ساری دعائیں ہوں میری قبول
الٰہی بہ جاہِ جنابِ رسول

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

پانچواں محسنہ از ابتدائے حمل شریف تا ولادت شریف کے بیان میں

حمل شریف سے پہلے آپ کے جدِ امجد عبد المطلب نے خواب دیکھا۔ سعید البیان میں لکھا ہے

ف۵۰ سیرت کی کتابوں میں ابتدائے حمل شریف کو گیارہ بارہ ماہ ذی الحجۃ الحرام یا یوم عاشورا ہر دس ماہ محرم الحرام لکھا ہے، یہی دو قول زیادہ مستند اور مشہور مانے گئے ہیں ان کے علاوہ اور بھی چند اقوال ہیں لیکن ان کو زیادہ قابل اعتبار نہیں سمجھا گیا ہے اور مدتِ حمل شریف جمہور علماء کے نزدیک پورے نو مہینے ہے بلکہ بعض علماء نے اس پر محققین کا اتفاق لکھا ہے اور ولادت با سعادت کا مہینہ جمہور علماء کے نزدیک ماہ ربیع الاوّل ہے یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب تولد شریف کا مہینہ جمہور کے نزدیک ماہ ربیع الاوّل ہے اور مدت حمل شریف نو مہینے ہے تو پھر ابتدائے حمل شریف ذی الحجہ یا محرم کا مہینہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ ذی الحجہ کی صورت میں حمل شریف کی مدت تین مہینے رہے گی اور محرم کی صورت میں یہ مدت صرف دو مہینے ہو گی، چنانچہ بعض علماء نے اس بات پر نظر کرتے ہوئے کہدیا ہے کہ مدتِ حمل شریف صرف تین مہینے ہے باقی ص۶۴

کہ شب جمعہ پنجم جمادی الاخرۃ کو عبدالمطلب نے خواب دیکھا تھا، ابو نعیم دلائل النبوۃ میں ابو طالب سے اور وہ اپنے والد عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں کہ میں حِجر میں سو رہا تھا، حجر بیت اللہ شریف کا وہ شمالی حصہ ہے جس پر چھوٹی دیوار بنی ہوئی ہے۔ اس کو حطیم بھی کہتے ہیں یہ بیت اللہ شریف کا حصہ ہے عبدالمطلب کہتے ہیں یہ عجیب وغریب خواب دیکھ کر میں گھبرا گیا اور فوراً میری آنکھ کھل گئی، میں اسی وقت قریش کی کاہنہ کے پاس گیا، اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا کیا بات ہے جو اتنے گھبرائے ہوئے آئے ہو کیا کوئی حادثہ پیش آیا ہے میں نے اپنا خواب اس سے بیان کیا کہ میں حجر میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک درخت اُگا، دوسری روایات میں آیا ہے کہ ایک درخت میری پیٹھ سے اُگا۔ وہ بہت جلد بلند ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کی چوٹی آسمان کو پہونچ گئی اور اس کی شاخیں تمام عالم پر پھیل گئیں۔

رَوضُ الأُنُف کی روایت میں ہے کہ عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا میری پیٹھ میں سے ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ

یا دو مہینے ہے اور بعض علماء نے اس اشکال کی وجہ سے ولادت شریف کا مہینہ رمضان شریف یا شوال المکرم کا مہینہ قرار دیدیا ہے، لیکن جمہور علماء نے ان اقوال کو ہرگز قابلِ اعتنا نہیں سمجھا ہے۔

اگر کوئی شخص عرب کے احوال پر نظر ڈالے تو یہ اشکال بہت آسانی سے رفع ہوجاتا ہے۔ عرب ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب الفرد کو اَشہُرِ حُرُم کہتے تھے یعنی احترام کے مہینے۔ وہ ان چار مہینوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ان مہینوں میں کسی قسم کی لڑائی جھگڑا نہیں کرتے تھے، اگر ان کو کسی خاص وجہ سے ان مہینوں میں سے کسی مہینہ میں لڑائی کی ضرورت پیش آجاتی تھی تو وہ اس احترام والے مہینہ کو کسی دوسرے غیر احترام والے مہینہ سے بدل دیا کرتے تھے، اس صورت میں یہ دوسرا مہینہ ہر طرح سے محترم مہینہ ہوجاتا تھا۔ کیا باعتبار نام کے اور کیا باعتبار احترام کے، عرب میں ایک تو یہ طریقہ رائج تھا اور ایک دوسرا طریقہ ان میں ہر تیسرے سال ایک لوند کا مہینہ بڑھانے کا تھا جیسا کہ ہندوستان کے ہندو کرتے ہیں۔ یہ طریقہ عرب اس لئے کرتے تھے کہ حج ایک ہی موسم میں رہا کرے، چونکہ قریش کی گزراوقات تجارت پر تھی، سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف ان کے قافلے جاتے تھے اور حج کا انتظام اور حاجیوں کی خدمت بھی ان کے سپرد تھی اس لئے وہ ہر تیسرے سال ایک مہینہ بڑھا کر حج کو ایک ہی موسم میں رکھتے تھے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے اب کوئی اشکال باقی نہیں رہتا جس سال آپ کا حمل شریف رہا ہے اس سال عرب کی بعض مصلحتوں کی بناپر جمادی الاخرہ کا مہینہ ذی الحجۃ الحرام یا محرم الحرام کا مہینہ بن گیا تھا، ذی الحجہ کی صورت میں گیارہ یا بارہ تاریخ تھی اور محرم کی صورت میں دسویں تاریخ تھی ھٰذَا مَا قَالَہُ الْعُلَمَاءُ وَمَا ظَھَرَ لِیْ وَاللہُ اَعْلَمُ۔

چاندی کی زنجیر نکلی اور وہ بڑھتی گئی اس کا ایک سرا آسمان پر پہونچ گیا اس زنجیر میں سے اور بہت سی زنجیریں نکل کر چاروں طرف دنیا پر چھاگئیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ زنجیر درخت کی صورت میں تبدیل ہوگئی اس درخت میں اتنا نور تھا کہ آفتاب کا نور اس کے سامنے کوئی شئے نہیں، میں نے عرب و عجم یعنی سارے عالم کو اس کی طرف سجدہ کرتے دیکھا۔ لحظہ بہ لحظہ اس درخت کی عظمت اور ارتفاع اور نور میں زیادتی ہوتی جاتی تھی کبھی وہ مخفی ہوتا تھا اور کبھی ظاہر ہوجاتا تھا، میں نے قریش کی ایک جماعت دیکھی جو اس کی شاخوں کو پکڑ کر لٹکی ہوئی تھی اور ایک دوسری جماعت دیکھی جو اس کے کاٹنے کا ارادہ کرتی تھی جب وہ اس ارادہ سے درخت کے پاس پہنچتی تھی تو ایک بڑا ہی وجیہ خوبصورت مُعطّر جوان کہ اس جیسا وجیہ اور شکیل اور مُعطّر شخص میں نے ہرگز کوئی نہیں دیکھا ہے اس جماعت کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر رکھ دیتا تھا۔ اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیتا تھا، میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ تاکہ اس درخت میں سے اپنا نصیبہ لے لوں لیکن میں کچھ نہ لے سکا میں نے اس جوان سے دریافت کیا کہ اس درخت سے کون بہرہ مند ہوگا اس نے کہا وہی لوگ جو اس سے لٹکے ہوئے ہیں اور تم سے پہلے اس تک پہنچ چکے ہیں وہی اس سے متمتع ہوں گے۔

عبد المطلب اس خواب کو بیان کرکے کاہنہ سے بولے اس خواب کی وجہ سے میں گھبرا کر تمہارے پاس آیا ہوں تم اس کی تعبیر بتاؤ۔ اس خواب کو سن کر کاہنہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر وہ سنبھل کر بولی اگر تمہارا خواب سچ ہے تو تمہاری نسل میں سے ایک ایسے آدمی کا ظہور ہوگا جو تمام عالم کا مالک ہوگا لوگ اس کے دین پر ہوں گے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ اس نے کہا اس کا دین تمام ادیان کا ناسخ ہوگا اور اس کا نور آفتاب کے نور سے بھی روشن تر ہوگا وہ نور بڑھتا جائے گا اور تمام عالم کو گھیر لے گا اور قیامت تک باقی رہے گا۔

کیوں نہ ہو دن بدن زیادہ وہ نور
جس کے ناخن کا ماہِ نو ہے ظہور

ابو طالب کہتے ہیں کہ اس خواب کو بیان کرنے کے بعد عبد المطلب نے مجھ سے کہا شاید وہ شخص تمہاری ذات ہو، راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی بعثت کے بعد جب ابو طالب اس خواب کو بیان کرکے اپنے والد کے مقولہ کو نقل کرتے تھے تو اس طرح پر کہا کرتے تھے قسم ہے خدا کی وہ درخت ابو القاسم الامین ہی کی ذات گرامی ہے صلی اللہ علیہ وسلم، ابو طالب سے پوچھا گیا جب حقیقت یہ ہے تو پھر تم ایمان کیوں نہیں لے آتے تو وہ بولے کہ صرف ننگ و ناموس کی وجہ سے رکا ہوا ہوں لوگ یہ نہ کہیں کہ بڑھاپے میں آکر اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ دیا اور اپنے بھتیجے کا پیرو بن گیا۔

جب آپ کے ظہور کا وقت قریب ہوا اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ گلستانِ ارواح سے خیابانِ انشراح پر گزر فرمائیں، آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے فرشتوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد کہنا شروع کیا، معالمِ جبروت اور مجامعِ قدسِ ملکوت کو معطر کیا گیا محافظوں کو حکم ملا کہ جنتوں کے دروازے کھول دو اور ان کو ازسرِ نو آراستہ و پیراستہ کرو کیونکہ اب وہ دُرِّ یتیم مکنون اور وہ نورِ مبینِ مخزون جس سے پیغمبر آخر زماں وجود میں آنے والے ہیں صدفِ بطنِ بی بی آمنہ میں قرار پانے والا ہے۔

بہارِ روضۂ رضواں تمہارا جلوۂ رُو ہے
کہ فخرِ گل ہے عارض رشکِ سنبل جعدِ گیسو ہے

پیر کی رات تھی اور ماہ جمادی الآخرہ کی بارہ تاریخ تھی کہ وہ نور جو مادۂ صورتِ محمدیہ تھا جناب عبد اللہ سے بی بی آمنہ کو منتقل ہوا۔

برجِ حمل میں مہرِ مبیں جلوہ گر ہے آج
مت شبہ لاؤ اس میں کہ ظاہر اثر ہے آج

اس رات زمین پر جتنے بت تھے اور بادشاہوں کے جتنے تخت تھے سب سرنگوں ہوئے۔ مشرکوں اور کاہنوں کا جادو دور ہوا، شیاطین گمراہ کرنے سے باز رہے ابلیس کے تخت کو فرشتوں نے دریا میں ڈبو دیا، اس نے اپنی بدنصیبی پر رونا شروع کیا۔

باطل نہ کیوں مٹے کہ یہاں حق نمود ہے
وہ حق کہ جس پہ حق سے سلام و درود ہے

حضرت جبریل نے رب جلیل کے فرمان سے سبز رنگ کا علم لاکر بیت اللہ شریف پر نصب کر دیا اور کہا یہ نشان پیغمبر آخر زماں کا ہے۔ جو قیامت میں سب کا شفیع ہوگا، اس رات ساری زمین منور ہوگئی ہر جانور نے کہا قسم ہے رب کعبہ کی کہ آج کی رات حبیب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین کا حمل رہا جو سارے عالم کا امام ہوگا۔ اس رات بی بی آمنہ کو خواب میں فرشتہ نے کہا اے آمنہ تم کو مبارک ہو کہ تمہارے بطن میں نبی آخر زماں صاحب کتاب و معراج ہے اور آپ نے خواب میں دیکھا کہ میرے پیٹ سے ایک نور نکلا جس سے بُصریٰ کے محل جو ملک شام کی سرحد پر واقع ہے روشن ہوگئے۔

بہ شب یاں جلوہ فرما کون سا شعلہ شرارا ہے
کہ جس کے نور سے از مکہ تا شام آشکارا ہے

احمد طبرانی، بیہقی، ابن سعد، ابو نعیم اور حاکم روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اپنے متعلق ہم کو کچھ بتائیں، آپ نے فرمایا میں ابراہیم کی دُعا

اور سہائی غیبی کی بشارت ہوں اور میری والدہ نے جب وہ مجھ سے حاملہ ہوئیں خواب میں دیکھا کہ ان کے پیٹ سے ایک نور نکلا جس سے بُصریٰ کا شہر روشن ہو گیا۔

خاکِ پا ہوں میں ایسے حضرت کا — تاج ہے جو سرِ رسالت کا
تختِ پیغمبری کی زینت ہے — زیب ہے افسرِ نبوّت کا
اس کے باعث ظہورِ عالم ہے — ہے وہ موجب جہاں کی خِلقت کا
ماہ ہے چرخ اصطفا کا وہ — مہر ہے آسمانِ رفعت کا
حق ہے صانع جہاں ہے مصنوع — پر سبب وہ ہوا ہے صنعت کا
دُرِ بخشش جو ہے اُسی سے ہے — بحرِ مواج ہے وہ رحمت کا
واہ رے صاحبے کہ ہے گا وہ — ہر جگہ خیر خواہ اُمّت کا
اس کا میدانِ نعت کیا ہوٹے — کہ قدم یاں قلم ہے طاقت کا
لا فتیٰ ہو خموش ادب سے بیٹھ — یہ نہیں ہے مقامِ جُرأت کا
ہاں مگر عرضِ مطلب اُس سے کر — کہ وہ دریا ہے اک سخاوت کا
یا امامِ رُسل نبیؐ اللہ، — جام دے مجھ کو اپنی الفت کا
ہے تو ہی ساقیِ شرابِ طہور — مست کر بادۂ محبت کا
ساتھ اپنے بلا حساب و کتاب — کیجو سائر ریاضِ جنت کا
دو جہاں میں عزیز رکھ مجھ کو — دینے والا تو ہی ہے عزّت کا

تیرا فدوی ہوں رکھ نگاہِ کرم
میرے والی تو ہی ہے رافت کا

اس سال بہ سبب کرامت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام روئے زمین کی مستورات بیٹوں سے حاملہ ہوئیں، جب حمل شریف دو مہینے کا ہوا، آپ کے والد ماجد جن کا اسم گرامی عبداللہؓ تھا انتقال فرما گئے۔ ابنِ عباس سے روایت ہے جب آپ کے والد کا انتقال ہوا، فرشتوں نے بارگاہ بے نیاز میں عرض کیا اے پروردگارِ برتر و دانا تیرے نبی کے والد انتقال کر گئے، اب وہ یتیم ہو گئے ارشاد ہوا میں خود ان کا محافظ اور مددگار ہوں، جب حمل شریف کو چھ مہینے گزرے آپ کی والدہ شریفہ کو خواب میں فرشتہ نے کہا اے آمنہ تم کو بشارت ہو کہ خیر العالمین سے تم حاملہ ہو جب وہ پیدا ہوں ان کا نام محمد رکھنا۔

جب حمل شریف کو پورے نو مہینے ہوئے فجر یعنی صبح صادق کے وقت پیر کے روز بارہ ماہِ مبارک ربیع الاوّل کو سال فیل میں نوشیرواں عادل کے زمانۂ حکومت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پانچ

سو ستر برس بعد، اس مہرِ سپہرِ نبوت، ماہِ سمارِ رسالت نے بُرجِ حمل سے قدومِ میمنت لزوم باہر لا کر مطالعِ فلکِ سعادت سے نورِ شہود دکھا کر زمیں اور زماں کو منور اور مشرف فرمایا۔

چاند شرمندہ ہوا جب جلوہ گر پیارا ہوا —— ہے غلط کہئے اگر پیدا وہ مہ پارا ہوا

قطعہ

وقت آیا ہے خوشی کا دوستو   نورِ حق کی ضوفشانی دیکھ لو
اٹھ کھڑے ہو دست بستہ سب کے سب   سر جھکاؤ دل میں ہو پورا ادب
پھر محبت سے پڑھو ان پر سلام   تم پہ ہو رحمت خدا کی صبح و شام
یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

چھٹا مخمسہ در عرضِ سلام بہ حضورِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

السلام اے حضرتِ خیر الانام   السلام اے سرورِ عالی مقام
السلام اے رونقِ شرعِ متیں   السلام اے گوہرِ بحرِ یقیں
السلام اے ہادیِ جن و بشر   السلام اے سیدِ اعلیٰ گہر
السلام اے چشمۂ آبِ حیات   السلام اے دادخواہِ کائنات
السلام اے صدرِ بزمِ انبیا   السلام اے شافعِ روزِ جزا
السلام اے کارسازِ مذنبیں   السلام اے رحمۃ للعالمیں
السلام اے صاحبِ خلقِ عظیم   السلام اے مخزنِ لطفِ عمیم
السلام اے مصدرِ سرِّ نہاں   السلام اے جانِ جانِ کل جہاں
السلام اے گلبنِ باغِ قِدم   السلام اے ابرِ فیضانِ کرم
السلام اے رہنمائے اصفیا   السلام اے نورِ پاکِ کبریا
السلام اے آفتابِ سروری   السلام اے ماہتابِ برتری
السلام اے شہریارِ دین پناہ   السلام اے بادشاہِ عز و جاہ
السلام اے معدنِ ہر مکرمت   السلام اے منبعِ ہر مرحمت
السلام اے چارہ سازِ بیکساں   السلام اے شاہبازِ لامکاں
السلام اے جانِ عاشق را دوا   السلام اے بدرِ عالم مصطفا
مصطفا و مجتبیٰ سرور توئی   پیشوا و مقتدا رہبر توئی

ہر دو عالم از وجودت بار یافت ◈ دیدہا از نور تو انوار یافت
لطف فرما حالِ مہجوراں نگر ◈ سوئے مشتاقاں خدارا ایک نظر

بر روانت صد درود و صد سلام
اے رسولِ پاک و اے خیر الانام

یاربِّ صلِّ وسلِّم دائماً ابداً ــــــــ علیٰ حبیبِک خیرِ الخلقِ کلِّھِم

ساتواں محسنہ ولادت شریف کے بیان میں

مرحبا کہ ایسا ماہِ خوش نما مطلعِ غیب سے طلوع ہوا اور حبذا کہ ایسا آفتابِ جہاں تاب اُفقِ بے عیب سے شیوع ہوا، کفر کی ظلمت اسلام کے نور سے اور دل کی کدورت شعلۂ عرفاں سے تبدیل ہوئی۔

جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ ہر جانب اُجالا تھا

ایام کی شقاوت اور زمانہ کی نحوست سعادت اور برکت سے مُبدّل ہوئی

آپ نے جب یاں قدم رنجہ کیا ◈ اپنے چہرے سے طلوع اک مہ کیا
دفع کی ظلمت کدورت یہ کہ واہ ◈ سب کا سب دفتر ہی چھیلا تہ کیا

فلک الافلاک کی بلندی سے نقطۂ خاک کی پستی تک تاریکی کا نشان باقی نہ رہا۔

کیوں کہ کہوں وہ ماہ ہے ماہ میں کب یہ نور ہے
اور ہی کچھ یہ شان ہے اور ہی کچھ ظہور ہے

روض الانف میں فاطمہ والدۂ عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ ولادت شریف کے وقت میں موجود تھی، جس وقت آپ تولد ہوئے سارا گھر پُر نور ہو گیا اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھ کو خیال ہوا کہیں مجھ پر نہ آ پڑیں۔

بصورتِ تو نگارے نیافرید خدائے
ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدائے

ابن سعد آپ کی والدہ شریفہ سے روایت کرتے ہیں جس وقت آپ تولد ہوئے اس وقت میرے پیٹ سے ایک نور نکلا جس سے بصریٰ تک روشن ہو گیا۔

واضح رہے حمل شریف کی رات کو آپ کی والدۂ شریفہ نے خواب میں بطن مبارک سے

نور کو نکلتے دیکھا تھا اور تولد شریف کی رات کو بیداری میں اپنی آنکھوں سے نور کو نکلتے دیکھا ہے۔

حضرت عباس اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے غزوۂ تبوک سے واپسی پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کرتے ہیں۔

وَاَنتَ لَمَّا وُلِدتَ اَشرَقَتِ الاَ ۔۔۔۔۔۔ رضُ وَضَاءَت بِنُورِكَ الاُفُقُ
فَنَحنُ فِی ذٰلِكَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّ ۔۔۔۔۔۔ ورِ وَسُبلِ الرَّشَادِ نَختَرِقُ

یعنی جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے نور سے زمین چمک اٹھی اور تمام آفاق منور ہو گئے ہم اس روشنی اور نور کی بدولت رشد اور ہدایت کے راستوں پر ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

آپ کی والدہ شریفہ فرماتی ہیں ولادت شریف کے بعد آپ پر جب میری نظر پڑی میں نے آپ کا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا ہوا دیکھا۔ آپ کے ایک ہاتھ کی مٹھی بند تھی صرف ایک انگلی اٹھی ہوئی تھی گویا آپ اشارہ فرما رہے تھے، پھر آپ نے اپنا سر مبارک زمین پر رکھ دیا گویا آپ سجدہ فرما رہے تھے۔

روایت کردہ اند اہل فضائل ۔۔۔ زِ اُمِّ پاکِ آں والا شمائل
چو آمد در وجود آں گوہر جود ۔۔۔ اشارت کرد اوّل سوئے معبود
نظر فرمود آنگہ سوئے افلاک ۔۔۔ وزاں پس در سجود افتاد بر خاک
چو سر بہرِ خدا بر خاک بنہاد ۔۔۔ زِ عزّت پائے بر افلاک بنہاد
بہ طفلی سجدہ بر روئے زمیں کرد ۔۔۔ بہ پیری سیر بر عرش بریں کرد
ہمایوں سجدۂ رمزِ سعادت ۔۔۔ مبارک تاجِ صد عزّ و کرامت

الٰہی رحمتت بر حضرتِ وے
الٰہی صد سلام از ما پیاپے

شفار والدہ عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کی ولادت شریف میرے ہاتھ پر ہوئی، جس وقت آپ تولد ہوئے اور آپ نے آواز کی اس وقت میں نے کسی کو یرحمک اللہ کہتے سنا یعنی آپ کو کسی نے غیب سے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمام عالم میرے سامنے منور ہو گیا یہاں تک کہ میں نے روم کے یعنی ملک شام کے بعض قصور دیکھ لئے، اس رات تمام دنیا کے اصنام منہ کے بل جا پڑے، یہود کے علماء نے اپنی قوم کو آگاہ کیا کہ آج کی رات پیغمبر آخر زماں کی ولادت ہوئی ہے۔

انسان العیون میں لکھا ہے کہ تین دن تک کعبہ معظمہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

کی خوشی سے ہلتا رہا۔ اور تاریخ الخمیس میں عبد المطلب سے نقل ہے کہ شب تولد شریف کو میں طواف کر رہا تھا نصف شب گزرنے کے بعد میں نے کعبہ معظمہ کو مقامِ ابراھیم کی طرف سجدہ کرتے دیکھا اور میں نے تکبیر کی آواز اللہ اکبر اللہ اکبر سنی، اور پھر میں نے یہ کہتے سنا کہ اب مشرکوں کی نجاست اور جاہلیت کی ناپاکی سے پاک ہوا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سب اصنام جو بیت اللہ شریف کے چاروں طرف نصب تھے گر پڑے، میں نے ھُبل پر نظر ڈالی جو سب سے بڑا بت تھا اس کو میں نے حجر میں گرتے دیکھا اور کسی کو کہتے سنا کہ اچھی طرح سُن لو، آمنہ سے محمد پیدا ہوئے ہیں، صاحب ہمزیہ کہتے ہیں ؎

وَمُحَيًّا كَالشَّمْسِ مِنْكَ مُضِيءٌ ‏ أَسْفَرَتْ عَنْهُ لَيْلَةٌ غَرَّاءُ

لَيْلَةُ الْمَوْلِدِ الَّذِي كَانَ لِلدِّيْـ ‏ ـنِ سُرُوْرٌ بِيَوْمِهِ وَازْدِهَاءُ

وَتَوَالَتْ بُشْرَى الْهَوَاتِفِ أَنْ قَدْ ‏ وُلِدَ الْمُصْطَفٰى وَحَقَّ الْهَنَاءُ

یعنی آپ کا چہرہ مبارک جو مثل آفتاب کے چمکدار اور روشن ہے مبارک رات میں ظاہر ہوا، وہ مبارک رات شب میلاد ہے، اس دن سے دین حنیف کو مسرت حاصل ہوئی اور وہ سر سبز و شاداب ہوا اور ہاتفوں کی مسلسل بشارتیں سننے میں آئیں کہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو گئے اور شایانِ شان بھی یہی ہے کہ آپس میں بشارت دی جائے۔

ابنِ عباس کہتے ہیں عرب میں رواج تھا جب کوئی بچہ رات کے کسی حصہ میں پیدا ہوتا تھا اس پر برتن ڈھانک دیا کرتے تھے اور سورج نکلنے کے بعد برتن ہٹا کر بچے کو دیکھا کرتے تھے آپ کی جب ولادت شریف ہوئی تو آپ پر بھی ایک بڑا کونڈا ڈھانک دیا گیا تھا، سورج نکلنے کے بعد جب آپ کو دیکھنے آئے تو دیکھا گیا کہ وہ کونڈا بیچ میں سے شق ہو گیا تھا اور آپ آسمان کو دیکھ رہے تھے۔

خصائص کبریٰ میں عکرمہ سے روایت ہے کہ ولادت شریف کے بعد آپ کی والدۂ شریفہ نے آپ پر بڑا کونڈا ڈھانک دیا تھا۔ وہ کونڈا بیچ سے پھٹ گیا تھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا تو آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

آمد آمد تھی یہ کس ذی جاہ کی ‏ دھوم تھی افلاک پر کس ماہ کی

منتظر تھی جس کی ساری کائنات ‏ ذاتِ اقدس تھی رسول اللہ کی

چونکہ زینت کی تھی اہلِ چرخ نے ‏ آسماں پر یوں نظر تھی شاہ کی

بی بی آمنہ نے جب اپنے جگر پارے اور آنکھ کے تارے کو نور کا لباس پہنے اور ارسلناک شاہدًا و مبشرًا کا تاج سر پر رکھے دیکھا تو زبان ساتھ حمد باری تعالیٰ کے کھولی اور شکر حق

بجا لائیں۔

ہم حسن و جمال بے نہایت داری | ہم جود و کرم بغایت داری
ہم حسن ترا مُسلَّم و ہم اِخسال | محبوب توئی کہ ہر دو آیت داری

بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت آپ کے سر مبارک پر ابر چھا گیا، اس ابر میں عجیب نور تھا، اور اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑ پھڑانے اور بات کرنے کی آواز سنی گئی وہ ابر آپ کو اٹھا کر لے گیا اس وقت ایک آواز سنی گئی کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے چاروں طرف پھراؤ تاکہ ساری خلقت آپ کو پہچان لے اور آپ کو انبیائے کرام کے اخلاقِ اعلیٰ اور تمام پیغمبروں کے اوصافِ حُسنیٰ سے متصف کرو۔

خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی والدہ شریفہ فرماتی ہیں، تھوڑی دیر کے بعد آپ کو میرے پاس لائے میں نے آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھا وہ بدرِ کامل کی طرح چمک رہا تھا اور آپ سے بہترین خوشبو آرہی تھی جس سے تمام مکان مہکا ہوا تھا۔

اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتانِ آذری | ہر چند وصفت می کنم در حسن زاں بالاتری
آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام | بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

کسریٰ کا محل جو بہت مضبوط بنا ہوا تھا آپ کے جلال باکمال کی ہیبت سے پھٹ گیا اور اس کے بائیس کنگروں میں سے چودہ کنگرے گر پڑے جس کی آواز سترہ کوس تک سنی گئی۔

ہوئے مکہ میں پیدا اور کیا شق قلعۂ کسریٰ — سمجھ رافت ظہورِ ہیبتِ حق اس کو کہتے ہیں

کسریٰ کے محل کا پھٹنا اور اس کے چودہ کنگروں کا گرنا بہ لسانِ حال یہ بتا رہا تھا کہ اب اس سلطنت کے خاتمہ کا وقت قریب آگیا۔ علماء نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت شریف سے لے کر حضرت عثمان کے دورِ خلافت تک ایران کے تخت پر چودہ بادشاہ بیٹھے یزدجر بسر شہریار جو اس سلطنت کا آخری بادشاہ تھا حضرت عثمان کی خلافت میں مارا گیا اور اس طرح کسرویٰ سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

اس رات فارس کے آتش کدہ کی آگ جو ایک ہزار برس سے جل رہی تھی اور وہاں کے لوگ اس میں مشک اور عنبر ڈال کر پوجتے تھے، بجھ گئی۔ اور بحیرۂ ساوہ جو رَے اور ہمدان کے مابین واقع تھا خشک ہو گیا، آتش پرستوں کے بڑے پیشوا نے جس کو موبذان کہتے ہیں خواب میں دیکھا کہ سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کو ہنکائے ہوئے دریائے دجلہ کو پار کر کے ملک فارس میں پھیل گئے۔ ان واقعات سے ایران میں ہل چل مچ گئی۔ شاہ سے لے کر گدا تک سب سمجھ گئے کہ آج کی رات کوئی

عظیم الشان واقعہ پیش آیا ہے اور اب اس سلطنت کی تباہی کا وقت آن پہنچا ہے۔

آپ کی ولادت شریف سے پہلے سر زمین عرب میں بلا کا قحط تھا، کیا انسان اور کیا حیوان سبھی فاقوں کے ہاتھ جاں بلب تھے۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم کے رکھتے ہی دریائے رحمت نے جوش مارا، ابرِ رحمت کی گھٹائیں سارے ملک پر چھا کر اس کثرت سے برسیں کہ پہاڑ اور جنگل سیراب ہو گئے مردہ زمین میں جان آئی ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آنے لگا۔

ابرِ رحمت کا اگر قطرہ فشاں ہو تو زمین
کیوں نہ سر سبز ہو ہر نخل کو فرحت آئے

نیم جانوں کی عید بڑائی قحط کے عذاب سے ان کو نجات ملی خوش ہو کر انھوں نے اس سال کا نام سَنَةُ الْفَتْحِ وَالْاِبْتِهَاج رکھا اور ایک روایت میں ہے سَنَةُ الْفَرَحِ وَالْاِبْتِهَاج یعنی کشائش اور مسرت کا سال، سبحان اللہ تولد شریف کا سال ایسا میمون اور مسعود اور مہینہ ربیع از ہر ربیع کہتے ہیں بہار کو اور آپ خود از سرتاپا رحمت باری، نورٌ علیٰ نور،

زرّ ویش ماہ و سالش سبزہ زار است
بہار اندر بہار اندر بہار است

عبد المطلب تولد شریف کے مژدۂ جاں نثار کو سن کر بہت خوش ہوئے فوراً آپ کے دیکھنے کو آئے، آپ کی والدہ شریفہ نے ان سے وہ تمام واقعات بیان کئے جو ولادت شریف کے بعد ظاہر ہوئے عبد المطلب نے کہا میرے فرزند کو مجھے دکھاؤ، پھر بڑی محبت سے آپ کی جبینِ مُبیں کا بوسہ لیا اور آپ کو گود میں لے کر بیت اللہ شریف لے گئے پھر عبد المطلب نے بہت اونٹ ذبح کئے اور اہلِ مکہ کو کھانا کھلایا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھانا عقیقہ کا تھا جو ساتویں دن ہوا تھا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ ناف بُریدہ ختنہ کردہ اور مُصَفَّا پیدا ہوئے تھے

بریدہ ناف بیروں شد زِ پردہ ... زِ مادر نیز آمد ختنہ کردہ

آپ کی والدہ شریفہ کو خواب میں بشارت ہو چکی تھی اور آپ کے جد امجد نے بھی عظیم الشان خواب دیکھا تھا اس لئے انھوں نے آپ کا اسم شریف محمّد رکھا، قریش کے سربرآوردہ اور بڑے بوڑھوں نے عبد المطلب سے کہا تم نے اپنے پوتے کا نام محمد کس واسطے رکھا۔ تمہارے باپ دادا میں کسی کا بھی یہ نام نہ تھا اور نہ تمہاری قوم میں کسی نے آج تک یہ نام رکھا ہے، آپ نے جواب دیا کہ میں نے یہ نام اس وجہ سے اپنے بچے کا رکھا ہے کہ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ اور زمین پر اس کی مخلوق ان کی تعریف کرے۔

بات عبد المطلب نے کیا کہی ... خلق پر سچ کہتی ہے وہ الہام ہے
رب کریں تعریف اور بندے کریں ... اس لئے رکھا محمد نام ہے

معلوم ہونا چاہیئے کہ لفظ مبارک محمد بابِ تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ روض الانف میں لکھا ہے کہ یہ اسم شریف صفت سے منقول ہے لہٰذا اس کے معنیٰ ہیں مُدِحَ کَرَّۃً بَعْدَ مَرَّۃٍ یعنی جس کی مدح بار بار کی گئی ہو یہ مبارک نام ابتداءً آپ ہی کا رکھا ہے اور جس معنوی مناسبت سے رکھا گیا ہے وہ کتنا درست آیا ہے صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ وَّ آنٍ، حسان بن ثابت جو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مداح اور شاعر تھے اور جن کے واسطے مسجد شریف نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر رکھواتے تھے اور وہ اس پر کھڑے ہو کر مدحیہ قصائد آپ کو سناتے تھے، آپ کی تعریف میں کہتے ہیں ؎

وَضَمَّ الْاِلٰہُ اسْمَ النَّبِیِّ اِلٰی اسْمِہٖ | اِذَا قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْھَدُ
وَشَقَّ لَہٗ مِنِ اسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ | فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَھٰذَا مُحَمَّدٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے اپنے نبی کے نام کو ملا دیا ہے جبکہ موذن پانچوں وقت اشہد کہتا ہے اور اللہ نے آپ کی تعظیم اور تکریم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے نام میں سے آپ کا نام نکالا ہے، خداوند عرش محمود ہے اور یہ ذات والا صفات محمدؐ ہے، یعنی حق تعالیٰ کی حمد و ثنا سب کرتے ہیں اور وہ محمود ہے کیونکہ جس کی تعریف کی جائے وہ محمود ہے اور لفظ محمود میں سے واؤ ہٹا دو تو لفظ مبارک محمد نکل آتا ہے۔

ثُوَیبہ اَسلمیہ نے آپ کے تولد شریف کی مبارک خبر جا کر ابولہب کو سنائی اس نے خوش ہو کر ثُوَیبہ کو آزاد کر دیا، اس خوشی منانے کا یہ اثر ہوا کہ ہر پیر کو دوزخ میں ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

امام القراء حافظ ابن جزری کہتے ہیں جبکہ ایک کافر کو آپ کے تولد شریف کی خوشی منانے کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے تو پھر اگر ایک مُوحّد مسلمان آپ کے شب تولد کو خوشی کا اظہار کرے اور آپ کی محبت میں خیرات و مبرات کرے تو یقین ہے کہ مولائے کریم اس کو اپنے فضل عمیم اور جناتِ عظیم میں داخل کرے گا۔

جو دل سے پردۂ غفلت ہو دور آپ سے آپ | نصیب دل ہو دوام حضور آپ سے آپ
کھلے گا داغ محبت ضرور آپ سے آپ | اس آفتاب کا ہوگا ظہور آپ سے آپ
ہمارا مزرع دل تو نہیں ہے لائق بذر | مگر قبول کرے برق طور آپ سے آپ
ترے خیال میں آنکھیں ہیں خود بخود روشن | ہے تیرے ذکر میں دل کو سرور آپ سے آپ
بہ سانِ سایۂ دیوار تیرے کوچہ میں | نہ ہوں گے ہم درِ دولت سے دور آپ سے آپ

حبیبِ حضرتِ موسیٰ محبِّ احمد سے　　　　احد کو ڈھونڈتی ہے برق طورآپ سے آپ

مفسرین نے وَالضُّحیٰ وَاللَّیلِ اِذَا سَجیٰ کی تفسیر میں لکھا ہے ضُحیٰ سے وہ چاشت کا وقت مراد ہے جس میں طورپر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا تھا اور لیل سے وہ رات مراد ہے جس میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف ہوئی ہے حضرت جعفر صادق سے منقول ہے کہ لیل سے مراد شبِ معراج شریف ہے۔ بعض علمار نے کہا ہے کہ ضُحیٰ سے مراد آپ کا روئے انور ہے اور لیل سے مراد آپکے گیسوئے عنبر ہے

وَالضُّحیٰ رمزے زروئے ہمچو ماہِ مصطفیٰ　　　　مَعْنِیِ وَاللَّیل گیسوئے سیاہِ مصطفیٰ

بعض علمار نے کہا ہے کہ شبِ قدر ایک بہت مبارک رات ہے اس رات اللہ کی رحمتیں اور اس کے فرشتے آسمان پر سے نازل ہوتے ہیں اُمَّتِ محمدیہ میں سے جو شخص اس مبارک رات کو پالیتا ہے وہ صاحب قدر اور منزلت ہو جاتا ہے لیکن آپ کی اُمّت کے لئے شبِ ولادتِ شریف اس سے بھی اعلیٰ و اشرف ہے کیونکہ آپ ہی کے طفیل یہ قدر کی رات امتِ محمدیہ کو ملی ہے اور اس کے سوا کیا کیا مراتب ملے ہیں اور آپ کی رحمت تمام مخلوقات کو شامل ہے کیا اوّلین اور کیا آخرین۔

تو ہستی ذاتِ پاک و عین رحمت　　　　تو ئی پیوستہ اندر عین قربت
بہ صورت برتر از کون و مکانی　　　　تمامت واصلاں را جانِ جانی
چو دار و چوں توشاہے چوں نگردد　　　　کہ برباد تو بر گردوں بگردد
ز شوقت آفتاب از ذوق گرداں است　　　　کواکب نیز سرگرداں و حیراں است
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً　　　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

آٹھواں محسنہ رضاعت اور شقِّ صدر کے بیان میں

آپ کی والدہ شریفہ نے آپ کو سات دن یا نو دن دودھ پلایا، پھر ثُوَیبَہ اَسْلَمِیَہ نے حلیمہ سعدیہ کے آنے تک تقریباً چار مہینے دودھ پلایا اور پھر حلیمہ سعدیہ نے آخیر تک آپ کو دودھ پلایا بعض علمار نے کہا ہے کہ جب آپ حلیمہ کے پاس تھے آپ کو اُمِّ فَرْوَہ اور ایک دوسری عورت نے بھی دودھ پلا دیا تھا، اور تین عورتوں نے بھی جن میں سے ہر ایک کا نام عاتکہ تھا آپ کو تھوڑا تھوڑا دودھ پلادیا تھا اور ان ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے اَنَا ابْنُ الْعَوَاتِکِ یعنی میں تین عواتک کا پسر ہوں اور بعض علمار نے کہا ہے کہ آپ کی موروثی کنیز اُمِّ ایمن نے بھی آپ کو کچھ دودھ پلایا ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے اُمِّ اَیمن نے آپ کی خدمت اور حفاظت

میں حصہ لیا ہے۔

حافظ ابونعیم دلائل النبوہ میں حلیمہ سعدیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں کچھ اور عورتوں کے ساتھ مکہ مکرمہ گئی۔ تاکہ دودھ پلانے کے واسطے بچوں کو حاصل کریں، میں جس سواری پر گئی تھی وہ ازحد لاغر اور کمزور ہو گئی تھی اور میرا دودھ اتنا تھوڑا تھا کہ میرے اپنے بچے عبداللہ کو کافی نہ ہوتا تھا۔ جس وقت میں نے آپ کی والدہ شریفہ سے آپ کو دودھ پلانے کے واسطے لیا اور میں نے آپ کو اپنی چھاتی سے لگایا میں یہ دیکھکر حیران رہ گئی کہ میری چھاتیاں دودھ سے بھر گئی تھیں اور ان میں اتنا دودھ تھا کہ میں نے آپ کو اور اپنے بیٹے کو شکم سیر کر کے دودھ پلایا اور دودھ تمام نہ ہوا۔

پھر حلیمہ سعدیہ آپ کو اپنے قبیلہ بنی سعد دودھ پلانے لے گئیں۔ وہی سواری جو کمزوری کے باعث چل نہ سکتی تھی، اب جاتے وقت سب سے آگے تھی آپ کے قدوم برکت لزوم سے اس قبیلہ کو بہت زیادہ برکات حاصل ہوئیں۔

تو جہاں جائے وہاں کیونکر نحوست آئے	ماہ کے سامنے کیا دخل کہ ظلمت آئے
ابرِ رحمت کا اگر قطرہ فشاں ہو تو زمیں	کیوں نہ سرسبز ہو ہر نخل کو فرحت آئے

جو بیمار ہوتا حلیمہ آپ کا دستِ مبارک لگا دیتیں شفا پا جاتا، لڑکپن سے عدالت اور انصاف کی رعایت ایسی تھی کہ کبھی بائیں چھاتی سے جو دودھ شریک بھائی کا حصہ تھا دودھ نہ پیا آپ نے کپڑوں میں بول و براز نہیں کیا، دن رات میں مقررہ اوقات پر آپ بول و براز کرتے تھے، ہمیشہ اپنی شرمگاہ چھپائے رکھتے تھے اگر کبھی ظاہر ہو جاتی تو غیب سے چھپ جاتی نہ آپ نے کسی کا ستر دیکھا اور نہ کسی نے آپ کا، یہاں تک کہ ولادت شریف کے وقت ایک ہاتھ چشم مبارک پر تھا اور دوسرا ستر پر، فرشتے آپ کو جھولا جھلاتے تھے، ماہتاب آپ سے باتیں کرتا تھا۔

شواہد النبوہ میں لکھا ہے کہ جب آپ دو مہینے کے ہوئے گھٹنوں چلنے لگے، تین مہینے کے ہوئے تو کھڑے ہونے لگے اور چار مہینے کے ہوئے تو چلنے لگے، جب آپ آٹھ مہینے کے ہوئے بولنے لگے، بات کی ابتدا آپ نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ سے کی اور جب نو مہینے کے ہوئے تو بڑی فصاحت سے کلام فرمانے لگے۔

شقِ صدرِ شریف

ابھی آپ بی بی حلیمہ کے پاس تھے کہ شق صدر واقع ہوا، علماء نے کہا ہے کہ اس وقت آپ کی

عمر شریف قریب ڈھائی سال کے تھی اور محمد بن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر شریف چار سال یا اس سے کچھ زیادہ تھی، ابن سعد کی روایت کی تقویت اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس واقعہ کے بعد حلیمہ نے آپ کو لے جاکر آپ کی والدہ شریفہ کے سپرد کردیا۔ ابن عباس سے واقدی روایت کرتے ہیں کہ جس وقت آپ کو حلیمہ واپس لائی ہیں آپ کی عمر شریف پانچ سال کی تھی غالباً ابن سعد ہی کی روایت پر نظر کرتے ہوئے بچوں کی بسم اللہ اس عمر میں کرائی جاتی ہے۔

ایک دن آپ اپنے دودھ شریک بھائی ضُمیرہ کے ساتھ پہاڑ پر گئے۔ علامہ حلبی نے لکھا ہے کہ ان کا نام عبداللہ تھا چونکہ وہ بدن کے دُبلے تھے اس لئے ان کا نام ضُمیرہ پڑ گیا تھا وہاں جبریل میکائیل اور اسرافیل برف سے بھرا ہوا زرین طشت لیکر آپ کے پاس پہنچے آپ کو پہاڑ پر لٹایا۔ اور آپ کے سینۂ اقدس کو ناف تک شق کیا، پھر آپ کا دل نکالا اور اس میں سے سیاہ نقطہ دور کرکے برف سے دھوکر اپنی جگہ پر رکھدیا اور کہا شیطان کا حصہ تم سے دور کیا پھر زخم پر ہاتھ پھیر کر اچھا کرکے چلے گئے، ضمیرہ نے جب یہ حال دیکھا فوراً اپنی والدہ کو جاکر خبر دی وہ اپنے شوہر کو جن کا نام حارث تھا ساتھ لے کر اسی وقت آپ کے پاس پہنچیں آپ کو خوش وخرم بیٹھا پایا، جسم شریف پر زخم اور درد کا کوئی نشان نہ تھا حیران ہوکر ماجرا پوچھا، آپ نے تبسم فرمایا اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا اور پھر ارشاد کیا اب تک میرے بدن میں سردی کے آثار موجود ہیں، اس وقت آپ کے بدنِ اطہر سے ایسی خوشبو پھیل رہی تھی کہ جس کو دنیا کی کوئی خوشبو نہیں پہنچ سکتی۔

علماء نے کہا ہے دوسری مرتبہ شق صدر غارِ حرا میں ہوا تاکہ آپ بارِ وحی کو قوت قلب سے اٹھاسکیں اور تیسری مرتبہ شق صدر آسماں پر جانے سے پہلے معراج شریف کی شب کو ہوا تاکہ آپ مناجات باری تعالیٰ کے واسطے تیار ہوجائیں۔

بی بی حلیمہ کا آپ کو واپس مکہ لانا

اس واقعہ کے بعد بی بی حلیمہ نے مناسب جانا کہ آپ کو لے جاکر آپ کے دادا کے سپرد کردیں، اس وقت آپ کی عمر شریف پانچ سال کی تھی، بی بی حلیمہ آپ کو لے کر مکہ کو روانہ ہوئیں جب مکہ کے قریب پہنچیں تو لباس تبدیل کرنے میں مشغول ہوئیں، فارغ ہونے کے بعد آپ کو سواری میں نہ پایا، غمگین ہوکر آہیں بھریں اور تلاش میں مصروف ہوئیں جب کہیں نشان نہ پایا تو رونا شروع کیا۔

اوجھل آنکھوں سے جو مہ پارا مرا پیارا ہوا ۔۔۔ دل ہوا ٹکڑے جگر ماتم سے مہد پارا ہوا

شعلۂ رُخ کون دکھلا کر گیا یارب مجھے　　　سوزشِ ہجراں سے جو دل جل کے انگارا ہوا

جس وقت عبد المطلب کو یہ خبر پہونچی چند سوار لے کر تلاش کو نکلے، اسی اثنا میں فرشتے آپ کو ایک درخت کے نیچے لاکر بٹھا گئے اتفاق سے عبد المطلب کا گزر ادھر سے ہوا۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک طفل مہ پارا مسرت نظارا درخت کے سایہ میں بیٹھا ہے حیران ہوکر دریافت کیا، تم کون ہو؟ آپ نے بڑی فصاحت اور طلاقت سے جواب دیا، میں افصح عرب و عجم ہوں میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں، یہ بشارت سن کر عبد المطلب فوراً سواری پر سے اترے اور آپ کی جبین مبین کا بوسہ لیا اور آپ کو گود میں لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر چند گھڑی میں اپنے گھر پہونچے، ابن عباس سے روایت ہے کہ عبد المطلب نے آپ کے مل جانے کی خوشی میں اونٹ ذبح کرکے اہل مکہ کو کھانا کھلایا اور بی بی حلیمہ کو بہت کچھ تحفہ اور تحائف دے کر مرخص کیا۔

اس کے بعد آپ کی والدہ شریفہ آپ کی تربیت میں مشغول ہوئیں وہ آپ کو لے کر مدینہ منورہ گئیں وہاں آپ کے دادا عبد المطلب کی ننھیال تھی امّ ایمن جو آپ کی موروثی کنیز تھیں ساتھ تھیں ایکماہ آپکی والدہ شریفہ نے وہاں قیام کیا۔ وہاں یہود نے آپ کو دیکھ لیا اور پہچان لیا کہ یہ نبی آخر زمان ہیں۔ اس واقعہ کا علم جب آپ کی والدہ شریفہ کو ہوا انھوں نے وہاں مزید قیام کرنا مناسب نہ جانا اور آپ کو لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئیں راستہ میں وہ علیل ہوئیں اور مقام ابوا میں انھوں نے انتقال فرمایا، یہ مقام مدینہ اور مکہ کے درمیان واقع ہے کچھ مدینہ سے قریب تر ہے، اس وقت آپ کی عمر شریف چھ سال یا سات سال کی تھی وہاں سے امّ ایمن آپ کو لے کر مکہ مکرمہ عبد المطلب کے پاس پہنچیں اور آپ اپنے جد امجد کے زیر سایہ تربیت پانے لگے، امّ ایمن کو آپ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا، امّ ایمن نے آپ کی خدمت شریف خوب ہی کی، سیرت حلبی میں لکھا ہے کہ آپ امّ ایمن سے فرمایا کرتے تھے کہ میری ماں کے بعد تم میری ماں ہو، بعد میں آپ نے ان کو آزاد کرکے ان کا نکاح زید بن حارثہ سے جن کو آپ نے فرزندیت کا شرف بخشا تھا، کر دیا۔ اُسامہ اُن ہی سے پیدا ہوئے اُسامہ کو حِبُّ ابنِ حِبِّ النبی کہا کرتے تھے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب اور محبوب کا فرزند۔

جب عمر شریف آٹھ برس کو پہونچی عبد المطلب نے انتقال کیا اور ابو طالب نے بموجب اپنے والد کی وصیّت کے آپ کی پرورش شروع کی، ابو طالب آپ کے حقیقی چچا تھے اور آپ کے والد سے عمر میں بڑے تھے، ابو طالب نے اپنے والد کی وصیّت پر جیسا چاہیئے تھا عمل کیا، اور آپ کے حقِّ پرورش کو آخر دم تک خوب اچھی طرح ادا کیا۔

ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں قحط پڑا، بارش کی قلّت ہوئی، ابو طالب آپ کو لیکر بیت اللہ شریف گئے آپ نے بیت اللہ شریف سے اپنی پشتِ مبارک لگائی اور آسمان کیطرف ہاتھ اٹھائے فوراً آسمان پر بادل چھاگئے اور خوب

پانی پڑا، اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابوطالب آپ کی تعریف میں کہتے ہیں۔

وَاَبیَضَ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجھِہٖ | ثِمَالُ الیَتَامیٰ عِصمَۃٌ لِلاَرَامِلِ
یَلُوذُ بِہِ الھُلَّاکُ مِن اٰلِ ھَاشِمٍ | فَھُم عِندَہٗ فِی نِعمَۃٍ وَّفَوَاضِلِ

یعنی آپ کا ایسا مبارک سفید چہرہ ہے جس کے طفیل بادلوں سے برسنے کی استدعا کی جاتی ہے آپ کی ذات گرامی یتیموں کے لئے غیاث اور ملاذ ہے اور بیواؤں کے لئے جائے امن اور پناہ گاہ ہے، بنی ہاشم میں جو نادار اور پریشان حال ہوتے ہیں وہ آپ ہی کے سایۂ عاطفت میں راحت پاتے ہیں، ان عاجزوں کے لئے آپ کے پاس طرح طرح کی نعمتوں اور احسانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

آپ کی وجہ سے ابوطالب کے گھر میں ہمیشہ خیر و برکت رہنے لگی، آپ اگر کہیں باہر ہوتے تھے اور کھانے کا وقت آجاتا تھا، ابوطالب اپنے گھر والوں سے کہتے تھے، ابھی ٹھہر جاؤ میرے بیٹے کو آنے دو چنانچہ آپ کے تشریف لانے پر دسترخوان بچھتا تھا اور تھوڑی غذا میں سب کا پیٹ بھر جاتا تھا اگر پیالہ میں دودھ ہوتا تھا ابوطالب پہلے آپ کو نوش فرمانے کو کہتے تھے اور پھر شکم سیر ہو کر پیتے تھے اور اگر آپ دسترخوان پر نہ ہوتے تھے تو وہ مقدار دودھ کی یا غذا کی ایک یا دو نفر کو کافی نہ ہوتی تھی۔

لکھوں کیا رتبہ سرور کہ خوانِ نعمت حق پر
وُہی ہیں بالِاَصالت اور جو ہے سو طُفَیلی ہے

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّم دَائِمًا اَبَدًا | عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِّھِمِ

۹ نواں محسنہ ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر کرنے کے بیان میں

جب آپ کا سنِ مبارک بارہ برس کا ہوا، ابوطالب نے تجارت کی غرض سے ملک شام کا ارادہ کیا، آپ کو بھی ساتھ لیا، راستہ میں ایک دَیر پڑتا تھا۔ وہاں کے راہب نے ابوطالب سے پوچھا یہ لڑکا کون ہے، انھوں نے کہا یہ میرا فرزند ہے، راہب بولا یہ بات صحیح نہیں ہوسکتی۔ یہ لڑکا یتیم معلوم ہوتا ہے، ابوطالب نے اقرار کیا، راہب نے ان کو وصیت کی کہ ان کو یہود سے بچاؤ وہاں سے قافلہ روانہ ہو کر بُصریٰ پہنچا یہ ملک شام کی سرحد پر ایک شہر ہے۔

ابن عساکر اور بعض علماء نے کہا ہے کہ شہر بُصریٰ سے چھ میل کے فاصلہ پر اس کے مضافات میں ایک گاؤں تھا جو کفر کے نام سے مشہور تھا۔ کَفَر چھوٹی سی بستی اور گڑھی کو کہتے ہیں۔

اس بستی میں نصاریٰ کا ایک بڑا عبادت خانہ تھا اور اس میں جرجیس راہب رہا کرتا تھا اس راہب کی شہرت بحیرا کے نام سے تھی یہ عیسائیوں کا بڑا عالم تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ یہودی تھا۔ علامہ حلبی نے انسان العیون میں لکھا ہے ہو سکتا ہے کہ اس کا نسب یہودی ہو اور مذہب عیسائی ہو، یہ راہب بہت کم کسی سے ملتا تھا عرب کے قافلے شام کو آتے جاتے اس راہب کے عبادت خانہ کے پاس پڑاؤ ڈالا کرتے تھے چنانچہ ابو طالب کا قافلہ بھی وہاں آکر ٹھیرا۔

جس وقت یہ قافلہ آرہا تھا بحیرا کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اس نے پتھر اور درخت کو قافلہ کی طرف سجدہ کرتے دیکھا وہ سمجھ گیا کہ اس قافلہ میں نبی آخر زماں کی ذات گرامی ہے اس کو آپ کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔

دیدارِ محمد کی طلب کس کو نہیں ہے
مولیٰ نے بلایا ہے انھیں عرش بریں پر

اس نے صرف آپ کی وجہ سے تمام قافلہ کی دعوت کی۔ اس نے اہلِ قافلہ کو کہلا بھیجا کہ آج تم سب خورد و کلاں میرے مہمان ہو، چنانچہ امیر و غریب چھوٹے بڑے سبھی اس کے گھر دعوت پر گئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف قافلہ والوں میں سب سے کم تھی، آپ ایک درخت کے سایہ میں استراحت فرما رہے تھے بچہ سمجھ کر کسی نے آپ کو بیدار نہ کیا اس لئے آپ نہ جا سکے، بحیرا نے ہر ایک مہمان کو بڑے غور سے دیکھا کسی میں بھی نبوت کے انوار نہ پائے وہ متحیر ہوا اور دریافت کیا کہ تم میں سے کیا کوئی شخص رہ گیا ہے اس سے کہا گیا کہ عبد المطلب کی اولاد میں سے ایک لڑکا جو چھوٹی عمر کا ہے رہ گیا ہے بحیرا نے کہا کتنی بری بات ہے کہ تم سب تو آجاؤ اور ایک بچہ کو چھوڑ آؤ۔ جاؤ اس کو لاؤ، یہ سن کر آپ کے سب سے بڑے چچا حارث بن عبد المطلب اٹھ کر گئے۔ اور آپ کو لاکر دسترخوان پر اپنے پاس بٹھایا، بحیرا کی نظر آپ ہی پر لگی رہی وہ آپ کی ہر بات کو بہت ہی غور سے سنتا رہا، جب سب کھانا کھا چکے اور اٹھ کر جانے لگے بحیرا آپ کے پاس آیا، اور آپ سے کہا میں تم کو لات و عزیٰ کا واسطہ دیتا ہوں تاکہ جو کچھ میں تم سے دریافت کروں تم اس کا جواب مجھ کو دو، لات و عزیٰ اہلِ مکہ کے سب سے بڑے دو بت تھے چونکہ اہلِ مکہ ان دو بتوں کے نام کی قسم کھاتے تھے اس لئے بحیرا نے ان کا واسطہ دیا۔ آپ نے فرمایا لات و عزیٰ کا واسطہ دے کر مجھ سے کچھ دریافت نہ کرو، قسم ہے اللہ کی مجھ کو جتنی نفرت ان بتوں سے ہے اتنی نفرت دوسری کسی شئے سے نہیں ہے، بحیرا نے یہ سن کر کہا

ل بحیرا کے با کا فتحہ اور حا کا کسرہ آخر میں را مقصورہ بروزن نصیرا ہے جیسا کہ برہان قاطع اور انسان العیون اور ترمذی کے حاشیہ میں لمعات سے نقل کر کے لکھا ہے۔

میں اللہ کا واسطہ دے کر تم سے دریافت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا، اب جو چاہو دریافت کرو میں بہ خوشی تم کو جواب دوں گا، بحیرا نے آپ سے سارے احوال دریافت کئے کیا بیداری کے اور کیا خواب کے، آپ نے سب کا جواب دیا، پھر بحیرا نے آپ کی پشتِ مبارک کھول کر مُہرِ نبوت کا بوسہ لیا، مہمانی کا مقصد یہی تھا۔

بحیرا کی قسمت کا کہنا ہی کیا ہے ۔۔۔ محمد ہوئے اس کے مہمان کیسے
عقیدت کی دی اس نے پہلے سلامی ۔۔۔ کیا پھر رسالت کا اعلان کیسے
محبت سے مُہرِ نبوت بھی چومی ۔۔۔ خدا نے کئے اس پہ احسان کیسے
ضیافت ہے کیا شے اگر جان دیتا ۔۔۔ نکلتے یہ سب دل کے ارمان کیسے

بحیرا نے ابو طالب سے دریافت کیا۔ یہ لڑکا تمہارا کون ہے۔ انھوں نے کہا میرا فرزند دلبند ہے بحیرا نے کہا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہ تمہارے پسر ہوں ان کے والد کو زندہ نہ ہونا چاہیئے یہ سن کر ابو طالب نے کہا درست کہتے ہو یہ میرے چھوٹے بھائی کے نورِ بصر ہیں اور میرے گھر کا چراغ ہیں۔ ابھی یہ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے کہ ان کے والد انتقال کر گئے اور کئی سال ہوتے ہیں کہ ان کی والدہ بھی رحلت کر گئیں، بحیرا نے کہا تم درست کہتے ہو، مجھ کو اپنی کتابوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہ لڑکا بڑی شان کا ہوگا۔ خدا کے واسطے تم ان کو یہود سے بچاؤ ان کو شام کی طرف ہرگز نہ لے کر جاؤ اگر یہود کو ان کا پتہ چل گیا تو تم بڑی مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ یہود ان کے دشمن ہیں یہ کہہ کر بحیرا نے آپ کے دستِ مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہا، یہ سید العالمین ہیں یہ رسولِ ربّ العالمین ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ تمام عالم کے واسطے رحمت بنا کر بھیجے گا، یہ سن کر قریش کے بڑے بوڑھوں نے بحیرا سے دریافت کیا تم کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی، بحیرا نے کہا جس وقت تمہارا قافلہ اس ٹیلہ پر سے آ رہا تھا میں نے دیکھا کہ تمام پتھر اور درخت سجدہ میں پڑ گئے، پتھر اور درخت سوائے نبی کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ ابر آپ پر سایہ کر رہا تھا اور میں نے یہ بات بھی دیکھی کہ یہ پیچھے رہ گئے تھے تم سب آکر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے یہ بعد میں پہونچے سایہ میں جگہ نہ پا کر دھوپ میں کھڑے ہو گئے درخت نے فوراً اپنی ٹہنیاں ان کی طرف جھکا دیں اور ان پر سایہ کر دیا۔ ان سب باتوں کے علاوہ یہ مُہرِ نبوت جو آپ کی پشتِ مبارک پر ہے آپ کی نبوت پر روشن دلیل ہے۔

پتھر کریں سلام جنھیں اور شجر کریں ۔۔۔ معلوم ان کا مرتبہ کیا ہم بشر کریں
پر اتنا جانتے ہیں نبی کی یہ بات ہے ۔۔۔ شاخ شجر جھکے وہ جدھر بھی گزر کریں

بحیرا کے اصرار پر ابو طالب نے شام کا ارادہ ملتوی کیا، اسی جگہ تجارت کا مال فروخت کر کے مکہ مکرمہ کو معاودت کی ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ادنیٰ مرتبہ تھا کہ ابر آپ کے سر مبارک پر سایہ کرتا تھا اور ہر قسم کی گھاس اور درخت

اور تمام پتھر سجدہ کرتے تھے اور کوئی پرندہ آپ کے سر مبارک پر سے نہیں اڑ سکتا تھا اور آپ کے پسینہ میں عطر سے بڑھکر خوشبو تھی ؎

غضب ہے خوشبو کو اس کے کوئی جو سونگھے دل سے وہ پھر بھلائے
گلی نبوت وہ جس کا رافت ہر ایک پتہ پتا بتا دے

یا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

دسواں محسنہ حضرت خدیجہ سے نکاح اور اولاد امجاد اور حجرِ اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کا بیان

جب آپ کی عمر شریف پچیس برس کو پہنچی ایک دن آپ کے چچا ابو طالب نے آپ سے کہا اے میرے فرزند، گھر میں تنگی اور عسرت ہے خدیجہ دختر خویلد مالدار ہے وہ مضاربت پر اپنا مال دیتی ہے اور لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں تمہاری دیانت اور امانت داری مشہور ہے سب تم کو امین کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اگر تم مضاربت پر خدیجہ سے مال لو گے وہ بہت خوشی سے تم کو مال دیں گی، آپ نے فرمایا اگر خدیجہ اپنا مال دیں گی میں لے جاؤں گا۔ آپ کے اس ارشاد کا علم خدیجہ کو ہو گیا انھوں نے آپ سے مضاربت پر مال لے جانے کی التدعا کی، آپ راضی ہو گئے اور تجارت کا مال لے کر شام کو روانہ ہوئے۔ خدیجہ کا غلام مَیْسَرَہ آپ کے ہمرکاب تھا۔ جس وقت قافلہ بُصْرٰی پہنچا آپ ایک درخت کے سایہ میں قدرے استراحت فرمانے لیٹ گئے نسطورا راہب کی نظر آپ پر لگی رہی۔ وہ آپ کو پہچان گیا کیونکہ آتے وقت اس نے ابر کو آپ پر سایہ کرتے دیکھا تھا، نسطورا میسرہ سے ہلا اور آپ کے متعلق دریافت کیا پھر وہ بڑے ادب سے آپ کے قریب آیا اور آپ کے دست و پا کو بوسہ دیا۔

خنک شد چشم و جاں مسرور گردید ــــــ چو دست و پائے آں سرور بوسید

پھر اس نے عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے ان تمام علامتوں کو جن سے آپ کی نبوت کا پتہ چلتا ہے اور کتب قدیمہ سے مجھ کو ان کا علم ہوا ہے آپ میں پائی ہیں۔ صرف ایک علامت کا دیکھنا باقی ہے اگر آپ اپنی پشت مبارک کھول کر مجھکو دکھا دیں تو دلی تمنا بر آئے آپ نے اس کی التجا منظور کی اور پشت مبارک کھول کر اس کو دکھائی اس نے مُہرِ نبوت کا بوسہ لیا اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم اس کے نبیِ اُمّی رسول ہو، جس کی بشارت حضرت عیسٰی علیہ السلام دے گئے ہیں ؎

جس کی نگہ رُخ پہ تیرے پڑ گئی   برقِ تجلی پہ نظر گڑ گئی
کہنے لگا وہ کہ بلا شک و ریب   اَنتَ نَبِیٌّ کَاشِفُ اَسرارِ غَیب

آپ نے وہاں تجارت کا مال فروخت کیا، بہت زیادہ نفع ہوا اور وہاں سے آپ نے مکہ مکرمہ کو مراجعت فرمائی۔ میسرہ اثنائے سفر میں آپ کے خوارق دیکھتا رہا، وہ دل وجان سے آپ کا غلام ہوگیا کہ پہونچ کر اس نے تمام واقعات اور خوارق کا ذکر خدیجہ سے کیا، آپ کی امانت داری، اور راست گفتاری کا علم تو بہت پہلے ہی سے ان کو تھا اب جو احوال شریفہ میسرہ نے سنائے آپ کی محبت ان کے دل میں بڑھی۔ اور انھوں نے آپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، آپ نے اپنے مہربان چچا ابو طالب سے ذکر کیا وہ بہت خوش ہوئے چنانچہ اُنھوں نے آپ کا نکاح حضرت خدیجہ سے کر دیا پچیس سال حضرت خدیجہ حیات رہیں جب آپ کا سن مبارک پچاس سال کا ہوا اور نبوت کا دسواں سال تھا آپ داخل بہشت ہوئیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے بارہویں سال معراج شریف کے واقعہ کے بعد آپ رحلت فرمائے خلد بریں ہوئیں، ان کی حیات میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ان سے متولد ہوئے۔ بعض علماء نے لکھا ہے۔ کہ صاحبزادے بھی چار تھے۔ قاسم[1]، زینب[2]، رُقیہ[3]، اُم کلثوم[4]، فاطمہ[5] اور عبد اللہ[6]، طیب اور طاہر عبد اللہ کے القاب شریفہ تھے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ طیب اور طاہر عبد اللہ کے سوا دو فرزند اور تھے ان کے سوائے ماریہ قبطیہ سے ذی الحجہ ۸ھ ہجری کو ابراہیم متولد ہوئے پندرہ ماہ کے ہو کر ۱۰ھ ہجری کو انتقال فرما گئے باقی ازواج مطہرات میں کسی سے اولاد نہیں ہوئی

جب آپ کی عمر بقول مختار پینتیس برس کو پہنچی قریش نے کعبہ معظمہ کو توڑ کر از سرِ نو بنایا آپ بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے اور حجرِ اسود کو آپ نے اس کی جگہ رکھا۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

---

[1] قاسم ہی کے مبارک نام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم تھی خورد سالی میں انتقال فرمایا [2] زینب کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے ہوا دو بچے ہوئے علی ـــــ اور انھوں نے جوانی کے قریب انتقال کیا اُمامہ ان کا نکاح حضرت فاطمہ کے بعد پہلے حضرت علی سے ہوا پھر اوروں سے ہوا اولاد بھی ہوئی لیکن نسل نہیں چلی زینب کا انتقال آپ کی حیات میں ہوا [3] رقیہ کا نکاح پہلے آپ نے اپنے فرزندِ عم عتبہ پسر ابولہب سے کیا پھر حضرت عثمان سے کیا ان سے ایک پسر عبد اللہ متولد ہوئے خورد سالی میں انتقال ہوا اور رقیہ نے بھی رحلت فرمائی [4] ام کلثوم کا نکاح پہلے عتیبہ پسر ابولہب سے آپ نے کیا پھر رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان سے کیا یہ بھی آپ کی حیات میں فوت ہوئیں [5] فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کیا ان کی اولاد معروف ہے اور نسل باقی ہے آپ کی رحلت کے چھ ماہ بعد انتقال فرمایا [6] عبد اللہ کی ولادت شریف نبوت کے بعد ہوئی خورد سالی میں انتقال کیا، طیب اور طاہر ان کے مبارک القاب تھے بعض علماء کا قول ہے کہ یہ دوسرے دو فرزند تھے جو حضرت خدیجہ سے ہوئے تھے۔

گیارھواں محاسنہ نبوت کے بیان میں

جس وقت نبوت کا آفتاب جہاں تاب طلوع کے قریب ہوا آپ سچی خوابیں دیکھنے لگے جو رات کو دیکھتے صبح کو معائنہ فرماتے، دنیا سے منہ پھیر کر خلوت میں اللہ کی یاد فرمانے لگے ہر درخت اور پتھر بہ آواز آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کہنے لگا۔

محمد بن اسحاق علامہ بیہقی اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ جب آپ کی عمر شریف چالیس برس کی ہوئی خواب میں آپ کو وحی ماہ ربیع الاول میں ہوئی اور پھر چھ ماہ بعد ماہِ رمضان میں حضرت جبریل آپ کے پاس وحی لے کر پہنچے اس قول کے بموجب نبوت کا زمانہ بائیس سال چھ ماہ ہے اور چھ ماہ نبوتِ خواب کا زمانہ ہے حافظ ابن عبد البر اور دوسرے اکابر نے کہا ہے کہ جب آپ کی عمر شریف انتالیس سال چھ ماہ کی ہوئی ماہِ رمضان میں آپ کو خواب میں وحی ہوئی اور پھر چھ ماہ بعد جب آپ کی عمر شریف چالیس برس کی ہوئی ماہ مبارک ربیع الاول میں جبریل آپ کے پاس وحی لے کر پہنچے، اس قول کی رو سے نبوت کا زمانہ پورے تئیس سال ہے اور چھ ماہ خواب کی نبوت کا زمانہ اس کے علاوہ ہے۔

آپ غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے حضرت جبریل وحی لے کر آپ کے پاس پہنچے سورۂ اقرأ مَالَمْ یَعْلَمْ تک آپ کو تعلیم دی اس کے بعد تین برس تک آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی آپ کو اس کا بڑا رنج تھا۔ کبھی آپ خیال فرماتے تھے کہ پہاڑ کی چوٹی پر سے اپنے کو گرا کر ہلاک کردیں اس خیال کے آتے ہی حضرت جبریل حاضر ہو کر آپ کو تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے تم اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہو، تین سال کے بعد سورۂ مدثر نازل ہوئی اور پھر پے بہ پے وحی نازل ہونے لگی۔

عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں، مردوں میں حضرت ابوبکر، لڑکوں میں حضرت علی، غلاموں میں حضرت بلال اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ۔

آپ نے اللہ کا پیام اس کے بندوں کو پہنچایا۔ کافروں پر یہ بات بہت شاق گزری۔ ان بدبختوں نے طرح طرح سے آپ کو ستانا شروع کیا۔ ایک دن آپ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ بدبخت عُقبہ بن اَبی مُعیط نے آکر آپ کو ہر دو شانوں سے پکڑا اور اپنا پٹکا آپ کے نازنین گلے میں ڈال کر بہت شدت سے گھونٹا۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر تشریف لے آئے اور چلا کر بولے اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ یعنی آیا تم اس شخص کو مار ڈالتے ہو جو کہتا ہے میرا پالنے والا اللہ ہے اور پھر جبکہ وہ کھلی نشانیاں بھی تمہارے پاس لایا، اور

یہ کہکر حضرت ابوبکر نے آپ کو اس بدبخت سے چھڑایا۔
ایک دن آپ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے قریش کی ایک جماعت بیٹھی آپ کو دیکھ رہی تھی وہ بولی اگر کوئی شخص اوجھڑی لاکر آپ پر ڈال دے تو لطف آئے۔ بدبخت عقبہ نے کہا یہ کام بڑے شوق سے میں کروں گا، چنانچہ وہ جاکر اوجھڑی لایا اور جب آپ سجدہ میں تشریف لے گئے اس نے پشت مبارک پر اوجھڑی رکھدی۔ اس خیال سے کہ نجاست پھیل نہ جائے آپ نے سجدہ سے سر مبارک نہ اٹھایا اور سجدہ ہی میں رہے یہاں تک کہ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کو خبر ہوئی اور انھوں نے آکر اوجھڑی اٹھائی۔

سید الشہداء عمِّ جنابِ مُصطفیٰ حضرت حَمزہ کا اسلام لانا

ایک دن آپ صفا کے پاس تشریف فرما تھے۔ رئیس الاشقیاء ابوجہل کا گزر اُدھر سے ہوا آپ کو دیکھکر اس بدبخت نے آپ کو بہت کچھ سخت وسست کہا آپ نے خاموشی اختیار فرمائی اور اپنے گھر تشریف لے آئے۔ عبداللہ بن جُدعان کی ایک لونڈی یہ ماجرا دیکھ رہی تھی۔ اتفاق سے اس نے آپ کے چچا حمزہ کو شکار سے آتے دیکھا اس وقت تک آپ مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے اس لونڈی نے اُن سے کہا اے اَبُوعُمَارَہ، تم اس وقت اگر اپنے برادر زادے محمد بن عبداللہ کی حالت دیکھتے تو تم کو کتنا رنج ہوتا وہ یہاں بیٹھے تھے اَبُوالحکم عَمرو بن ہِشَام یعنی ابوجہل کا گزر ہوا اور اس نے محمد کو بہت کچھ برا کہا وہ خاموش رہے اور اپنے گھر کو چلے گئے یہ سن کر حمزہ کے دل میں آپ کی محبت نے جوش مارا وہ غصہ میں بھر کر مسجد حرام گئے اور وہاں ابوجہل اپنے رفقاء کے ساتھ بیٹھا تھا آپ نے پہنچ کر اس کے سر پر بڑے زور سے اپنی کمان اٹھاکر ماری، وہ زخمی ہوا اور پھر اس سے کہا تم میرے بھتیجے محمد کو گالیاں دیتے ہو لو میں اُن کے دین پر ہوتا ہوں اور وُہی کہتا ہوں جو وہ کہتے ہیں اگر تم میں ہمت ہے تو ذرا میری تردید کرو، ابوجہل کے رفقاء نے ارادہ کرلیا کہ حضرت حمزہ پر حملہ کریں لیکن ابوجہل نے ان کو روکدیا اور کہا فی الواقع میں نے آج اُن کے بھتیجے کو بہت کچھ بُرا کہا ہے، حضرت حمزہ وہاں سے سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت عُمر فارُوق کا اسلام لانا

جب کفار کی ایذا رسانی حد سے تجاوز کرگئی آپ صفا کے نیچے دارِ اَرقَم میں اپنے اصحاب کو

لے کر جن کی تعداد انتالیس تھی پناہ گزیں ہو گئے۔ تقریباً ایک ماہ وہاں آپ نے قیام فرمایا، پھر آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ تو اسلام کو عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ایمان لانے سے عزت بخش آپ کی دُعا عمر کے حق میں مستجاب ہوئی اور وہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ابن عباس کہتے ہیں میں نے عمر سے اُن کے اسلام لانے کا واقعہ دریافت کیا انہوں نے کہا ایک دن سخت گرمی پڑ رہی تھی میں دوپہر کو کسی کام سے گھر سے نکلا مجھ کو راستہ میں ایک قریشی ملا اس نے کہا تم اپنے کو مذہب کا بڑا پابند سمجھتے ہو، اب تمہارے اپنے گھر میں کیا ہو رہا ہے میں نے دریافت کیا کہ معاملہ کیا ہے۔ اس نے کہا تمہاری بہن آمنہ اور اس کے شوہر سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اسلام لاچکے ہیں، یہ سن کر میں غصہ کی حالت میں اپنی بہن کے گھر روانہ ہوا۔

بعض روایات میں آیا ہے کافروں کے بھڑکانے سے عمر اپنے گھر سے ہتھیار بند ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی نیت سے نکلے تھے ان کو راستہ میں سعد بن ابی وقاص زہری ملے۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ان کو نعیم بن عبداللہ ملے جو بنی عدی میں سے تھے ملنے والے تھے ان سے دریافت کیا کہ اس وقت کہاں جا رہے ہو انہوں نے اپنے بڑے ارادے سے مطلع کیا وہ بولے اے عمر تم جیسا حقیر یہ کام کیا کرے گا اور خدانخواستہ اگر تم نے یہ کام کر بھی لیا تو کیا تم کو بنی ہاشم اور پھر بنی زہرہ یا بنی عبد مناف زندہ چھوڑ دیں گے، یہ سن کر عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے تم اسلام لاچکے ہو لہٰذا میں پہلے تمہارا ہی کام تمام کرتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا اے عمر تم میرا کیا کر سکتے ہو بے شک میں ایمان لاچکا ہوں، جاؤ پہلے اپنی بہن آمنہ اور ان کے شوہر سعید کی تو خبر لو یہ سن کر عمر غصہ کی حالت میں اپنی بہن کے گھر روانہ ہوئے، آمنہ اور ان کے شوہر خبابؓ بن الارتؓ سے سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ عمر کی آہٹ پا کر خباب اندر کوٹھری میں چھپ گئے اور یہ دونوں خاموش ہو بیٹھے۔ عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے تم دونوں مسلمان ہو گئے ہو، آمنہ نے کہا اگر تمہارے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں حق ہو تو اس کے قبول کرنے میں کون سی قباحت ہے یہ سن کر عمر نے سعید کو زمین پر گرا دیا۔ آمنہ اُن کو چھڑانے آئیں۔ عمر نے اُن کے منہ پر اس زور سے ہاتھ مارا کہ خون بہنے لگا۔ وہ جوشِ ایمانی میں بھر کر بولیں، اے عمر، کان کھول کر سن لو، ہم دونوں ایمان لاچکے ہیں پھر انہوں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور پھر کہا اب جو تمہاری مرضی میں آئے کرو، عمر نے جب آمنہ سے یہ الفاظ سنے اور ان کے چہرہ پر خون بہتا ہوا دیکھا سعید کو چھوڑ کر الگ ہو بیٹھے، پھر انہوں نے کہا، مجھ کو ذرا وہ تحریر دکھاؤ جس کو تم دونوں پڑھ رہے تھے آمنہ نے کہا تم ناپاک ہو، پہلے نہاؤ وضو کرو اور پھر اللہ کے کلام کو ہاتھ لگاؤ، عمر فوراً اٹھے اور نہا دھو کر آئے اور اپنی بہن سے وہ مبارک تحریر لی انہوں نے سورہ طٰہٰ کو ابتدائے سورت سے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ تک پڑھا۔ ان پر فوری اثر ہوا وہ بولے جو ذات پاک اس

طرح ارشاد فرمائے، اس کے ساتھ کسی دوسرے کو عبادت میں شریک کرنا یقیناً ظلم ہے مجھ کو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ تک پہنچاؤ، خباب کوٹھری میں بیٹھے اس گفتگو کو سن رہے تھے جب انھوں نے عمر سے یہ آخری الفاظ سنے فوراً باہر نکل آئے اور عمر سے کہنے لگے اے عمر تم کو بشارت ہو میں نے کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنی ہے اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ یعنی بار مولیٰ تو اسلام کو عمر بیٹے خطاب یا ابوجہل بیٹے ہشام کے ایمان لانے سے عزت بخش، اے عمر میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ یہ دعا تمہارے حق میں مقبول ہو یہ سن کر عمر کا اشتیاق مزید بڑھا اور وہ خباب اور سعید کے ساتھ دارِ ارقم کو روانہ ہوئے وہاں پہنچکر انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، صحابہ نے دروازہ کی جھری میں سے عمر کو دیکھا وہ کچھ پریشان ہوئے اسد اللہ حضرتِ حمزہ نے فرمایا کیوں پریشان ہوتے ہو، دروازہ کھول دو اگر عمر کسی بری نیت سے آیا ہے اس کو فوراً قتل کردیا جائے گا اور اگر بھلائی کے ارادہ سے آیا ہے تو اس کو قبول کرلیا جائے گا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمرہ میں تھے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ صحابہ نے دروازہ کھولا اور عمر مکان میں داخل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حجرۂ شریفہ سے باہر تشریف لائے صحن میں عمر سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے عمر کو دیکھکر فرمایا اے عمر کیا اب تک گمراہی اور بدبختی نے تیرا ساتھ نہیں چھوڑا ہے کیا تو بھی وَلید بن المغیرہ کی طرح ذلت اور عذاب میں مبتلا ہونا چاہتا ہے، پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ عمر بن الخطاب حاضر ہے اے اللہ تو دین کو عمر بن الخطاب کے اسلام لانے سے عزت بخش، پھر آپ نے عمر کو پوری طرح ان کے کپڑوں سے پکڑ کر حرکت دی عمر پر آپ کی ہیبت اتنی غالب ہوئی کہ ان کے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا وہ گھٹنوں کے بل پہ گر پڑے اور انھوں نے بڑی عاجزی اور اخلاص مندی سے بآوازِ بلند کلمۂ شہادت پڑھا۔ عمر کے اسلام لانے سے سب صحابہ کو جو کہ اس جگہ دارِ ارقم میں موجود تھے بڑی مسرت حاصل ہوئی انھوں نے خوش ہو کر اس زور سے اللہ اکبر کا مبارک نعرہ لگایا کہ وادیِ حرم میں ان کی آواز گونج گئی۔ اور سب کفار متحیر تھے کہ یہ کیا واقعہ ہے جس کی مسلمان خوشی منارہے ہیں

چلے تھے عمر گھر سے کسی کام سے ۔۔۔ نہ تھے کچھ بھی واقف وہ انجام سے
صدا دی یہ ہاتف نے بس اے عمر ۔۔۔ نصیب اپنا اب جا کے اسلام سے

ابن ماجہ اور حاکم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت عمر اسلام لائے جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا اے محمد اہلِ آسمان عمر کے اسلام لانے پر ایک دوسرے کو بشارت دے رہے ہیں اور اظہار مسرت کر رہے ہیں۔

اسلام سے مشرف ہوتے ہی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ کیا ہم حق

پر نہیں ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے یقیناً تم حق پر ہو، عرض کیا، پھر ہم کیوں اپنے دین کو پوشیدہ رکھیں، آپ نے فرمایا اے عمر ہماری جماعت تھوڑی ہے اور تم دیکھ چکے ہو جو تکالیف ہم کافروں کے ہاتھ سے برداشت کر چکے ہیں عرض کیا قسم ہے خدا کی میں دینِ برحق کا اظہار کر کے رہوں گا یا رسول اللہ آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ہم علانیہ بیت اللہ شریف کا طواف کریں اور نماز پڑھیں چنانچہ آپ صحابہ کی جماعت کو لیکر مسجد حرام کو روانہ ہوئے، حضرت عمر کے ہاتھ میں بے نیام تلوار تھی ان کے پہلو میں اسد اللہ حضرت حمزہ تھے اِن ہر دو شیرانِ اسلام کے پیچھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبارک جماعت کو ساتھ لئے تشریف لے جا رہے تھے مسجد حرام میں جب یہ مبارک جماعت اس کیفیت سے داخل ہوئی کافروں پر مایوسی چھاگئی۔ انھوں نے عمر سے پوچھا کہ کیا خبر لائے ہو آپ نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کی خبر لایا ہوں اور خوب کان کر سن لو اگر تم میں سے ایک شخص نے بھی حرکت کی تو قسم ہے رب کعبہ کی میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔

یہ پہلا دن تھا جو اسلام کی قوت کا مظاہرہ ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ اپنے صحابہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور نماز ادا فرمائی۔ اسی دن حضرت عمر کو مبارک خطاب فاروق کا ملا۔

اِسلام میں پہلا مُبارک خُون جو اللہ کی راہ میں بہا

اسلام کی عزت دیکھکر کافروں کے تن میں عداوت اور عناد کی آگ بھڑک اٹھی انھوں نے ضعیف اور عاجز مسلمانوں پر دستِ تعدی دراز کیا چنانچہ عمّار بن یاسر کی والدہ سُمَیَّہ بنت خباط جو ابُو حذیفہ بن المُغیرَہ کی لونڈی تھیں اس ظلم کا شکار ہوئیں۔ کافر ہر روز ان کو سخت سے سخت تکلیف دیتے تھے تاکہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں لیکن وہ اِس دینِ برحق کو کہاں چھوڑنے والی تھیں انھوں نے بڑے استقلال سے تمام شدائد کو جھیلا۔ ایک دن کافر اُن کو مار پیٹ کر رہے تھے ابو جہل کھڑا دیکھ رہا تھا جب نتیجہ کچھ نکلتے نہ دیکھا چھرا مار کر شہید کر دیا۔

ہزار آفریں بر رَوانِ سُمَیَّہ
زنِ پاک طینت نخستیں شہیدہ

بگردابِ زحمت تنش مُبتلا بود
دلش پُر ز ایقان و نورِ خدا بود

بہ صد ذوق جامِ شہادت بنوشید
بہ صد شوق تاجِ کرامت بپوشید

تنش پارہ شد گر ز دستِ لئیماں
رَوانش بیاسُود در باغِ رِضواں

قریش کا معاہدہ بنی ہاشم کی مخالفت پر

کافروں کے ظلم وستم سے تنگ آکر صحابہ محفوظ مقامات پر ہجرت کرنے لگے، ان کے جانے سے ہر طرف اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ حبشہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی ان حالات سے اہل مکہ بہت پریشان ہوئے انھوں نے مشورہ کیا، سب کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردیا جائے اس مشورہ کا علم ابو طالب کو بھی ہوگیا۔ انھوں نے تمام بنی ہاشم کو جمع کیا ان سے مشورہ کیا۔ آخر یہ قرار پایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت ہر طرح سے کی جائے گی بنی ہاشم میں سے صرف ایک ابولہب بن عبدالمطلب نے آپ کی حمایت اور حفاظت کی حامی نہ بھری۔ باقی سب نے ابو طالب کا ساتھ دیا اگرچہ بنی ہاشم میں اکثریت ان کی تھی جو دائرۂ اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے لیکن قومیت کے سوال نے ان کو ایک کردیا تھا۔ اہل مکہ کو جب بنی ہاشم کے اس ارادہ کا علم ہوا تو وہ جمع ہوکر ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہا ہم تم کو رنج پہنچانا نہیں چاہتے ہم عُمارۃ بن ولید کو جو جوانوں میں بڑا ہی وجیہ جوان ہے تمہاری خدمت میں پیش کرتے ہیں تم اس کو اپنی فرزندیت میں قبول کرو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالہ کردو، تاکہ ہم ان کو (العیاذ باللہ) قتل کردیں۔ ابو طالب نے یہ سن کر جواب دیا اور کیا ہی اچھا جواب دیا ہے ان کا جواب لائق ہے کہ الواح سیمین پر آب زر سے لکھوایا جائے۔ وہ کہتے ہیں اے جماعت قریش، تم نے میرے ساتھ کچھ بھی انصاف سے کام نہ لیا، تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے بیٹے کو لے کر پرورش کروں اور پالوں اور اپنے فرزند کو جس کی میں نے ہمیشہ خدمت کی ہے تمہارے حوالے کردوں تاکہ تم اس کو قتل کردو، یہ کہکر ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف التفات کیا اور ان سے کہا۔

وَاللّٰہِ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ بِجَمْعِھِمْ	حَتّٰی اُوَسَّدَ فِی التُّرَابِ دَفِیْنَا
فَاصْدَعْ بِاَمْرِکَ مَاعَلَیْکَ غَضَاضَۃٌ	وَابْشِرْ بِذَاکَ وَقَرَّ مِنْکَ عُیُوْنَا
وَدَعَوْتَنِیْ وَعَلِمْتُ اَنَّکَ نَاصِحِیْ	وَلَقَدْ دَعَوْتَ وَکُنْتَ ثَمَّ اَمِیْنَا
لَوْلَا الْمَسَبَّۃُ اَوْحَذَارُ مَلَامَۃٍ	لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاکَ مُبِیْنَا

یعنی اللہ کی قسم ہے جب تک زمین کے نیچے مٹی کے تکیہ پر میرا سر رکھکر مجھ کو دفن نہیں کردیا جاتا، (اور میں مر نہیں جاتا) یہ لوگ باوجود اپنے جتھے بندی اور جمع آوری کے ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکتے (اور تمہارا بال تک بیکا نہیں کر سکتے) لہٰذا تم کو قطعاً کسی مذلت یا تکلیف کا کھٹکا نہ ہونا چاہیئے، اور تم خوب اچھی طرح حق کا اظہار کرو اور اپنے کام کو خوبی کے ساتھ انجام تک پہنچاؤ! تم کو میری حمایت

کی بشارت اور خوشخبری ہو، اور تمہاری ذات گرامی کی وجہ سے سب کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں (یعنی آپ حیات رہیں اور آپ کی وجہ سے سب مسرور رہیں) بے شک تم نے مجھ کو اپنے دین کی دعوت دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم نے یقیناً مجھ کو مفید اور صحیح مشورہ دیا ہے تم نے مجھ کو مفید مشورہ دے کر کوئی نئی بات کی نہیں ہے تم تو پہلے ہی سے امین ہو (امانت اور راستی تمہاری طبیعت میں ہے) اگر مجھ کو بعض طعن یا ملامت اور عار کا کھٹکا نہ ہوتا تو تم دیکھ لیتے کہ میں تمہاری دعوت پر لبیک کہتا اور تمہارے مشورہ پر بہ بانگ دہل عمل کرتا، ابوطالب سے یہ جواب سن کر کافروں نے پھر مشورہ کیا اُن کے بڑوں نے کہا کہ نرمی سے کام نہیں چل سکتا، لہٰذا کوئی سخت قدم اٹھایا جائے چنانچہ بہ اتفاق یہ طے پایا کہ سوائے ابولہب کے تمام بنی ہاشم کو شہر سے نکال دیا جائے اور ان سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لیے جائیں دانہ پانی تک ان سے روکا جائے اور اس وقت تک یہی صورت رکھی جائے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالے نہ کر دیں، کافروں کے سربرآوردہ افراد بیت اللہ شریف کے پاس جمع ہوئے انھوں نے اس مضمون کا عہد نامہ لکھا اور اس پر سب نے اپنی تصدیق اور رضامندی کا اظہار کیا اور پھر اس کو مزید تقویت دینے اور واجب التنفیذ ثابت کرنے کے لیے بیت اللہ شریف میں لٹکا دیا یہ معاہدہ نبوت کے ساتویں سال پہلی محرم کو لکھا گیا اور پورے دو سال تک اور بعض روایات میں ہے کہ پورے تین سال تک کافروں نے اس عہد نامہ پر سختی سے عمل کیا سوائے ابولہب کے ابوطالب تمام بنی ہاشم کو لے کر مکہ مکرمہ سے باہر ایک گھاٹی میں اس تمام مدت پڑے رہے یہ گھاٹی اس کے بعد سے شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہوئی۔ بنی ہاشم نے اس مدت میں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کیں لیکن آپ کی حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی۔

چونکہ یہ سراسر ظلم اور ستم کا معاہدہ تھا اس لئے اہلِ مکہ میں سے بعض افراد نے اس ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ دوسری طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا قریش نے جو عہد نامہ مُقَاطِعَہ کا لکھ کر بیت اللہ شریف میں لٹکایا تھا اس کو دیمک چاٹ گئی ہے سوائے اللہ کے نام کے اس تحریر میں کوئی لفظ باقی نہیں ہے ابوطالب نے اہلِ مکہ سے یہ بات کہی۔ انھوں نے کہا اگر واقعہ یہی ہے تو ہم معاہدہ کو ختم کر دیں گے چنانچہ وہ گئے اور عہد نامہ کو دیکھا بجنسہٖ وہی صورت پائی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، سب کافر حیران تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے باطل کو شکست ہوئی اور صداقت کا بول بالا ہوا، ابوطالب آپ کو اور اپنی قوم کو لے کر عزت اور احترام کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے باوجود یکہ کفار بے شمار معجزات دیکھتے تھے اپنی گمراہی سے باز نہ آتے تھے۔ ہر گھڑی آپ کو آزار پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔

زحمت و رنج و مصیبت پہ وہ دریائے کرم　　صبر فرماتے تھے مقدورِ بشر سے باہر

ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے آپ سے کہا یا رسول اللہ آپ پر اُحد کی لڑائی کے دن سے زیادہ سخت کوئی دن نہ گزرا ہوگا کیونکہ اس دن آپ کا سرِ مبارک زخمی ہوا اور دندانِ شریف شہید ہوا۔ آپ نے فرمایا اے صِدّیقہ، ایک دن میں نے کافروں کی ایک جماعت کو اسلام کی دعوت دی۔ میں نے ہر چند ان کو نصیحت کی اور سمجھایا لیکن انھوں نے میری ایک بات بھی نہ سنی بلکہ مجھ کو جھوٹا سمجھ کر مجھ پر اتنا ظلم کیا کہ میری پنڈلیاں خون آلودہ ہوگئیں۔

پائے نازک وہ کہ جس پر برگِ گل بھی بار ہے
ہائے صد افسوس خارِ ظلم سے افگار ہے

میں نے جناب الٰہی میں اپنے رنج کا حال عرض کیا۔ اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ آیا جو پہاڑ کا مؤکل تھا اس نے مجھ سے اجازت چاہی تاکہ پہاڑ اور زمین کو توڑ کر کافر کا نام و نشان تک باقی نہ چھوڑے میں نے اس کو جواب دیا کہ میں خلق کے واسطے رحمت بن کر آیا ہوں ان کو ہلاک کرانے کے لئے نہیں آیا ہوں

واہ تمکیں استقامت واہ واہ
جن سے زحمت پائی رحمت ان پہ کی

سچ ہے ہو عالم کی رحمت اور پناہ
دی پناہ ان کو جو کرتے تھے تباہ

جب عمر شریف پچاس برس کو پہنچی قوم جن مُشرّف بہ اسلام ہوئی، ابو طالب نے انتقال کیا۔ اور بقولِ مشہور حضرت خدیجہ کا بھی اسی سال انتقال ہوا اور حضرت عائشہ کا آپ سے نکاح ہوا اور حضرت سودہ ازواج مُطہّرات میں داخل ہوئیں۔ چار سو درہم ان کا مہر تھا۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

بارھواں محسنہ معراج شریف کے بیان میں

جب عمر شریف باون برس کو پہنچی اور نبوت کا بارہواں سال تھا، ستائیس رجب کو معراج شریف ہوئی۔ یہ مشہور قول ہے جس کو علامہ ابن عبد البر۔ ابن قتیبہ، حافظ عبد الغنی مقدسی اور نووی نے ترجیح دی ہے۔ علامہ ابن اثیر، قسطلانی اور دوسرے اکابر نے کہا ہے کہ ماہ ربیع الاول میں معراج شریف ہوئی ہے۔ بعض علماء نے کچھ اور مہینوں میں معراج شریف کو کہا ہے پیر کی رات تھی، آپ استراحت فرما رہے تھے کہ جبریل آستانہ عُلیا پر بُراق لے کر حاضر ہوئے یہ براق آپ کا عاشق زار تھا۔ آواز سن کر آپ بیدار ہوئے جبریل نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ کو اپنے پاس بلایا ہے۔ تاکہ آپ کو ایسی بزرگی اور منزلت عنایت کرے جو کسی پیغمبر کو عنایت نہیں کی، آپ نے آب زمزم سے غسل فرمایا اور براق پر سوار ہوئے

ایک روایت میں ہے کہ بُراق پر سوار ہوتے وقت آپ کو تامُّل ہوا۔ اسی وقت حضرت عَلَّامُ الغُیُوب سے جبریل کو حکم پہونچا کہ میرے حبیب سے تامل کا سبب دریافت کرو، جبریل نے عرض کیا آپ نے فرمایا اللہ نے میرے واسطے براق بھیجا، فرشتوں کو میرا منتظر کیا مجھ کو یہ عزت عنایت کی، مجھ کو اپنی امت کا خیال ہے وہ قیامت کے دن قبروں سے بے سروسامان نکلے گی، پل صراط پر اس کا گزر کیسے ہوگا اسی وقت اللہ تعالیٰ کا فرمان پہنچا کہ اے میرے حبیب تم اپنے دل پر غم مت لاؤ، ہم نے جس طرح تمہارے واسطے براق بھیجا ہے اور اس پر سوار کر کے تم کو بلایا ہے۔ اسی طرح قیامت میں تمہاری اُمت کے ہر فرد کے واسطے براق بھیجکر اس پر سوار کر کے جنت میں داخل کریں گے۔

محمد شاد شد از وعدہ دوست زہے آں وَعْدَہ کاں وَعْدَہٴ اوست

یہ سن کر آپ نے سواری کا قصد فرمایا، براق نے شوخی اور تندی شروع کی اور قسم کھائی کہ مجھ پر سوائے محمد کے جو اللہ کے رسول اور صاحب قرآن ہیں کوئی سوار نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا میں ہی محمد اللہ کا رسول ہوں —— جبریل نے کہا اے براق، اللہ کی قسم ہے، تجھ پر سوائے محمد کے کوئی سوار نہیں ہوا ہے۔ اللہ کے نزدیک کوئی پیغمبر محمد سے بڑھکر بزرگی اور مرتبہ میں نہیں ہیں یہ تمام عالم کا خلاصہ ہیں یہ سن کر براق کانپنے لگا، اور اس نے کہا مجھ پر سختی نہ کرو میں بھی حاجتمند ہوں۔ حضرت رحمۃ للعالمین نے فرمایا اے براق تیری کیا حاجت ہے اس کو بیان کر، عرض کیا قیامت کے دن ہزاروں ہزار براق آپ کی سواری کی تمنا میں کھڑے ہوں گے یہ نہ ہو کہ اس دن آپ میری طرف التفات نہ فرمائیں اور کسی دوسرے پر سوار ہو کر مجھ کو رشک کا داغ دیں آپ نے وعدہ فرمایا اور پائے مبارک رکاب میں ڈالا۔

چلا جس دم براقِ برق رفتار مشرّف ہو کے حضرت سے بہ یکبار
تو سرعت اس کی کیا کہیئے کہ کیسی تھی نظر تھی برق تھی یا اک ہوا تھی
بہ یک لحظہ بہ یک لمحہ بہ یک دم وہ پہنچا مسجدِ اقصیٰ میں خرّم

بیت المقدس میں آپ نے فرشتوں کی ایک جماعت کو اور تمام انبیاء کو صف بہ صف کھڑا پایا، سب آپ کا انتظار کر رہے تھے، جبریل نے آپ کو امام بنایا آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے پر جبریل سے دریافت کیا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہیں۔ انھوں نے کہا یہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین محمد ہیں، دریافت کیا، کیا ان کو اللہ نے بلایا ہے جبریل نے ہاں میں جواب دیا، سب نے کہا اللہ سلامت رکھے ہمارے بھائی اور خلیفہ کو، وہ بہت اچھے بھائی اور بہت ہی اچھے خلیفہ ہیں، پھر ہر نبی نے اللہ کی تعریف کی اور ہر ایک نے

ان انعامات کا بیان کیا، جو اللہ تعالیٰ نے اس پر کئے ہیں۔ آخیر میں آپ نے ارشاد فرمایا تم سب نے پروردگار کی تعریف بیان کی اور اس کے انعامات کا ذکر کیا۔ میں بھی پروردگار تبارک وتعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اس کے انعامات کا ذکر کرتا ہوں اور کہتا ہوں، سب تعریفیں اللہ جل جلالہ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو سارے جہاں کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا، سب کے لئے مجھ کو بشیر اور نذیر بنایا یعنی خوش خبری دینے والا اور عذاب الٰہی کی خبر سنانے والا، مجھ پر قرآن مجید نازل کیا اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے میری اُمّت کو امتِ وسط قرار دیا۔ یعنی سب سے بہتر ہے وہ جنت میں سب سے پہلے جائے گی اگرچہ وجود میں وہ سب سے آخر ہے۔ مجھ کو شرح صدر سے مشرف کیا، مجھ پر سے گناہوں کا بوجھ اٹھا لیا، میرا ذکر بلند کیا، ملاءِ اعلیٰ میں میرا ذکر کیا جاتا ہے میرے نام کو جنتوں کے لئے زینت بنایا، میرے نام کو اپنے نام سے ملا کر تمام منبروں پر اور ہر تکبیر واذان میں، سب کی زبان پر جاری کیا، مجھ کو ابوابِ ایمان اور سعادت کا فاتح کیا اور مجھ پر نبوت ختم کر کے خاتم الانبیاء بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن کر تمام انبیاء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب پر محمد کو ان اوصاف سے فضیلت دی ہے۔

آنچہ وے آنجا بہ بینائی رسید　　　کے خیال کس بہ دانائی رسید

اس کے بعد آپ اوپر کو روانہ ہوئے پہلے آسمان پر پہنچے، جبریل نے دروازہ کھلوایا وہاں کے دربان اسماعیل فرشتہ نے پوچھا کون ہیں، جبریل نے کہا۔ اللہ کے رسول محمد تشریف لائے ہیں، اس نے دریافت کیا، کیا ان کو بلایا ہے، جبریل نے کہا ہاں بلایا ہے اس نے دروازہ کھول کر کہا وہ اچھے آئے اور ان کی آمد مبارک ہے وہاں آپ کی ملاقات حضرت آدم سے ہوئی یہاں سے دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں حضرتِ عیسیٰ اور حضرت یحییٰ سے ملاقات ہوئی تیسرے آسمان پر حضرت یوسف سے چوتھے آسمان پر حضرت ادریس سے پانچویں آسمان پر حضرت اسحاق اور حضرت ہارون سے چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی۔

وہاں سے چلے جبکہ خیر البشر　　　بہ صد شان وشوکت بہ صد کرّوفر
ہوئے آبدیدہ جنابِ کلیم　　　تو یوں ان کو پہونچا پیامِ کریم
سبب کیا ہے رونے کا بتلائیے　　　یہ کس بات کا غم ہے فرمائیے
وہ بولے مرے بعد کی ہے عطا　　　نبوت محمد کو اے کبریا
سمجھتا تھا میں بعد میرے کبھی　　　نہ برتر کوئی ہوگا مجھ سے نبی
مگر آج میں دیکھتا ہوں عیاں　　　کہ کوکب ہے بالا کو ان کا رواں
کیا تو نے رتبہ کو ان کے سوا　　　کسی کا نہیں ہم ہیں یہ مرتبا

نبوت کو عام ان کی ایسا کیا | کہ سارے جہاں کے لئے کر دیا
نبوت بھی ان کی ہے سب کیلئے | شفاعت بھی ان کی ہے سب کیلئے
ہے امت بھی تعداد میں انتہا | ہے گنتی میں کل امتوں سے سوا
وہ داخل بھی جنت میں ہو سب سے پیش | تری نعمتوں میں رہے بیش بیش
ظہور اس کا آخر میں اس پر یہ حال | سبب یہ ہے رونے کا اے ذوالجلال

ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی آپ بَیتِ مَعمُور سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے، بیت معمور ساتویں آسمان پر بیت اللہ شریف کے محاذ میں سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے ستر ہزار فرشتے ہر روز اس کا طواف کرتے ہیں جو ایک مرتبہ طواف کر لیتا ہے پھر قیامت تک اس کی نوبت نہیں آتی ہے۔

آپ جب ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر تشریف لے جاتے تھے تو حضرت جبریل ہر آسمان کا دروازہ اسی طرح پر کھلواتے تھے جس طرح پر پہلے آسمان کا دروازہ کھلوایا تھا۔ اور ہر آسمان کا دربان اسی طرح دریافت کرتا تھا اور پھر وہ آپ کو حسب سابق خوش آمدید کہتا تھا، حضرت جبریل ہر آسمان پر آپ کا سب سے تعارف بھی کراتے تھے۔ جس وقت آپ حضرت ابراہیم کے پاس پہنچے تو حضرت جبریل نے کہا یہ آپ کے باپ ہیں آپ ان کو سلام کریں، چنانچہ آپ نے تحیہ سلام ادا کیا انھوں نے جواب میں کہا خوب آئے اے نیک فرزند اور اچھے نبی، حضرت آدم اور حضرت اسماعیل نے بھی سلام کے جواب میں یہی کہا تھا۔ باقی تمام انبیاء نے کہا تھا خوب آئے اے نیک بھائی اور اچھے نبی۔

حضرت ابراہیم نے آپ سے کہا اپنی امت سے کہدو کہ جنت کی زمین کھیتی کے قابل ہے اور وہ اس میں بہشتی پودے لگائیں، آپ نے دریافت کیا کس طرح، حضرت ابراہیم نے کہا لَاحَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیم اور سُبحَانَ اللّٰہِ وَالحَمدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھکر، ساتویں آسمان کی سیر فرمانے کے بعد آپ عالمِ بالا کو روانہ ہوئے بہت سے حجاب طے کرنے کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ پہنچے، وہ بیر کا اتنا بڑا درخت ہے کہ اس کے سایہ میں ستر برس سوار چلتا رہے۔ اس کے ایک پتے کے سایہ میں ایک خلقت آسکتی ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ اس کا پتا ہاتھی کے کان کے برابر ہے اور اس کا ہر بیر ہَجَر[1] کے مٹکے کے برابر ہے سدرۃ المنتہیٰ کو نور اور فرشتوں نے گھیر رکھا ہے۔ زمین سے جو چیز جاتی ہے اس کی رسائی وہیں تک ہوتی ہے اور جو حکم اللہ تعالیٰ کا آتا ہے پہلے وہاں پہنچتا ہے اور وہاں سے پھر عالم میں اس کی شہرت ہوتی ہے

---

[1] ہَجَر کے ہا اور جیم کا زبر ہے۔ بروزنِ قَمَر، مدینہ منورہ کے مضافات میں ایک قریہ کا نام ہے وہاں کے مٹکے مشہور ہیں۔

پانی، دودھ، شراب اور شہد کی چاروں نہریں وہاں سے نکلتی ہیں، اس سے اوپر کوئی نہیں جا سکتا حضرت جبریل نے آپ کے واسطے کرسی بچھائی، آپ اس پر تشریف فرما ہوئے، آپ کو ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ پیش کیا گیا۔ آپ نے دودھ والا برتن پسند فرمایا، آپ سے کہا گیا کہ آپ کی پسند بہت مبارک ہے آپ نے فطرت سے یعنی استقامت سے موافقت فرمائی ہے۔ یہ آپ کو اور آپ کی امت کو مبارک ہو، پھر آپ وہاں سے اوپر کو متوجہ ہوئے حضرت جبریل نے کہا مجھ کو اوپر جانے کی طاقت نہیں ہے اگر میں ایک قدم بھی آگے رکھدوں انوارِ تجلی سے میرے سب پر جل جائیں۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

آپ نے فرمایا اپنی کچھ حاجت بیان کرو، جبریل نے کہا کہ آپ دعا کریں تاکہ پل صراط پر میں اپنے پر قیامت کے دن فرش کردوں اور آپ کی اُمت بہ سہولت گزر جائے یہ سن کر آپ اوپر کو روانہ ہوئے اور مقام مُستویٰ کو پہنچے وہاں آپ نے اَوَامِر اور نَواہی لکھنے والے فرشتوں کے اَقلام کی آواز سنی۔ وہاں سے ترقی فرما کے عالم نور کو پہنچے وہاں پر بُراق رہ گیا اور رَف رَف سواری کے لئے پیش ہوا۔ معارج النبوہ میں لکھا ہے کہ عرش مجید تک پہنچنے میں بہت سے حجاب راستے میں آئے رَف رَف نے ان سب کو پار کیا۔ صرف ایک حجاب آپ کے اور عرش کے مابین رہ گیا۔ اس وقت رَف رَف بھی غائب ہوگیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس وقت ایک سواری گھوڑے سے ملتی ہوئی شکل کی ظاہر ہوئی اس پر سوار ہو کر یہ حجاب میں نے طے کیا پھر وہ بھی غائب ہوگئی۔ میں حیران رہ گیا۔ اس وقت ابوبکر کی آواز میں مجھ کو خطاب ہوا قِفْ فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ یعنی انتظار کرو تمہارا پروردگار تم پر اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے، یہ آواز سن کر آپ کو اطمینان حاصل ہوا۔ سواہب اللدنیہ میں لکھا ہے مجھ کو خطاب ہوا اے خَیْرُ الْبَرِیَّہ قریب ہو اے احمد قریب ہو، اے محمد، حبیب کو قریب ہونا چاہیئے پھر مجھ کو رب العزت نے اپنے قریب کیا جس کا بیان اس طرح پر ہے دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۔ اے خیر البریہ کا خطاب سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرتبۂ دَنٰی کو پہنچے جو خاص حضوری کا مرتبہ ہے اور پھر اے احمد قریب ہو کے خطاب پر آپ مرتبہ تدَلّٰی پر فائز ہوئے جو خاص تقرب کا مقام ہے اور پھر اے محمد قریب ہو کے خطاب پر آپ خلوت خانہ قاب قوسین میں تشریف فرما ہوئے اور بمقدار دو کمان کی نزدیکی کا شرف حاصل کیا۔ اور پھر حبیب کو قریب ہونا چاہیئے کے خطاب پر مرتبۂ اَدْنٰی کا ظہور ہوا جو کہ منتہائے مراتب اور خاص وصال کا مرتبہ ہے۔

عنقائے فہم ہیچ کس از انبیا نہ رفت | آنجا کہ تو بہ بالِ کرامت پریدۂ
ہر کس بہ قدرِ خویش بہ جائے رسیدہ است | آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدۂ

پھر محرمِ اسرار فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ ہوئے حضرت رب العزت سے ہمکلام ہوئے جو کچھ آپ سے ارشاد کرنا تھا وہ ارشاد فرمایئے دستِ بے کیف آپ کے پاک سینہ پر رکھدیا اور آپ پر اوائل اور آواخر کے تمام علوم کے دروازے کھول دیئے۔

خاکی و بر اوجِ عرش منزل
امی و کتاب خانہ در دل

علوم اسرار کو پوشیدہ رکھنے کا حکم ملا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علوم اسرار کی قوت برداشت اور تاب تحمل میرے سوا — کسی میں نہیں ہے اور بعض خاص علوم کا مجھ کو اختیار عنایت کیا کہ خواص میں سے جس کو چاہوں سکھاؤں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے جس کا تذکرہ زرقانی نے کیا ہے کہ خلفائے اربعہ سے آپ ان علوم اور معارف کا بیان فرماتے تھے اور علوم دین اور اسرارِ شریعت کو خاص و عام تک پہنچانے کا حکم ہوا۔

دیکھا وہ جو عقل میں نہ آوے | نے وہم نہ درک میں سماوے
اللہ سے سنا کلام قدسی | پہنچا یا یہاں پیام قدسی
بے پردہ و بے حجاب دیکھا | اللہ کو بے نقاب دیکھا
نظارہ کیا اسی نظر سے | دیکھا ہے جمال چشم سر سے
جو راز و نیاز واں ہوئے تھے | جو ناز و نیاز واں ہوئے تھے
ہے اس کا بیاں بیاں سے باہر | ہے اس کائنات نشاں سے باہر

پھر ارشاد ہوا، جبریل نے تمہاری امت کے واسطے پل صراط پر اپنے پروں کو پھیلانے کی جو درخواست کی ہے وہ ہم نے منظور کی۔ اور تمہاری امت میں سوائے مشرک کے سب کو بخشا اگر کوئی تمہاری امت میں سے نیک کام کا صرف ارادہ کرے گا اس کے حساب میں ایک نیکی لکھی جائے گی اور نیک کام کرنے کی صورت میں دس نیکیوں کا ثواب اس کو ملے گا اور بُرے کام کے ارادہ کرنے پر باز پرس نہ ہوگی اور برائی کے کرنے پر صرف ایک گناہ اس کے حساب میں لکھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزانۂ عرش میں سے سورہ بقر کی آخری دو آیتیں عنایت کیں از اٰمَنَ الرَّسُوْلُ تا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ، پھر آپ کو پچاس وقت کی نماز کا حکم ملا وہاں سے مراجعت فرمانے پر چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ نے آپ سے کہا میری امت پر صرف دو وقت کی نماز دو رکعت صبح دو رکعت شام فرض ہوئی وہ اس کے ادا کرنے میں قاصر رہی آپ کی امت پر پچاس وقت کی نماز فرض ہوئی ہے

وہ کس طرح کوتاہی نہ کرے گی، یہ سن کر حضرت رحمۃ للعالمین مکرر سہ کرر بارگاہ رب العزت تشریف لے گئے اور پانچ وقت کی نماز کا حکم حاصل کیا اور ارشاد ہوا کہ یہ پانچ نمازیں پچاس نمازوں کے حکم میں ہیں یعنی اگرچہ بظاہر صورت پانچ ہیں لیکن حقیقت میں باعتبار ثواب کے پچاس ہیں۔

علماء نے لکھا ہے آپ کو روحانی معراج کئی مرتبہ ہوئی لیکن جسمانی معراج ایک مرتبہ ہوئی اور آپ نے دو مرتبہ ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ سورج گہن کی نماز میں اور دوسری مرتبہ معراج میں، اور آپ نے معراج میں بلا کسی واسطے کے اللہ تعالیٰ جل شانہ سے کلام فرمایا ہے تین چیزیں اللہ تعالیٰ نے براہ راست خود آپ کو عنایت کی ہیں، ایک سوائے مشرک کے ساری امت کا بخشا جانا۔ دوسرے سورۂ بقر کی آخری دو آیتیں، تیسرے پانچ وقت کی نماز۔

پھر ارشاد ہوا، اے حبیب جو چاہو طلب کرو، آپ نے عرض کیا، تو نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا اور مقام جلیل عنایت کیا، موسیٰ کو اپنا ہمکلام بنایا، داؤد کو بڑی سروری عنایت کی لوہے کو ان کے واسطے نرم کر دیا۔ اور پہاڑ کو ان کے مطیع کر دیا۔ سلیمان کو ملک عظیم بخشا، انس و جن اور شیاطین کو ان کا زیر فرمان کیا اور ہوا کو ان کے لئے مسخر کیا اور ان کو ایسی سلطنت عطا کی کہ ان کے بعد کسی کے شایان شان نہیں ہے اور عیسیٰ کو تورات اور انجیل کی تعلیم دی، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو ان کے ہاتھ پر شفا دی اور وہ تیرے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور ان کو اور ان کی والدہ کو تو نے شیطانِ رجیم سے پناہ دی چنانچہ شیطان کی رسائی ان دونوں تک قطعاً نہ تھی۔ پروردگار تعالیٰ نے آپ سے ارشاد کیا میں نے تم کو اپنا حبیب کیا (چنانچہ تورات میں آپ کے متعلق لکھا ہے کہ محمد حبیب رحمان ہے) اور میں نے تم کو تمام عالم کے لئے خوش خبری دینے والا اور عذاب سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا اور تمہارے سینہ کو کھول دیا۔ اور تم پر سے گناہوں کا بوجھ ہٹا دیا اور تمہارا ذکر بلند کر دیا، جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تم میرے ساتھ ذکر کئے جاتے ہو اور ان تمام امتوں سے جو وجود میں آچکی ہیں تمہاری امت کو بہتر قرار دیا اور تمہاری امت کو امت وسط بنایا اور تمہاری امت کو باعتبار حشر و نشر اور جنت میں داخل ہونے کے اول قرار دیا اور تمہاری امت کو باعتبار وجود کے آخر کیا اور ارشاد کیا تمہاری آفرینش سب انبیاء سے پہلے کی اور تمہاری بعثت سب کے آخیر میں کی اور تم کو سبع مثانی دیا جو کسی نبی کو نہیں دیا گیا یعنی سورہ فاتحہ اور تم کو نہر کوثر عنایت کی اور تم کو خزانۂ عرش میں سے سورۂ بقر کی آخری دو آیتیں عنایت کیں جو کسی نبی کو عنایت نہیں ہوئی ہیں۔

نہ دیدہ انبیا ایں عزت و ناز
کہ از حق یافت ایں جا آں سرفراز

سرفراز دو عالم اوست ایں جا
حقیقت مغز بد با پوست ایں جا

بہ ہر اندیشہ او نغز آمد
ازاں در آفرینش مغز آمد

نیاید ہیچ کس چوں او دگر عز ~~~~ نباشد مثلِ او در دہر ہرگز

پھر ارشاد ہوا جاؤ جنت کی سیر کرو، آپ نے امتثال امر کیا، آپ سے دریافت فرمایا۔ تم اپنی امت کا مقام دیکھ کر خوش ہوئے عرض کیا بندے کو اپنے مولیٰ سے ناخوش ہونے کی طاقت کہاں ہے، ارشاد ہوا یہ سب نعمتیں تمہارے دوستوں کے واسطے ہیں دشمنوں پر حرام ہیں پھر آپ نے دوزخ کے طبقات ملاحظہ فرمائے پہلا طبقہ بہ نسبت اور طبقوں کے خفیف تھا اس میں پناہ بہ خدا اتنا جوش اور خروش تھا کہ اگر اس کی آواز دنیا میں آجائے تو کوئی جاندار جیتا نہ رہے آپ نے دربان سے جس کا نام مالک تھا دریافت فرمایا۔ یہ طبقہ کس کی امت کے واسطے ہے وہ خاموش ہوا آپ نے فرمایا خاموش نہ ہو، صاف صاف بتادو تاکہ تدارک کرسکوں اس نے کہا یہ آپ کی امت کے واسطے ہے آپ اپنی امت کو نصیحت فرمائیں تاکہ وہ اللہ کی نافرمانی سے بچے اور گناہوں سے اجتناب کرے حضرت رحمۃ للعالمین نے جناب الٰہی میں عرض کیا اے میرے مولیٰ، مجھ کو جب اس کے دیکھنے سے تکلیف ہوئی تو ضعیفوں کو اس کے عذاب کی طاقت کیوں کر ہوگی۔ ارشاد ہوا اے میرے حبیب تمہارے رنج وملال کو دیکھکر میں نے تمہاری دعا قبول کی قیامت کے دن تمہاری شفاعت سے اتنے گنہ گاروں کو بخشوں گا کہ تم کہدو گے بس (شعر)

نماند بہ عصیاں کسے در گرو ~~~~ کہ دارد چنیں سید پیش رو

حضرت رحمۃ اللعالمین نے خوش ہو کر فرمایا اگر ایک شخص بھی میری امت میں سے دوزخ میں رہے گا میں بہشت نہ جاؤں گا۔

دیا جو ساتھ امت کا عنایت اس کو کہتے ہیں
پیمبر ہوں تو ایسے ہوں شفاعت ہو تو ایسی ہو

جب آپ وہاں سے مرخص ہوئے جناب باری کا ارشاد ہوا، یہاں کے انعامات اپنی اُمت سے بیان کرو تاکہ وہ عبادت دل لگا کر اچھی طرح کرے عرض کیا میرے قول کی تصدیق کون کرے گا ارشاد ہوا، ابوبکر،

آپ نے صبح کو رات کے تمام مشاہدات بیان فرمائے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی اور صدیقؓ کا مبارک خطاب پایا پھر سب مسلمانوں نے اقرار کیا عنایاتِ سرمدی کے مستحق ہوئے، کافروں نے انکار کیا اور بد بخت ابدی ہوئے۔

کوچہ ترا فردوس ہے یا خلد بریں ہے
یا عرش ہے یا مہبطِ جبریل امیں ہے

ہر ذرہ ہے یاں خاک کا خورشید سے بہتر
کرتا ہے سدا رشک فلک یہ وہ زمیں ہے

خوبانِ جہاں لاکھوں ہوئے سینکڑوں ہونگے
عالم میں مگر تجھ سا نہ ہوگا نہ کہیں ہے

تل تیرا حجر جاہِ زنخداں تیرا زمزم ۔۔۔ رو کعبہ ابرو تیرا محراب یقیں ہے
تا بش سے ترے حسن کی چلمنی ہیں نقابیں ۔۔۔ کیونکہ دیدہ و دانستہ کہیں پردہ نشیں ہے
کعبہ سے بھی جب تیرا مکاں ہو گیا برتر ۔۔۔ ممکن نہیں پھر وصف کہ تو کیسا مکیں ہے
جس جس کے گلستانِ جہاں زیر نگیں تھا ۔۔۔ کیا نستان ہے اس گل کا ہر اک زیر نگیں ہے
منسوخ کئے تیری شریعت نے سب ادیاں ۔۔۔ کیا دین جہاں گیر ہے کیا شرع متیں ہے

وہ دل ہی نہیں جس میں تیرا عشق نہ ہووے
وہ منہ ہی نہیں جس میں تیرا ذکر نہیں ہے

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔۔۔ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

تیرھواں محسنہ ہجرت کے بیان میں

ابو طالب کے انتقال کے بعد کافروں کے حوصلے بڑھ گئے انھوں نے آپ کو طرح طرح سے ستانا شروع کیا اور آپ کے صحابہ کو بھی تنگ کرنے لگے، آپ نے صحابہ کو ہجرت کا مشورہ دیا۔ اور وہ آپ کی اجازت سے ایک ایک دو دو کر کے ہجرت کرنے لگے۔ کافروں نے جب دیکھا کہ آپ کے اصحاب یکے بعد دیگرے جا رہے ہیں ان کو خیال ہوا انھیں آپ بھی تشریف نہ لے جائیں۔ کیونکہ آپ کے تشریف لے جانے پر اسلام کو پھیلنے سے پھر کوئی نہیں روک سکتا، چنانچہ کافروں کے زعماء دار الندوہ میں جمع ہوئے انھوں نے بنی ہاشم میں سے ایک کو بھی شریک نہ کیا۔ ہر ایک نے اپنی تجویز پیش کی ابوالبختری بن ہشام نے رائے دی کہ آپ کو ایک حجرہ میں بند رکھا جائے حجرہ کے دروازہ کو تیغہ لگا دیا جائے۔ حجرہ میں صرف ایک روزن رکھا جائے اس میں سے آپ کو پانی اور روٹی دیتے رہا کریں ابوالاسود ربیعہ بن عمیر نے کہا آپ کو ایک اونٹ پر بٹھا کر مکہ سے نکال دیا جائے تا کہ وہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ ابوجہل بولا یہ دونوں تجویزیں بے کار ہیں بہتر صورت صرف یہی ہے کہ عرب کے مختلف قبائل میں سے کچھ جوان چن لئے جائیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس نے پانچ قبائل میں سے پانچ جوان لینے کی تجویز پیش کی ہر جوان کو ایک دھار دار تلوار دی جائے اور ان سے کہہ دیا جائے کہ وہ مل کر یک دفعت آپ پر حملہ کر دیں، سب کی تلواریں ایک ساتھ آپ پر پڑیں اور یہ نہ معلوم ہو سکے کہ کس کی تلوار سے العیاذ باللہ آپ کی وفات ہوئی۔ اس صورت میں بنی ہاشم بہ یک وقت پانچ قبائل سے لڑائی مول نہ لیں گے اور خون بہا لینے پر رضامند ہو جائیں گے یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ، یعنی یہ کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونک مار کر گل کر دیں

اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو خوب روشن کردے گا، اگرچہ کافروں کو ناگوار گزرے، محافظ حقیقی اُن کے ناپاک ارادوں کو ناکام بنا رہا تھا چنانچہ وہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ——— یعنی اے نبی اس وقت کو یاد کرو جب کافر تم پر داؤ چلانا چاہتے تھے تاکہ تم کو گرفتار رکھیں یا تم کو مار ڈالیں یا تم کو دیس بدر کریں اور یہ کافر اپنا داؤ کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤ کر رہا تھا اور اللہ سب داؤ کرنے والوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے۔

دوپہر کے وقت جبریل نے آکر کافروں کے ارادہ سے آپ کو مطلع کیا اور آپ سے کہا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر استراحت نہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ہجرت کی اجازت دیتا ہے آپ نے دریافت فرمایا میرا رفیق سفر کون ہوگا، جبریل نے کہا ابوبکر آپ کے ساتھی ہیں یہ سن کر آپ اسی وقت دوپہر کو ابوبکر کے گھر تشریف لے گئے آپ کا معمول تھا کہ صبح یا شام ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے، آپ کے بے وقت پہنچنے پر ابوبکر سمجھ گئے کہ کسی خاص وجہ سے آپ کی تشریف آوری ہوئی ہے اس وقت ابوبکر کے گھر میں بجز ان کی دو صاحبزادیوں کے (اسماء اور عائشہ) کوئی اور نہ تھا۔ آپ نے پہنچتے ہی فرمایا سب کو ہٹا دو، ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہاں تو بجز ان دو لڑکیوں کے اور کوئی نہیں ہے، آپ ارشاد فرمائیں کیا بات ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو ہجرت کا حکم دیا ہے عرض کیا کیا میری رفاقت رہے گی آپ نے ہاں میں جواب دیا، جواب سن کر جناب ابوبکر کے آنسو بہنے لگے عائشہ فرماتی ہیں اس سے پہلے مجھ کو علم نہ تھا کہ انتہائے خوشی میں بھی سیل اشک رواں ہو جاتا ہے۔

چند روز پیشتر ابوبکر نے آپ سے ہجرت کی اجازت طلب کی تھی، آپ نے فرمایا تھا کہ کچھ دن مزید توقف کرو، شاید تمہارا کوئی ساتھی بھی ہو جائے، اس ارشاد کو سن کر ابوبکر کو خیال ہوا شاید آپ ہی کی رفاقت مجھ کو نصیب ہو، چنانچہ انھوں نے دو اونٹنیاں فوراً خرید لیں، ان میں سے ایک کا نام قصوٰی تھا۔ ان اونٹنیوں کو آپ اپنے گھر پر ہی دانہ چارہ دیتے تھے باہر چرنے کو نہیں بھیجتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا ذکر فرما کے ارشاد کیا، سواری کا بندوبست کرلو، ابوبکر نے عرض کیا دو اونٹنیاں حاضر ہیں، ان میں سے ایک آپ کی ہے، ان کی خواہش تھی کہ آپ اس اونٹنی کو تحفہ میں قبول فرمالیں، لیکن اس موقع پر آپ نے قیمت ادا فرما کے چار سو درہم میں ایک اونٹنی کو جس کا نام قصوٰی تھا خرید لیا۔

آپ اپنے گھر تشریف لے گئے وہاں آپ نے علی سے فرمایا، آج رات میری چادر اوڑھ کر

میرے بستر پر لیٹ جانا، آپ کے پاس اہل مکہ کی جو کچھ امانت تھی وہ آپ نے ان کے سپرد کی۔ تاکہ ہر ایک کی امانت اس کے سپرد کر دیں۔

آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ابوبکر نے انتظام مکمل کیا اپنے غلام عامر بن فُہیرہ سے کہا تم بکریوں کا ریوڑ لے کر روز غار ثور کی طرف آیا کرنا۔ تاکہ ان کا دودھ ہمارے کام آئے اور اپنے فرزند عبداللہ سے کہا تم دن بھر لوگوں کی گفتگو سنا کرو اور چرواہے کے ساتھ غار پر آ کر کیفیت سے مطلع کیا کرو اور عبداللہ بن الاُرَیقط لَیثی سے (بعض روایتوں اُرَیقِد یا اَزقد آیا ہے) جو راستوں اور گھاٹیوں سے خوب واقف تھا، اجرت ٹھہرا کر بات پختہ کر لی تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور خود ابوبکر کو گھاٹیوں سے نکال کر مدینہ منورہ پہنچا ئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز اپنے گھر میں تھے کہ بدبخت ابوجہل کافروں کی جماعت کو لیکر پہونچ گیا اور آپ کے گھر پر گھیرا ڈال دیا۔ بعض روایات میں آیا ہے اس وقت آپ پر سورہ یٰسین کی ابتدائی چند آیات نازل ہوئیں چنانچہ آپ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ اور وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔ تلاوت فرماتے ہوئے اور مٹھی میں مٹی میں کنکر لیکر کافروں کیطرف پھینکتے ہوئے ان کے بیچ میں سے نکلتے ہوئے ابوبکر کے گھر کو روانہ ہو گئے اللہ جل شانہ نے خاک کی اس ایک مٹھی سے کافروں کو اندھا کر دیا۔ ان کو آپ کے تشریف لے جانے کی مطلقاً خبر نہ ہوئی۔

ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے کہ جس جس پر آپ کی پھینکی ہوئی کنکری جا کر پڑی تھی وہ سب کے سب بدر کے دن مارے گئے۔ ان اشقیار نے دنیا میں بھی اپنے کئے کی سزا پالی۔

ابوبکر آپ کے انتظار میں تھے، آپ کے پہونچتے ہی وہ آپ کو لے کر غار ثور روانہ ہو گئے، یہ غار مکہ مکرمہ سے ڈھائی تین میل کے فاصلہ پر پہاڑ کے اوپر واقع ہے راستہ بھر ابوبکر کبھی آپ کے آگے کبھی دائیں کبھی بائیں اور کبھی پیچھے چلتے تھے آپ نے دریافت فرمایا اے ابوبکر یہ کیا کرتے ہو عرض کیا یا رسول اللہ جب کسی کمین کا خیال آتا ہے کہ کہیں گھات میں نہ بیٹھا ہو تو دائیں بائیں اور آگے چلنے لگتا ہوں اور جب کسی تعاقب کرنے والے کا خیال آتا ہے کہ کوئی تلاش میں پیچھے سے نہ آرہا ہو تو پیچھے چلنے لگتا ہوں۔

یہ ہے سچا اخلاص دیکھو قدم کو
خدا ان سے راضی ہوا وہ خدا سے
محبت میں رکھا ہے کیسا جما کے
نبی کی محبت سے دل کو بسا کے

غارِ ثور پر پہنچ کر ابوبکر نے عرض کیا، آپ ذرا توقف فرمائیں، میں اتر کر غار کو صاف کر لوں چنانچہ وہ غار میں اترے اور اس کو صاف کیا، وہاں کچھ سوراخ تھے ان کو اپنے تہ بند کا ایک حصہ پھاڑ کر بند کیا دو سوراخ رہ گئے۔ ان پر اپنی ایڑیاں رکھدیں پھر آپ سے تشریف لانے کو عرض کیا چنانچہ آپ غار میں اترے اور ابوبکر کے گھٹنے پر سرِ مبارک رکھکر قدرے استراحت فرمائی۔ اس عرصہ میں ایک نہایت ہی زہریلے سانپ نے ابوبکر کی ایڑی کو ڈس لیا۔ باوجود انتہائی درد کے انھوں نے پاؤں کو قطعاً حرکت نہ دی۔ تکلیف کی وجہ سے ان کے آنسو نکل آئے اور اتفاق سے ایک قطرہ بہہ کر آپ کے رخسار شریف پر جا پڑا۔ آپ کی آنکھ کھل گئی، کیفیت معلوم ہونے پر آپ نے لعابِ دہن لگا دیا فوراً آرام ہوگیا۔

رزین عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر کی وفات کے وقت وہ زہر آپ کے بدن میں پھیل گیا اور آپ کی وفات اُسی زہر سے ہوئی

محبت میں فانی تھے صدیقِ اکبر ❊ نہ تھی فکر ان کو بہ جز فکرِ سرور
وہ راہِ خدا میں سبھی دے چکے تھے ❊ دل و جان و اولاد و مال و تن و سر

جمعرات کا دن تمام کر کے جمعہ کی شب کو یا اتوار کا دن تمام کر کے پیر کی شب کو آپ غارِ ثور تشریف لے گئے، جب آپ غار میں داخل ہو گئے تو اللہ کے حکم سے ثمامہ نے دو جھاڑیاں لا کر غار کے دہانہ پر ڈال دیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ قادرِ مطلق کے حکم سے ہیما کا پودہ غار کے دہانہ میں اگا کبوتر کے ایک جوڑے نے آکر وہاں گھونسلہ بنا لیا اور انڈے دیدئے اور مکڑی نے غار پر جالا تان دیا ۔

عنکبوتے را بہ حکمت دام داد
صدرِ عالم را درو آرام داد

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے دن کبوتروں نے آپ پر سایہ کیا وہ کبوتر اسی جوڑے کی نسل سے تھے جس نے غار کے دہانے میں گھونسلہ بنا کر انڈے دئے تھے اور اس کی نسل اب تک حرم شریف میں امن سے رہتی ہے۔

حضرت علی آپ کے بستر پر لیٹے رہے اور کافر باہر انتظار کرتے رہے، صبح کو وہ اٹھے جب ابوجہل اور اس کے رفقاء نے ان کو دیکھا تو حیران رہ گئے آپ سے دریافت کیا تمہارے ساتھی کہاں ہیں، آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا، بعض روایات میں آیا ہے کہ اس موقع پر بدبختوں نے آپ کے ساتھ کچھ سختی بھی کی، آخر کو ابوجہل اپنے ساتھیوں کو لے کر حضرت ابوبکر کے گھر پہنچا وہاں آپ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء موجود تھیں، ابوجہل نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارے باپ کہاں ہیں۔ انھوں نے بھی

لاعلمی کا اظہار کیا۔ ابوجہل نے غصہ میں بھر کر ان کے رخسار پر اس زور سے چانٹا مارا کہ ان کے کان میں سے آویزہ نکل کر دُور جا پڑا۔

ابوجہل اور اس کے رفقا بہت پریشان ہوئے۔ اسی وقت انھوں نے مشورہ کر کے اعلان کر دیا کہ جو شخص ان دونوں کا پتہ لگائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ انعام کے لالچ میں ہر ایک نے تلاش شروع کر دی خود ابوجہل وغیرہ نے ایک ماہر قائف کو ساتھ لیا یعنی نقش قدم پہچاننے والے کو، وہ قائف ان کو لے کر نشانِ قدم دیکھتا ہوا غار ثور تک پہونچا اور اس نے کہا اس غار سے آگے نشان نہیں گیا ہے۔ یہ سن کر اُمیّہ بن خلف نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

یہاں آؤ دیکھو ذرا غور کر کے
کبوتر کے رکھے ہوئے ہیں یہ انڈے
یہ مکڑی کا جالا ہے کتنا قدیمی
محمدؐ سے ہے پیشتر کا یقینی
نہیں دیکھتے پھر یہ ایما طلسمی
کہاں اس میں ہوگا کوئی فردِ انسی
وہ خوش تھا کہ سب نے کہا میرا مانا
میں سمجھا گیا سب میں بینا و دانا
نہ سمجھا کہ قدرت کی کاریگری ہے
ہے صدیقؓ اس میں اسی میں نبیؐ ہے
طلسمی نہیں ہے یہ ہیما ہے اعجاز
محمدؐ کو رب نے کیا ہے سرافراز
یہ جالا نہیں ہے یہ ہے خاص پردہ
بچاؤ کا حق نے نکالا ہے رستہ
سراسر عنایت ہے اس ذوالمنن کی
حقیقت نہیں کچھ بھی اب دشمن کی

ادھر تو کافروں کی یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر ابوبکرؓ نے پریشان ہو کر آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر یہ کافر ذرا جھک کر زیرِ قدم دیکھیں تو یقیناً یہ ہم کو دیکھ لیں گے آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی غمگین مت ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ نے یہ بھی ارشاد کیا مَاظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا یعنی ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ جل شانہ ہے

ابوبکرؓ کے خوف پر آپ بولے
کرو تم نہ اپنے کو ہلکان ہرگز
ہماری رفاقت میں ہے پاک مولیٰ
نہیں ہم کو بھولا ہے رحمان ہرگز

تین رات غار میں آپ دونوں کا قیام رہا۔ عبداللہ فرزند حضرت ابوبکرؓ حسب ہدایت بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ شام کو غار جاتے اور رات وہاں رہ کر فجر کو مکہ مکرمہ لوٹ آتے تھے چوتھی رات کو ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فُہیرہ دونوں اونٹنیوں کو لے کر عبداللہ بن اُرَیقِط کے ہمراہ حاضر ہوا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ اپنے غلام کو لے کر دوسری اونٹنی پر، عبداللہ بن اُرَیقِط اپنی اونٹنی پر سوار تھا۔ ابراھیم ابن اسعد کی روایت ہے کہ پیر کی شب

تھی اور ماہ ربیع الاوّل کی چوتھی تاریخ تھی جب آپ غار سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے، جب آپ روانہ ہونے لگے تو آپ نے بیت اللہ شریف کی طرف دیکھا اور مکہ مکرمہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اللہ کی قسم ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی زمین میں تیری سرزمین سب سے زیادہ مجھ کو محبوب ہے اور اللہ کی پیدا کی ہوئی زمین میں تیری سرزمین سب سے زیادہ اللہ کو محبوب ہے اور اگر تیرے اہل یعنی تیرے رہنے والے مجھ کو نہ نکالتے میں تجھ سے نہ نکلتا یہ فرما کے آپ روانہ ہو گئے، یہ مبارک قافلہ عبداللہ کی رہبری میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔ حضرت ابوبکر کے پاس جتنا نقد روپیہ تھا وہ سب انہوں نے آپ کی خدمت کے واسطے ساتھ لے لیا، ساری رات اور پھر آدھے دن تک سفر برابر جاری رہا دوپہر کو تھوڑی دیر آرام کرنے کو رکنا ہوا تھوڑی دیر استراحت فرمانے کے بعد پھر سفر شروع ہوا حضرت ابوبکر تمام راستہ چاروں طرف دیکھتے جاتے تھے کہ کہیں کوئی دشمن بیٹھا نہ ہو یا کوئی تعاقب میں آنہ رہا ہو، استراحت فرمانے کے بعد تھوڑا ہی سفر طے کیا تھا کہ پیچھے سے سُراقہ بن مالک بن جُعشُم کنانی پر ابوبکر کی نظر پڑی وہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑائے چلا آرہا تھا حضرت ابوبکر کو آپ کی فکر لاحق ہوئی اور بے چین ہو کر رونے لگے آپ نے جب ان کو روتا دیکھا دریافت فرمایا کیوں روتے ہو انہوں نے سُراقہ کا ذکر کیا آپ نے یہ سن کر یوں دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اکْفِنَاہُ بِمَا شِئْتَ یعنی اے اللہ ہم کو اس کے شر سے جس طرح تو چاہے بچالے یہ دُعا کرتے ہی سراقہ کے گھوڑے کے پیر سنگلاخ زمین میں فوراً دھنس گئے، سراقہ یہ کیفیت دیکھ کر حیران ہوا اور اس نے بآواز بلند آپ سے کہا اے محمد میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ آپ کی وجہ سے ہوا ہے آپ دعا فرمائیں تاکہ میں اس ورطہ سے نجات پاؤں اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کی تلاش میں جو جو بھی میرے پیچھے چلا آرہا ہے میں ان سب کو بہکا کر لوٹادوں گا اور میں آپ کو اپنا یہ ایک تیر دیتا ہوں، تھوڑی دور آگے چل کر آپ کو میرے اونٹ اور بھیڑیں ملیں گی آپ چرواہے کو میرا تیر دیدیں اور مویشیوں میں سے جو چاہیں لے لیں آپ نے فرمایا نہ میں تیر لوں اور نہ مجھ کو مویشی کی ضرورت ہے البتہ ہمارا پیچھا کرنے والوں کو لوٹادو، پھر آپ نے دعا فرمائی اور گھوڑے کے پیر زمین سے نکل آئے سراقہ واپس مکہ کو روانہ ہوا، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا جو بھی اس کو راستہ میں تعاقب کرنے والا ملا اس کو یہ کہکر لوٹادیا کہ تم کہاں جارہے ہو میں اپنے بادرفتار گھوڑے پر دور تک دیکھ آیا ہوں میں نے کہیں بھی محمد کا پتہ نہیں پایا ہے، سراقہ کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں توفیق دی اور وہ اسلام لے آیا اور مشہور صحابہ میں اس کا شمار ہوا۔

یہ مبارک قافلہ موضع قَدِید پہنچا وہاں راستہ کے کنارے اُمِّ مَعبَد کا خیمہ ملا، یہ عورت بڑی شجاع سمجھدار اور مہمان نواز تھی اس کے شوہر بھیڑ بکریوں کو چرانے لے کر گئے تھے اس کے پاس کوئی

تھے نہ تھی جس کو پیش کر کے حقِ ضیافت ادا کرتی وہ پریشان نظر آئی، آپ نے ایک بکری خیمہ کے کونے میں بندھی دیکھی اور اس کے متعلق ام معبد سے دریافت فرمایا، اس نے کہا یہ خشک ہے اور اتنی لاغر اور کمزور ہے کہ چرنے نہیں جاسکتی اس لئے یہاں بندھی ہوئی ہے آپ نے فرمایا اگر اجازت ہو تو میں اس کو دُوہ لوں، عرض کیا آپ بہ شوق دُوہ لیں لیکن اس میں دودھ تو نہیں ہے آپ نے بکری کے تھنوں پر اللہ کا نام لے کر ہاتھ پھیرا پھر اُمِّ مَعْبَد سے ایک برتن طلب کیا اور اس کا دودھ نکالا، پہلے آپ نے اُمِّ مَعْبَد کو دودھ پلایا پھر اپنے رفقا کو، جب آپ نے ابوبکر کو دودھ پیش کیا انھوں نے عرض کیا پہلے آپ نوش فرمائیں آپ نے ارشاد کیا سَاقِی الْقَوْمِ اٰخِرُھُمْ شُرْبًا یعنی قوم کو پلانے والا آخیر میں پیا کرتا ہے۔ چنانچہ سب کو پلانے کے بعد آپ نے نوش فرمایا اس کے بعد پھر اسی کیفیت سے دوسرا دور ہوا، جب سب کا شکم سیر ہوگیا آپ نے برتن میں دودھ دُوہ کر ام معبد کو دیا تاکہ اَبُو مَعْبَد کے آنے پر ان کو دیدیا جائے۔ ایک روایت میں آیا ہے پھر آپ نے بکری کو خرید لیا اور وہاں سے آپ روانہ ہوئے۔

چو آمد در سرائے اُمِّ مَعْبَد — بُزے را دید شیرش خشک و مُفرَد
سحابش گشت آں جَدیِ خریدار — کر دید او آفتاب آمد پدیدار
چو خواجہ دست بر پستاں نہادش — ز پستاں شیر چوں باراں کشادش
سپیدی یافت دست خواجہ زاں شیر — ید بیضا پدید آمد ز تقصیر

آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ابو معبد آئے دُودھ دیکھ کر متعجب ہوئے، ام معبد نے سارا واقعہ بیان کیا اور آپ کا حلیہ شریفہ اور بعض اخلاق مبارکہ اور اوصاف طیبہ بیان کئے ابو معبد نے کہا یہ وہی صاحب قریش اور نبی مبارک ہیں جن کو اہل مکہ نے برسوں سے تنگ کر رکھا ہے پھر وہ اہلِ وعیال کو لے کر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے آپ کا سفر بہت ہی خیر و خوبی کے ساتھ ہوا راستہ میں دسیوں معجزاتِ باہرات کا ظہور ہوا۔ دوپہر کے قریب پیر کے دن بارہ ماہِ مبارک ربیع الانور کو آپ مدینہ منورہ پہنچے۔

آپ جمعرات کا دن تمام کر کے جمعہ کی شب پہلی ربیع الاوّل کو مکہ مکرمہ سے غار ثور روانہ ہوئے تین شب وہاں قیام فرما کے چوتھی شب کو جبکہ ماہ مبارک کی بھی چوتھی تھی غار ثور سے روانہ ہوئے بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ کا سفر جمعرات کا دن تمام کر کے جمعہ کی شب سے شروع ہوا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ پیر کی شب سے شروع ہوا علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ان روایات کا اختلاف اس طرح رفع کیا جاسکتا ہے کہ جس نے مکہ مکرمہ کے مبارک شہر سے آپ کے رخصت ہونے اور روانہ ہونے پر نظر رکھی ہے اس نے جمعہ کی شب سے سفر شمار کیا ہے اور جس نے غار ثور سے روانہ ہونے کو سفر کا آغاز تصور کیا ہے اس نے شب دو شنبہ سے سفر کا حساب لگایا ہے آٹھ دن۔

ہیں آپ کا سفر طے ہوا مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے چند روز قبا میں قیام کیا اور وہاں آپ نے وہ پہلی مبارک مسجد شریف بنائی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ چونکہ آپ نے ہجرت کے بعد پہلے جمعہ کو نماز اسی مسجد شریف میں ادا فرمائی، اس لئے اس کا نام مسجد جمعہ مشہور ہوا آپ کا قیام ابھی قبا ہی میں تھا کہ حضرت علی آپ کی خدمت شریف میں پہنچ گئے۔ انھوں نے مکہ مکرمہ میں ہر ایک کی امانت اس کو دے دی اور پھر کافروں سے چھپ کر پا پیادہ روانہ ہو گئے آپ نے اکثر راتوں کو سفر کیا، آپ کے پیر زخمی ہو گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک زخموں پر پھیرا، اللہ تعالیٰ نے فوراً شفا دی اور پھر اس کے بعد کبھی ان کے پیروں میں تکلیف نہ ہوئی۔

قبا سے آپ اپنی اونٹنی پر جمعہ کی نماز ادا فرما کے روانہ ہوئے حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے آپ ہی کی اونٹنی پر بیٹھے، تین میل کے فاصلے پر یثرب کی آبادی تھی آپ کی اونٹنی جب انصار کے محلہ میں داخل ہوئی تو ہر انصاری جس کے گھر کے سامنے سے آپ کی اونٹنی گزری تھی بہ صد شوق عرض کرتا تھا، یا رسول اللہ میرے گھر میں آپ قیام فرمائیں، آپ فرماتے تھے اونٹنی کو اللہ تعالیٰ کا حکم ملا ہے وہاں پر وہ خود بیٹھ جائے گی چنانچہ اونٹنی پہلے اس مقام پر آکر بیٹھی جہاں اب آپ کی مسجد شریف بنی ہوئی ہے اور پھر وہاں سے جلد اٹھ کر ابوایوب خالد بن زید بن کلیب کے دروازہ کے سامنے بیٹھ گئی وہ انصار کے قبیلہ بنی نجار میں سے تھے اور پھر اٹھ کر وہ اونٹنی پہلی جگہ پر آکر بیٹھ گئی چنانچہ آپ نے اس جگہ پر مسجد شریف بنائی اور قیام ابوایوب خالد کے گھر فرمایا۔ آپ نے یثرب کا نام طابہ اور طیبہ رکھا لیکن عام طور پر مدینۃ الرسول کے نام سے یاد کرنے لگے یعنی رسول اللہ کا شہر اور پھر صرف مدینہ ہی پڑ گیا۔

جس دن آپ مدینہ منورہ پہنچے اہل مدینہ کی سب سے بڑی مسرت اور عید کا وہ دن تھا جس وقت ابوایوب کے دروازہ پر آپ کی اونٹنی رکی بنی نجار کی لڑکیاں دف لے کر باہر نکل آئیں انھوں نے اپنے اپنے دف بجا کر خوشی سے گانا شروع کیا۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ ـــــ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

یعنی ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کیا ہی اچھے پڑوسی ہیں آپ نے خوش ہو کر ان لڑکیوں سے فرمایا کہ کیا تم کو مجھ سے محبت ہے۔ انھوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے ارشاد کیا، اللہ جانتا ہے کہ میرا دل تم سے محبت رکھتا ہے۔ چھتوں پر عورتیں اکٹھی ہو گئیں اور انھوں نے شوق اور محبت میں گا کر کہنا شروع کیا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ـــ مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ـــ مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

ثَنِیَّۃ پشتے اور ٹیلے کو کہتے ہیں اور وَدَاع رخصت کرنے کو۔ حافظ عراقی نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ کے جوانب میں ٹیلے ہیں۔ جب کوئی مسافر وہاں سے جاتا ہے ٹیلوں تک اس کے عزیز اس کو رخصت کرنے جاتے ہیں اس لئے ان ٹیلوں کا نام رخصت کرنے کے ٹیلے پڑ گیا، ان اشعار کا مطلب یہ ہے۔ رخصت کرنے کے ٹیلوں کی طرف سے بدرِ کامل ہم پر طلوع ہوا ہے۔ جب تک بھی کوئی اللہ کو پکارنے اور یاد کرنے والا باقی ہے یعنی جب تک دنیا قائم ہے ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے، اے وہ ذات گرامی جس کو اللہ نے ہماری ہدایت کے واسطے بھیجا ہے آپ ایسی چیزلے کر آئے ہیں جو مُسَلَّم ہے اور اس کی اطاعت کی گئی ہے۔

طبرانی روایت کرتے ہیں کہ آپ کے مدینہ منورہ پہنچنے پر راستوں پر لڑکوں کی ٹولیاں نعرے لگاتی پھرتی تھیں جَاءَ مُحَمَّدٌ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یعنی محمد تشریف لے آئے اللہ کے رسول تشریف لے آئے۔

خوش نصیب ہیں جن کو آپ کا پڑوس نصیب ہوا اور رشک فردوس بریں ہے وہ سرزمین جہاں محبوب رب العالمین اقامت گزیں ہوئے حضرت عمرؓ اپنی دعائیں کہا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ یعنی اے میرے مولیٰ تیرے راستہ میں مجھ کو شہادت نصیب ہو اور تیرے رسول کے دیار میں میری موت واقع ہو۔

کے بود یارب کہ رُو در یثرب و بطحا کنم — گہ بہ مکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم
بر کنارِ زمزم از دل بر کشم یک زمزمہ — کز دو چشم خوں فشاں آں چشمہ را دریا کنم
صد ہزاراں دی دریں سودا بسر امروز شد — نیست صبرم بعد ازیں کامروز را فردا کنم
یا رسول اللہ بسوئے خود مرا راہے نمای — تا ز فرقِ سر قدم سازم ز دیدہ پا کنم
آرزوئے جنت الماویٰ بروں کردم ز دل — جنتم ایں بس کہ بر خاک درت ماوا کنم
خواہم از سودائے پابوست نہم سر در جہاں — یا بہ پایت سر نہم یا سر دریں سودا کنم

ہر دم از شوق تو معذورم اگر ہر لحظہ
جامی آسا نعرۂ شوقے دگر انشا کنم

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

چودھواں محسنہ فتحِ مکہ کے بیان میں

جب عمر شریف اکسٹھ برس کو پہنچی اور ہجرت کا آٹھواں سال تھا ماہِ مبارک رمضان کے اخیر

میں آپ نے بلا کسی مشقت اور زحمت کے مکہ مکرمہ کو فتح کیا، آپ کے ہمراہ دس ہزار جاں نثار تھے آپ نے ایسا انتظام فرمایا تھا کہ مکہ مکرمہ کے لوگوں کو خبر تک نہ ہو سکی کہ آپ اتنی بڑی جمعیت لیکر مکہ مکرمہ کو فتح کرنے تشریف لا رہے ہیں آپ بڑے اطمینان سے کوچ پر کوچ فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ مرّ الظہران پہنچ گئے۔ یہ مقام مکہ مکرمہ سے صرف پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے یہاں پہنچکر آپ نے پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور ارشاد کیا کہ آج کی رات تم میں سے ہر شخص آگ روشن کرے چنانچہ ہر ایک نے آگ جلائی اور جنگل منور اور روشن ہو گیا۔

بارہ پندرہ دن سے اہل مکہ کو آپ کی کوئی خبر نہیں ملی تھی، سب کو ایک قسم کی بے چینی لاحق تھی، ابو سفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء مکہ سے نکلے تاکہ کسی راہ رو سے کچھ معلومات حاصل کر سکیں۔ انھوں نے کچھ ہی راستہ طے کیا تھا کہ ان کو جنگل میں چاروں طرف آگ ہی آگ جلتی نظر آئی وہ حیران رہ گئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت عباس ان کی طرف جا نکلے، انھوں نے ابوسفیان اور ان کے رفقار کو پہچان کر آواز دی اور ان کو بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج ظفر موج پڑی ہے اور سورج نکلتے ہی یہ فوج مکہ میں داخل ہو جائے گی۔ اس فوج سے مقابلہ تم لوگ کسی طرح نہیں کر سکتے، بہتر یہ ہے کہ تم کچھ تدارک کر لو اور اہل مکہ کو بے فائدہ قتل ہونے سے بچا لو، ابو سفیان نے کہا اب ہم کیا تدارک کر سکتے ہیں اگر تمہاری سمجھ میں کوئی بات آتی ہو بتاؤ تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔ عباس نے کہا اے ابو سفیان بہتر یہ ہے کہ تم میرے ساتھ میری سواری پر بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو تو مجھ کو اللہ سے امید ہے کہ ضرور کوئی بھلائی کی صورت نکل آئے گی۔ ابو سفیان کے ساتھیوں نے بھی اس رائے کو پسند کیا چنانچہ ابو سفیان عباس کے پیچھے سواری پر بیٹھے اور وہ سواری کو دوڑاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی طرف بڑھنے لگے۔ عباس کو ڈر لگا ہوا تھا۔ کوئی ابو سفیان کو نہ پہچان لے اور وہ قتل نہ کر دئے جائیں اس لئے وہ جلد سے جلد آپ کی خدمت میں پہنچنا چاہتے تھے۔ اتفاق سے راستہ میں عمر کی نظر ابو سفیان پر پڑ گئی وہ تلوار لے کر دوڑے ان کے پہنچنے سے پہلے عباس آپ کی خدمت میں پہنچ گئے اور ابو سفیان کو آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ اس عرصہ میں عمر بھی تلوار لئے پہنچ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ اور اللہ کے رسول کا دشمن ابو سفیان ہاتھ آیا ہے آپ اجازت دیں تاکہ اس کا سر قلم کر دوں، عباس فوراً بول اٹھے یا رسول اللہ میں نے ابو سفیان کو امان دی ہے آپ بھی ان کو اماں دیں۔ آپ نے عباس سے کہا تم اس وقت ابو سفیان کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور رات کو اپنے پاس بحفاظت رکھو، صبح کو سُہران کو لے کر میرے پاس آنا چنانچہ وہ صبح کو ابو سفیان کو لے کر آپ کی خدمت میں پہنچے، آپ نے ابو سفیان کو دیکھکر ارشاد کیا وَیْحَكَ یَا اَبَا سُفْیَانَ

اَلَمْ یَأْنِ لَکَ اَنْ تَعْلَمَ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ یعنی افسوس ہے تم پر اے ابوسفیان کیا اب تک تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ تم پہچان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے یہ سن کر ابوسفیان نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا ہی آپ کا حلم ہے، کیا ہی آپ کا کرم ہے اور کیا ہی آپ کا صلۂ رحم ہے مجھ کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اگر کوئی دوسرا معبود ہوتا تو یقیناً وہ میری مدد کرتا یہ سن کر آپ نے ارشاد کیا وَیْحَکَ یَا اَبَا سُفْیَانَ اَلَمْ یَأْنِ لَکَ اَنْ تَعْلَمَ اَنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ یعنی افسوس ہے تم پر اے ابوسفیان کیا اب تک تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ تم پہچان لو کہ میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں، یہ سن کر ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا ہی آپ کا حلم ہے کیا ہی آپ کا کرم ہے اور کیا ہی آپ کا صلۂ رحم ہے۔ قسم ہے خدا کی کہ اس بات کے متعلق اب تک دل میں کچھ تردد باقی ہے۔ عباس کہتے ہیں کہ ابوسفیان کے اس جواب کو سن کر مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی ابوسفیان پر حملہ نہ کر بیٹھے اور وہ قتل نہ ہو جائیں چنانچہ میں نے فوراً ابوسفیان سے کہا اے ابوسفیان افسوس ہے تم پر کہ تم کیوں نہیں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کہتے، مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں تم کو کوئی قتل نہ کر دے میرے اس کہنے کا ابوسفیان پر اثر ہوا اور وہ اسی وقت ایمان لے آئے۔

آپ نے عباس سے کہا تم ابوسفیان کو لے جا کر راستہ پر کھڑے ہو جاؤ تا کہ اسلام کی فوج ان کے سامنے سے گزرے اور یہ اس کو اچھی طرح سے دیکھ لیں، پھر آپ نے ابوسفیان سے کہا تم اسلام کی فوج کو دیکھ کر فوراً مکہ جاؤ اور وہاں صورتِ حال سے سب کو آگاہ کر دو، اور پھر اعلان کر دو کہ جو شخص مسجدِ حرام میں داخل ہو جائے گا، اس کی جان کی سلامتی ہے اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا، اس کی جان کی سلامتی ہے اور جو شخص اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا اس کی جان کی سلامتی ہے۔

ابوسفیان نے آپ کے ارشاد کے موافق پہلے سرفروشانِ اسلام کو دیکھا پھر فوراً مکہ پہنچ کر اعلان کیا کہ محمد اتنی زبردست فوج کو لے کر آئے ہیں کہ تم ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور وہ تھوڑی ہی دیر میں مکہ میں داخل ہو رہے ہیں میں اس وقت تمہارے پاس محمد کی طرف سے امن کا پیغام لے کر آیا ہوں، تم اپنے کو قتل سے بچاؤ اور اس امن کے پیغام کو قبول کرو پھر انہوں نے آپ کا پیغام سب کو سنایا۔

آپ نے اسلامی فوج کے چار حصے کئے اور آپ نے سب سے تاکید فرمایا کہ تم ہرگز لڑائی نہ چھیڑنا۔ اگر تم پر کوئی حملہ کرے تو پھر اللہ کا نام لے کر مدافعت کی حد تک لڑنا، آپ نے فوج کا ایک حصہ سیف اللہ خالد بن الولید کی قیادت میں دیا اور ان سے فرمایا کہ تم کدیٰ سے از جانب لیط اسفلِ مکہ

سے شہر میں داخل ہونا اور ایک حصہ زُبیر بن العوّام کو سپرد کیا اور ان سے فرمایا کہ تم شمال کی جانب سے شہر میں داخل ہونا اور ایک حصہ سَعد بن عُبادہ انصاری کے سپرد کیا اور ان سے فرمایا کہ تم غرب کی جانب سے شہر میں داخل ہونا، چونکہ سعد کی طبیعت میں جوش کافی تھا اور اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں وہ اہل مکہ کو تہ تیغ نہ کردیں اس لئے آپ نے قیادت ان کے فرزند قَیس بن سَعد کو دلوا دی جو کہ باوجود شجاعت کے قوتِ تحمل اور برداشت سے بھی متصف تھے اور ایک حصہ جس میں مہاجرین کی جماعت تھی امینِ اُمّت اَبُو عُبَیدَہ الجرّاح کے سپرد کیا اور آپ خود بھی اسی جماعت کے ساتھ رہے، آپ نے سب سے فرمایا کہ شہر کے قریب پہونچ کر ایک گھڑی توقف کرلینا پھر شہر میں داخل ہونا، آپ کدار سے از جہت اعالی مکہ شہر میں داخل ہوئے، آپ اونٹنی پر سوار تھے اور آپ نے نہایت ہی عاجزی اور نیاز مندی کے ساتھ اپنے سر مبارک کو کجاوہ کے اگلے حصہ پر اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ کے سامنے سجدہ میں رکھا ہوا تھا، آپ عبودیت کا بے مثال مظاہرہ فرماتے ہوئے مسجد حرام پہنچے۔

جس طرف سے خالد بن ولید شہر میں داخل ہوئے ادھر عِکرمہ پسر ابوجہل اور صَفوان پسر اُمیّہ اور ان کے رفقاء و شورہ پشت جماعت کو لیکر کھڑے ہوگئے۔ انھوں نے خالد کے راستہ میں رکاوٹ ڈالی اور تیر برسا کر ان کی فوج کے کچھ افراد کو زخمی کیا، دو اشخاص اور ایک روایت میں ہے کہ تین اشخاص شہید بھی ہوئے، یہ دیکھکر خالد نے کافروں کو مار بھگانے کا حکم دیا، حکم کی دیر تھی اور تھوڑی دیر میں راستہ بالکل صاف تھا۔ کافروں کے تیرہ آدمی یا اٹھائیس آدمی مارے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ کافروں میں سے ستر افراد مارے گئے، سوائے خالد کی طرف کے کسی طرف لڑائی نہیں ہوئی اور تمام افواج بآرام مسجد حرام پہنچ گئیں۔

خُلقِ عظیم کی اعلیٰ مثال

مسجد حرام پہنچ کر آپ نے پہلے اپنی اونٹنی پر بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور پھر آپ نے اہل مکہ سے خطاب کیا اور فرمایا اے قریش کی جماعت تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ اب کیا سلوک کروں گا، اگرچہ کافروں نے آپ کو عمر بھر طرح طرح سے ستایا تھا اور آپ کے قتل کرنے کی انتہائی کوشش کی تھی لیکن وہ آپ کے اخلاقِ اعلیٰ سے پوری طرح واقف تھے وہ جانتے تھے کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے ہرگز نہیں دیتے اس لئے ان سب نے ایک زبان ہوکر جواب دیا، ہم کو پورا یقین ہے کہ آپ ہمارے ساتھ بھلائی کریں گے، آپ ہمارے اچھے اور کریم بھائی ہیں اور اچھے کریم بھائی کے فرزند ہیں، آپ نے فرمایا میں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ یعنی اب تم پر کوئی الزام نہیں

ہے، اللہ تمہارے قصور معاف کرے وہ سب مہربانوں سے بڑھکر بڑا مہربان ہے پھر آپ نے فرمایا اِذْھَبُوا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ اللہِ، یعنی جاؤ تم سب اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہو، سبحان اللہ عمر بھر کی اذیت پر یہ شفقت اور مقدرت پر یہ مرحمت،

عفو کیں سب کی خطائیں ایک ایک
عمر بھر جس نے ستایا آپ کو
پھر محبت سے کیا ان کو خطاب
اب نہیں الزام جاؤ خوش رہو
رحم فرمائے خدا تم پر مدام
وہ بڑا ہی مہرباں ہے دیکھ لو
کردئے اس نے گنہ سب کے معاف
تم سبھی آزاد کردہ اس کے ہو

آپ نے بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کیا، کفر کی ظلمت اور شرک کی نجاست زائل ہوئی اسلام کا نور روشن ہوا، توحید کا نعرہ بلند ہوا۔ وہ لوگ جو تھوڑی دیر پہلے تک آپ کے خون کے پیاسے تھے آپ کے حلم، کرم، عفو، شفقت، انکساری اور اخلاق اعلیٰ کو دیکھکر آپ پر دل و جان سے فدا ہوئے اور ہزاروں کی تعداد میں آ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

آپ جب داخل ہوئے بیت الحرام
نام روشن ہو گیا اسلام کا
مشرکوں کا مٹ گیا مکہ سے نام
کافروں کے حوصلے فانی ہوئے
نورِ وحدت سے ہوا روشن مقام
لب پہ سب کے کلمۂ توحید تھا
دشمنِ جانی ہوا دل سے غلام
آپ کے اخلاق اعلیٰ دیکھکر

فتح مکہ کو فتح کرنے سے پہلے آپ نے گیارہ مردوں اور سات عورتوں کے متعلق اعلان فرمادیا تھا کہ یہ لوگ جہاں بھی ملیں ان کو قتل کردیا جائے ان میں سے چار مرد اور تین عورتوں کو قتل کیا گیا، باقی گیارہ افراد کو آپ نے معاف فرمایا اور وہ مسلمان ہو گئے

عکرمہ کا اسلام لانا

جن گیارہ افراد کو آپ نے بعد میں امان دی ہے ان میں سے ایک عکرمہ پسر ابوجہل ہیں یہ آخیر وقت تک آپ کی مخالفت پر تُلے رہے۔ خالد کی فوج سے لڑے جب اپنے کو بے بس اور مغلوب پایا تو راہ فرار اختیار کی اور جدہ کو روانہ ہوئے ان کی بیوی ام حکیم دختر حارث بن ہشام جو ان کے چچا کی لڑکی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ شریف میں حاضر ہوئیں اور آپ سے اپنے شوہر کے واسطے امان طلب کی تھی، بھلا آپ کی رحمت سے کون خالی ہاتھ جاسکتا تھا آپ نے بخوشی ان کی درخواست منظور کی اور عکرمہ کی جان بخشی، ام حکیم اسی وقت جدہ کو روانہ ہوئیں اور وہاں

پہونچ کر عکرمہ سے کہا، اے میرے چچا کے بیٹے میں تمہارے پاس ایسے شخص کے پاس سے آئی ہوں جو سب سے زیادہ صلۂ رحم کرنے والا اور سب سے زیادہ بھلائی کرنے والا اور سب سے زیادہ اچھا آدمی ہے تم بلا وجہ اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو، تم میرے ساتھ چلو، میں تمہارے واسطے امن کا پیغام لے کر آئی ہوں۔ عکرمہ نے ان سے پوچھا کیا تم نے خود ان سے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کی اور انھوں نے خود تم کو امان دی ام حکیم نے ہاں میں جواب دیا یہ سن کر عکرمہ ان کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوئے۔

عکرمہ اور ام حکیم ابھی مکہ کے قریب پہنچے تھے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا ابو جہل کا بیٹا عکرمہ مومن ہو کر آ رہا ہے تم اس کے باپ کو گالی نہ دو، میّت کے گالی دینے سے مردے کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے رشتہ داروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

مکہ پہنچ کر ام حکیم اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا عکرمہ در اقدس پر حاضر ہے، یہ سن کر آپ کو اتنی مسرت اور خوشی ہوئی کہ آپ بیٹھے سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا عکرمہ کو اندر بلاؤ، چنانچہ عکرمہ اندر داخل ہوئے اور جب آپ کی مبارک نظر ان پر پڑی تو محبت سے فرمایا اے مُہاجر سوار اچھے آئے اور پھر آپ تشریف فرما ہوئے عکرمہ آکر آپ کے پاس کھڑے ہو گئے اور عرض کیا اے محمد، مجھ کو ام حکیم نے خبر دی ہے کہ آپ نے مجھ کو امان دیدی ہے آپ نے فرمایا ام حکیم نے تم سے سچ کہا ہے میں نے تم کو امان دیدی ہے یہ سن کر عکرمہ نے عرض کیا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ، یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور آپ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، یہ کہکر عکرمہ نے اپنی گردن ندامت اور شرمندگی کی وجہ سے جھکالی ہے اور پھر عرض کیا آپ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والے ہیں اور آپ سب سے زیادہ وفا کرنے والے ہیں، آپ نے فرمایا اے عکرمہ، تم جو کچھ بھی مجھ سے طلب کروگے اور مجھ کو اس کے دینے کی قدرت ہوگی میں بخوشی تم کو دوں گا، عکرمہ نے عرض کیا میں آپ سے دعائے مغفرت کا طالب ہوں، میں نے جو جو عداوت آپ کے ساتھ کی ہے یا جو لڑائیاں شرک کے غالب ہونے کے لئے لڑی ہیں آپ ان سب کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ معاف فرمادے، آپ نے فرمایا، یا اللہ تو عکرمہ کی ہر عداوت کو جو اس نے میرے ساتھ کی ہے اور ہر بری بات کو جو اس نے زبان سے نکالی ہے اور ہر لڑائی کو جو اس نے تیرے راستہ میں رکاوٹ کے لئے لڑی ہے معاف کردے یہ سن کر عکرمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھ کو بھلائی کی تعلیم دیں تاکہ میں اس پر عمل کرتا رہوں آپ نے فرمایا تم اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ

اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کہو اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نے جتنا روپیہ اللہ کے راستہ سے روکنے میں خرچ کیا ہے اس سے دگنا روپیہ اللہ کے راستہ میں خرچ کروں گا اور میں جتنی مرتبہ اللہ کے راستہ سے روکنے کے لئے لڑا ہوں اس سے دگنا اللہ کے راستہ کے لئے لڑوں گا۔

عکرمہ نے آپ سے جو عہد کیا مرتے دم تک اس پر پابندی کے ساتھ قائم رہے اس کے بعد وہ ہر لڑائی میں شریک ہوئے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر کی خلافت میں اَجْنَادِیْن کے مقام پر جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ جس وقت ان کو میدانِ جنگ سے اٹھایا ہے تو ان کے بدن پر ستر سے کچھ زیادہ تلوار اور بھالوں کے زخم تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

پندرھواں محاسنہ حَجَّۃُ الْوَدَاع کے بیان میں

جب عمر شریف تریسٹھ برس کی ہوئی اور ہجرت کا دسواں سال تھا آپ نے حج کا ارادہ فرمایا اس حج کو حَجَّۃُ الْوَدَاع، حَجَّۃُ الْاِسْلَام، حَجَّۃُ الْبَلَاغ اور حَجَّۃُ التَّمَام کہتے ہیں، چونکہ آپ نے اعلان فرما دیا تھا کہ اس سال میرا قصد حج کا ہے اس خبر کو سن کر ہزارہا افراد مدینہ منورہ پہنچ گئے، چوبیس ذی القعدہ کو ظہر کی نماز ادا فرما کے آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ ہزارہا صحابہ آپ کے ساتھ تھے اور ہزاروں کی تعداد میں آ کر راستہ میں آپ سے ملتے گئے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کچھ زیادہ اشخاص نے آپ کے ساتھ حج کیا، جمعہ نویں ذی الحجہ کو آپ نے میدانِ عرفات میں اونٹنی پر سوار ہو کر سب کو نصیحت فرمائی اور اللہ کا پیغام پہنچایا پھر آپ نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا اَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ یعنی میرے متعلق تم سے دریافت کیا جائے گا، تم کیا کہو گے سب نے ایک زبان ہو کر عرض کیا نَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ یعنی ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیام ہم کو پہنچایا اور آپ نے اپنے کام کو خوب اچھی طرح انجام کو پہنچایا، اور آپ نے ہم کو نصیحت فرمائی جب آپ نے مخاطبین سے یہ جواب سنا اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند فرما کے نیچے کی طرف لاتے ہوئے تین مرتبہ آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ یعنی اے اللہ تو گواہ ہو جا، اے اللہ تو گواہ ہو جا اے اللہ تو گواہ ہو جا، اس کے بعد آپ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے جو بھی حاضر ہے وہ غائب کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائے پھر آپ نے وصیت فرمائی کہ قرآن مجید کو خوب

مضبوطی سے پکڑے رہو اور اس پر عمل کرتے رہو۔

حج کے دن نویں ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں عصر کے وقت آپ پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنی آج ہم نے تمہارے واسطے تمہارا دین کامل کر دیا اور ہم نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور ہم نے تمہارے واسطے اسلام کو از روئے دین پسند کیا۔

اس آیتِ شریفہ سے معلوم ہو گیا کہ جس کام کے واسطے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا وہ کام خوب اچھی طرح پورا ہو گیا، دینِ اسلام مکمل ہو گیا، اسلام کا نام دنیا میں روشن ہو چکا، آپ نے اللہ کے بندوں کو اس کا پیغام پہنچا دیا ترمذی، بیہقی اور بزار عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں، کہ اوسط ایام تشریق میں جبکہ آپ کا قیام منیٰ میں تھا، آپ پر سورۂ نصر نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سورت نے مجھ کو میری موت کی خبر سنائی ہے، مجاہد، ضحاک، ابوالعالیہ اور دیگر ائمہ نے کہا ہے کہ اس سورۂ شریفہ میں آپ کو وفات شریف کی اطلاع دی گئی ہے عبداللہ بن مسعود تو اس سورہ شریفہ کو سورۂ تودیع کہا کرتے تھے۔

چونکہ اس حج میں آپ نے عام طور پر تمام مسلمانوں کو نصیحت اور وصیت فرمائی جس طرح پر کہ کوئی کسی کو وداع کرتا ہے اور اس کے تین ماہ بعد آپ رحلت فرمائے خلد بریں ہو گئے اس لئے اس حج کو حج وداع کہتے ہیں اور چونکہ ہجرت کے بعد آپ نے یہ پہلا حج کیا تھا اور اسلامی شان و شوکت کا اس حج میں پورا اظہار ہوا ہے اس لیے اس کو حج اسلام کہتے ہیں اور چونکہ اس حج میں آپ نے سب کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور سب نے اقرار کیا کہ آپ نے ہم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور ہم قیامت میں اس بات کی گواہی دیں گے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کو ان کے اس کہنے پر گواہ کیا اس لیے اس حج کو حج بلاغ کہتے ہیں اور چونکہ اس حج کے دن آپ پر آیت شریفہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل ہوئی اور آپ پر اللہ کی نعمتوں کا پورا ہونا اور کامل ہونا ثابت ہوا اس لیے اس حج کو حج تمام کہتے ہیں۔

بعض علماء نے حجۃ الوداع کا نام پسند نہیں کیا ہے لیکن شہرت اسی نام کی ہے

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سولھواں ۱۶ محسنہ حلیۂ شریف کے بیان میں

اللہ رے ترے نقشۂ عالی کا سراپا ۔ ہر عضو سے نکلے ہے ترے عظمتِ صانع

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بدرجہ اعتدال تھی۔

بہ صورتِ تو نگارے نیافرید خدائے
ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدائے

ہر خوبی اور لطافت آپ میں بوجہ اتم موجود تھی۔

ہر لطافت کہ نہاں بود پسِ پردۂ غیب } ہمہ در صورتِ خوبِ تو عیاں ساختہ اند
ہر چہ بر صفحۂ اندیشہ کشد کلکِ خیال } شکلِ مطبوعِ تو زیبا تر ازاں ساختہ اند

جمالِ صوری اور معنوی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرد و یگانہ بنایا تھا۔

از جمال آں دلارا چہ تواں نمود املا
کہ خزاں ندارد اصلا چہ بلا بہار وارد

قدِ مبارک نہ طویل اور نہ قصیر بلکہ میانہ تھا۔

گو بہ قد تھے میانہ آپ وے } سب سے معلوم ہوتے تھے بالا
دیکھتا جو بلند قد کہتا } واہ سبحان ربی الاعلیٰ

سر مبارک بزرگ اور بڑا، بال سیاہ، نہ بالکل سیدھے اور نہ پیچدار، کاکل کان کی لو یا شانے تک۔

از زلفِ مشکبوئیت رستم ز رنج و محنت
یابم نہ تا قیامت زیں سلسلہ رہائی

شب معراج آپ نے جناب باری میں عرض کیا، جبرئیل کو چھ سو پر عنایت ہوئے اس کے عوض مجھ کو کیا مرحمت کیا، ارشاد ہوا تمہارا ایک بال میرے نزدیک جبرئیل کے سب پروں سے بہتر ہے خالد نے اپنی ٹوپی میں آپ کے چند بال برائے برکت سی لیے تھے ہر لڑائی میں فتحیاب ہوتے تھے

چہرہ مبارک ایسا نورانی تھا کہ بدر اس کے مقابلہ میں بے رونق تھا۔

اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری } ہر چند وصفت می کنم در حسن زاں بالاتری
آفاقہا گردیدہ ام رشکِ بتاں ورزیدہ ام } بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

جبین مبین کشادہ تھی جو پسینہ جبینِ مبارک سے نکلتا تھا، جس کپڑے سے لگ جاتا تھا وہ آگ میں نہیں جلتا تھا۔

آگ میں جس کے سبب سے نہیں جلتا ہے رومال
اس کی امت پڑے آتش میں ہو کیوں کر یہ مجال

حضرت انس کے گھر چند مہمان آئے وہ ان کے واسطے ایک میلے رومال میں کھانا لائے مہمانوں نے تنفر کیا، آپ نے فوراً اس رومال کو تنور میں ڈال دیا تھوڑی دیر میں نکالا بالکل صاف اور

بُراق نکلا، مہمان حیران ہوئے۔ انس نے کہا اس رومال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روئے انور پونچھا تھا اس واسطے آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔

از انس فرزندِ مالک ایں عیاں — دید یک شخصے کہ بودش میہماں
او حکایت کرد کز بہرِ طعام — دید انس دستار خواں را زرد فام
چرکن و آلودہ گفت اُے خادمہ — اندر افگن در تنورش یک دمہ
در تنورِ پر ز آتش درفگند — آں زماں دستار خواں را ہوشمند
جملہ مہماناں دراں حیراں شدند — انتظارِ دود وکندُ وری بدند
بعد یک ساعت برآورد از تنور — پاک و بُراق و سفید از چرک دور
قوم گفتند اے صحابیِ عزیز — چوں نہ سوزید و مُنقیٰ گشت نیز
گفت زاں کہ مصطفےٰ دست و دہاں — بس بمالید اندریں دستار خواں
اے دلِ ترسندہ از نار و عذاب — با چنیں دست و دہن کن اقتراب
چوں جمادے راچنیں تشریف داد — جانِ عاشق را چہا خواہد کشاد

ابرو کمان دار اور کال، ہر دو ابرو کے مابین قدرے فصل تھا جس میں ایک رگ نمایاں تھی جو غصہ کے وقت حرکت کرتی تھی، چشمان نرگسی کمال سیاہ وسفید وسرخ،

بہ وصفِ سرمۂ دنبالہ دارش چوں بہ حرف آید
چو سوسن در دہن ہرگز نہ می گنجد زبانِ ما

آپ کی نظر مبارک بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ اکثر اوقات آپ کا دیکھنا بطور ملاحظہ کے ہوا کرتا تھا یعنی از گوشۂ چشم اور جب آپ کسی طرف التفات فرماتے تھے تو پوری طرح چہرۂ مبارک اور سینۂ منور اس کی طرف موڑ کر التفات فرماتے تھے۔

نگاہِ مست تو آں را کہ مستفید کند
ہزار پیرِ خرابات را مرید کند

قوتِ باصرہ اتنی قوی تھی کہ روشنی اور تاریکی آگے اور پیچھے حاضر وغائب سب برابر تھا رخسار، استوار گُرازا لوار استخوان سے بلند نہ تھے۔

عارض است ایں یا قمر یا لالہ حمرا است ایں
یا شعاعِ شمس یا آئینۂ ولہا است ایں

بینی (ناک) مبتریٰ از خود بینی دراز اور بلند تھی، کان خوبصورت اور قوتِ سامعہ ایسی کہ بیداری وخواب قریب اور بعید برابر سنتے تھے، دہن مبارک کشادہ اور ملیح۔

کارسازانِ ازل نیستی و ہستی را

باہم آمیختہ او را دہنے ساختہ اند

لعاب دہن ایسا شیریں تھا کہ انس کے گھر میں کھاری کنواں تھا۔ اس میں ایک قطرہ ڈالا میٹھا ہو گیا۔ احد کی لڑائی میں کلثوم بن حُصین کے حلق میں تیر لگا۔ آپ نے لعابِ دہن لگا دیا اچھا ہو گیا محمد بن حاطب کا ہاتھ گرم دیگ سے جل گیا، آپ نے لعابِ دہن لگا دیا صحیح اور سالم ہو گیا۔ دندانِ مبارک موتی کی طرح سفید اور چمکدار سامنے کے دو دانتوں کے مابین ذراسی جھری تھی جب آپ کلام فرماتے تو اس میں سے نور جھڑتا تھا۔

ثناخوانِ لب و دندانِ محبوبیم از عمرے

کسے از لعل و گوہر پُر نمی سازد دہانِ ما

لب مبارک باریک اور نازک تھے۔

کند روئے تو روشن چشم یعقوب زلیخا را

لب لعل تو احیائی کند دین مسیحا را

ریش مبارک گھنی، درازی میں بمقدار ایک قبضہ کے تھی یعنی ایک مٹھی کے اندازہ میں، گردن مبارک صراحی دار، صاف اور چمک دار، دونوں شانوں کے مابین فاصلہ تھا، بائیں شانے کے قریب مہر نبوت تھی جو کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے جب آپ بی بی حلیمہ کے پاس تھے اور آپ کا شق صدر شریف واقع ہوا تھا اس وقت یہ مہر حضرت جبریل نے لگائی تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہر شریف کبھی بڑھ کر ایک سیب کے برابر ہو جاتی تھی سینۂ مقدس صاف، فراخ اور عریض تھا۔

سینہ وا کردہ بہ گلشن چو خراماں گزرد

بلبل از گل گزرد گل ز گریباں گزرد

شکم عالی سینۂ بے کینہ کے برابر تھا، سینہ سے ناف تک بالوں کا باریک خط نقّاشِ ازل کی دستکاری سے کھچا ہوا تھا۔ انس کہتے ہیں بالوں کے اس خط میں شق صدر کا نشان ظاہر تھا۔

گوشت بدنِ اطہر کا گٹھا ہوا تھا۔

دست ہمایوں زانو تک دراز تھے وہ ہاتھ کیسے ہاتھ تھے جن سے ہزار ہا معجزاتِ باہرات ظاہر ہوئے جیسے اُمِّ معبد کی بے دودھ بکری کا دوہنا اور ایک مشتِ خاک ڈال کر کافروں کو اندھا کرنا ہے۔

ایک دن قتادہ بن مِلحان کے منہ پر دستِ مبارک پھیرا ان کا چہرہ ایسا نورانی ہوا کہ ہر چیز کا

عکس اس میں نظر آنے لگا، جس یتیم کے سر پر دستِ مبارک از شفقت پھیرتے وہ یتیم دریتیم ہو جاتا تھا۔

بازوئے مبارک گول گول استوار اور موئے دار۔

کلائی قوی لمبی اور بالوں والی

کفِ اطہر فراخ پر گوشت اور ریشم سے زیادہ نرم، کیا مبارک ہتھیلیاں تھیں جن میں کنکریوں کا تسبیح کہنا ثابت ہے۔

انگشتانِ فیض بنیان دُرست اور صحیح، کیا ہی پاکیزہ انگلیاں تھیں جن سے پانی کا نکلنا اور قمر کا شق ہونا ثابت ہے۔

ساق مبارک (پنڈلی) باریک اور عقب شریف (ایڑھی) کم گوشت نہ دراز اور نہ عریض۔

قدم شریف نرم اور ناعم ان کا میانہ زمین سے بلند اور پشت پا رفیع۔

خارِ مژگاں کا خطر ہے ورنہ اے نازک بدن

میں کفِ پا کو ترے پلکوں سے سہلایا کروں

انگوٹھے سے ملی ہوئی انگلی پاؤں کی قدرے دراز تھی۔ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں لکھا ہے، کہ چھنگلیا قدرے ظاہر تھی چلنے میں قدم شریف کا فاصلہ دراز ہوتا تھا جب آپ پائے مبارک زمین پر سے اٹھاتے تھے تو بہ قوت اٹھاتے تھے اور جب زمین پر رکھتے تھے تو بہ نرمی رکھتے تھے جیسے کوئی بلندی سے نیچے اترتا ہو۔ ہڈیوں کے جوڑ مضبوط اور بڑے تھے بدنِ اطہر قوی سڈول اور نازک تھا۔

آپ کے پسینۂ مبارک کی خوشبو اس قدر تھی کہ جو کوئی اس کو چھوتا مُعطّر ہو جاتا۔ انسؓ کہتے ہیں میں نے ہرگز کوئی خوشبو آپ کے پسینہ سے زیادہ مُعطّر نہیں دیکھی جس گلی کوچہ سے آپ کا گزر ہوتا خوشبو اور مہک سے بس جاتا اور لوگ پہچان لیتے کہ آپ کا گزر اس طرف سے ہوا ہے، عورتیں آپ کے پسینہ کو حفاظت سے رکھتی تھیں اور دلہنوں کے ملتی تھیں جس کی خوشبو نسلاً بعد نسلٍ رہا کرتی تھی۔

کہاں ہے عطر میں خوشبو ترے بدن کی سی

یہ بو تو صاف ہے گلزارِ قدس حق کی سی

آپ کے جمالِ پُرکمال پر حق تعالیٰ کے جلال کا پُرتَو رہا کرتا تھا اور سے بھی جو آپ کو دیکھتا تھا اس پر آپ کی ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور جو آپ کے قریب آتا وہ آپ کے اخلاقِ اعلیٰ دیکھکر سو جان سے آپ کا گرویدہ اور شیدا ہو جاتا تھا۔

روشن از پرتو رویت نظرے نیست کہ نیست | منتِ خاکِ درت بر بصرے نیست کہ نیست
ناظرِ روئے تو صاحب نظراں اند و لے | شوقِ دیدارِ تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست
نہ منِ دل شدہ از شوقِ تو خونیں جگرم | از غمِ عشقِ تو پر خوں جگرے نیست کہ نیست
یاربِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا | عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سترھواں محسنہ اخلاق مُبارکہ کے بیان میں

کرا طاقت کہ وصفِ خواجہ گوید
زبانِ نطق اینجا بے زبان است

آپ کے اخلاقِ مبارکہ کا کیا بیان ہو جو بھی کوئی وصفِ جمیل تھا وہ۔ آپ میں بدرجہ کمال موجود تھا

خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انبیاء کے اخلاقِ اعلیٰ سے آپ متصف تھے، چنانچہ حضرت آدم کی صَفا۔ حضرت نوح کی رقت حضرت ابراھیم کی خُلّت، حضرت اسماعیل کی صداقت اور فصاحت، حضرت یعقوب کی بشارت حضرت یوسف کا جمال، حضرت داوٗد کی صَوت، حضرت ایوب کا صبر حضرت یحییٰ کا زہد اور حضرت علیٰسی کا کرم آپ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔

وارثِ اخلاق ذرّہ پیغمبر است
جامع اوصافِ مجموع رسل

آپ کے اخلاق شریفہ کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ یعنی یقیناً تمہارے اخلاق بہت اعلیٰ ہیں اور آپ نے ارشاد کیا اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ یعنی میری تربیت میرے ربّ نے کی اور اس نے مجھ کو بہت ہی اچھی تربیت دی۔

آپ کے اوصافِ عالیہ کا شمار کون کر سکتا ہے صرف بعض اخلاق شریفہ کا کچھ بیان کیا جاتا ہے خیال سے سننا چاہیئے۔

آپ کے صبر، حلم اور عفو کا کیا کہنا، کبھی آپ نے کسی سے بدلہ نہیں لیا، اُحد کی لڑائی میں دندانِ مبارک شہید ہوا، روئے انور مجروح ہوا، آپ کے صحابہ پر از حد شاق گزرا عرض کیا آپ کافروں کے حق میں بددعا کریں، آپ نے فرمایا، میں اللہ کی رحمت سے ہٹانے اور دور کرنے کے واسطے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ میں تو رحمت بنا کے بھیجا گیا ہوں اور اللہ کی طرف بلانے کے لئے مبعوث ہوا ہوں، پھر

آپ نے اس طرح پر دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی بار الٰہی، تو میری قوم کو ہدایت فرما کہ وہ لاعلم اور ناواقف ہیں۔ آپ غزوۂ ذات الرقاع سے مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے، راستہ میں دوپہر کو درخت کے سایہ میں استراحت فرمانے لیٹ گئے، صحابہ بھی سو گئے غورث بن حارث غطفانی جو بہادر شجاع اور دلیر تھا بُرے ارادے سے آپ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے نیام میں سے تلوار نکال لی۔ آپ کی آنکھ اس وقت کھلی جب وہ تلوار نکال چکا تھا اس نے آپ سے کہا۔ اب تم کو کون مجھ سے بچا سکتا ہے، آپ نے فرمایا، اللہ، آپ کے اس جواب سے اس پر اتنا رعب اور خوف غالب ہوا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ نے وہ تلوار اٹھا کر اس سے فرمایا اب تم کو کون مجھ سے بچائے گا، اس نے کہا آپ تو اچھے لینے والے ہیں یعنی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے ہیں یہ سن کر آپ نے اس کے قصور کو معاف کیا اور اس کی تلوار اس کو عنایت فرما دی وہ آپ کا حلم اور عفو اور مہربانی دیکھ کر فوراً اسلام لے آیا اور پھر اپنی قوم سے جا کر کہا کہ میں ایسے اچھے شخص کے پاس سے آیا ہوں کہ جس کے عفو حلم اور کرم کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔

انس کہتے ہیں آپ سخت کھُردری چادر اوڑھے ہوئے تھے ایک دیہاتی نے آپ کی چادر اتنے زور سے کھینچی کہ آپ کے شانہ پر نشان پڑ گیا، پھر اس دیہاتی نے آپ سے کہا اے محمد میرے ان دونوں اونٹوں کو اللہ تعالیٰ کے اس مال سے جو تمہارے پاس ہے لاد دو، تم نہ اپنے مال میں سے دے رہے ہو اور نہ اپنے باپ کے مال میں سے یہ سن کر تھوڑی دیر کے لئے آپ خاموش ہوئے پھر آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد کیا، بے شک مال اللہ کا ہے اور میں اسی کا بندہ ہوں۔ لیکن اے دیہاتی تم نے میرے شانہ کو تکلیف پہونچائی ہے۔ تم سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ دیہاتی نے کہا یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا، آپ نے وجہ دریافت فرمائی، وہ بولا، آپ تو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے ہیں، یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا۔ پھر اس کے ایک اونٹ کو جو سے اور دوسرے اونٹ کو خرما سے لاد دیا۔

آپ نے ایک یہودی سے قرض لیا تھا، یہودی جب قرض طلب کرنے آیا تو اس نے آپ کی چادر کو شدت سے کھینچا اور کچھ سخت الفاظ آپ کو سنائے۔ حضرت عمر کھڑے تھے ان سے یہودی کی یہ بدتمیزی نہیں دیکھی گی اور انھوں نے یہودی کو جھڑکی دے کر خاموش کیا۔ حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے رہے، پھر آپ نے عمر سے کہا اے عمر مجھ کو اور اس یہودی کو تم سے کسی اور بات کی توقع اور ضرورت تھی یعنی تم مجھ سے قرض ادا کرنے کو کہتے اور یہودی سے قرض کو نرمی کے ساتھ طلب کرنے کی ہدایت کرتے لیکن تم نے الٹا یہودی کو ڈانٹنا شروع کر دیا۔ پھر آپ نے یہودی کو اس کا قرض ادا کرایا اور بیس صاع اپنی طرف سے اس کو مزید دلوائے یعنی عمر نے جو اس کو ڈانٹا تھا آپ نے

اس طرح پر اس کا بدلہ دیا، یہودی آپ کے حلم، بردباری، عفو اور حسن معاملہ کو دیکھ کر اسلام لے آیا اور اچھا مسلمان رہا۔

فتح مکہ کے بعد آپ نے اہلِ مکہ سے جو حسن سلوک کیا اس کو دیکھ کر وہ سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے آپ کی شفقت اور مہربانی اور رحم اور کرم کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ یعنی اللہ کی رحمت سے ہے کہ تم نے اپنے اخلاق ان کے واسطے نرم کر دیئے ہیں۔

آپ کے جود و سخا، داد و دہش اور کرم کا کیا کہنا دنیا آپ کی نظر میں از حد بے قدر تھی جو آیا فی الفور صرف کر دیا فقرِ محمود اور بذلِ موجود آپ کا طریقۂ شریفہ تھا، جابر کہتے ہیں میں نے کبھی آپ سے لا کا لفظ نہیں سنا ہے یعنی نہیں کا لفظ آپ استعمال نہ کرتے تھے جو بھی کسی نے طلب کیا اور آپ کے پاس ہوا اس کو دے دیا، حسّان آپ کی مدح میں کہتے ہیں۔

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِهٖ   لَوْلَا التَّشَهُّدُ لَمْ تُسْمَعْ لَهٗ لَا لَا

یعنی آپ نے سوائے تشہد کے نہیں کا لفظ کسی جگہ استعمال نہیں فرمایا ہے اگر تشہد نہ ہوتا تو کبھی آپ سے نہیں کا لفظ نہ سنا جاتا۔ یعنی تشہد میں تو نہیں کا لفظ استعمال ہوتا ہی ہے سب کہتے ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

صفوان بن امیہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں فتح مکہ سے پہلے آپ نے فرمایا تھا کہ ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو، لیکن بعد میں آپ کی عفو اُن کے شاملِ حال ہوئی اور ان کی جان بخشی گئی صفوان ابھی ایمان نہیں لائے تھے لیکن فتح مکہ کے بعد غزوہ حُنین میں آپ کے ساتھ گئے وہاں آپ کو فتحِ عظیم حق تعالیٰ نے دی، بہت کچھ مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ آپ ایک وادی میں سے گزر رہے تھے وہاں مالِ غنیمت کے چوپائے بڑی مقدار میں چر رہے تھے، صفوان تعجب کی نظر سے ان کی طرف دیکھنے لگے آپ نے وہ سب صفوان کو عنایت کر دیئے صفوان بیساختہ بول اٹھے محمد تو ایسی داد و دہش کرتے ہیں کہ ان کو فاقے کا کھٹکا ہی نہیں ہے اور پھر وہ اپنی خوشی سے اسلام لے آئے۔

اس دن آپ نے اہلِ مکہ میں سے دسیوں افراد کو ایک ایک سو اونٹ دیئے۔ عباس کو اتنا سونا اور چاندی عنایت کی کہ وہ اُن سے نہ اٹھ سکا۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس نوّے ہزار درہم غنیمت کا مال آیا، چٹائی پر آپ کے سامنے ڈھیر لگا دیا گیا آپ نے سارا مال اسی وقت تقسیم کر دیا، مال تقسیم ہونے کے بعد ایک شخص کچھ طلب کرتا ہوا آیا۔ آپ نے فرمایا، میرے پاس اب کچھ نہیں رہا ہے، تم میرے نام سے جا کر اُدھار لے لو میں وہ مال اُدھار کا اتار دوں گا یہ سن کر ایک صحابی نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْفِقْ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا یعنی اے اللہ کے رسول

آپ خرچ کئے جائیں، آپ مال و دولت لٹائے جائیں اور مالک عرش سے کمی کا خیال دل میں نہ لائیں یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا بِهٰذَا اُمِرْتُ یعنی اسی کا حکم مجھ کو دیا گیا ہے

آپ کی شفقت یہاں تک تھی کہ ہر وقت اُمّت کا خیال آپ کو بے چین رکھتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ یعنی تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا تمہاری تکلیفیں ان پر بہت شاق ہیں اور تمہاری بھلائی کا ان کو بہت خیال ہے اور وہ مومنوں پر نہایت ہی مشفق اور مہربان ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا یعنی اگر یہ لوگ اس بات کو نہ مانیں اور ایمان نہ لائیں تو شاید تم بارے افسوس کے ان کے پیچھے اپنی جان ہلاک کر ڈالو گے، قیامت کے دن سب انبیاء کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا لیکن حضرت رحمۃ للعالمین کی زبان پر اُمّتی اُمّتی ہوگا آپ کی شجاعت، نجدت اور غصہ پر قابو پانا سب کے نزدیک مسلم ہے کسی لڑائی میں آپ نے منہ نہیں پھیرا کبھی کسی کا غضب آپ پر طاری نہیں ہوا۔ فتح مکہ کے چند روز بعد وادیِ حُنَین میں کافروں سے بڑا سخت مقابلہ ہوا حملہ کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ صحابہ کرام پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے خچر کی لگام ایک طرف سے آپ کے سب سے بڑے چچا حارث کے فرزند ابو سفیان جو آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے اور کچھ دن پیشتر ایمان لائے تھے پکڑے ہوئے تھے اور دوسری طرف سے آپ کے چچا عباس پکڑے ہوئے تھے اس وقت جبکہ صحابہ متفرق ہو چکے تھے اور کافروں کو آپ کی تلاش تھی۔ آپ کافروں کو مخاطب کر کے باواز بلند فرما رہے تھے اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ، میں نبی ہوں اس میں قطعاً جھوٹ نہیں ہے میں ہوں فرزند عبد المطلب، شجاعت اور دلیری کی انتہا ہے کہ ایسے نازک موقع پر آپ کافروں کو اپنی طرف متوجہ فرما رہے تھے اور خچر کو ان کی طرف بڑھانے کی کوشش فرما رہے تھے وہ تو آپ کے چچا عباس اور بڑے چچا کے بیٹے ابو سفیان خچر کے لگام پکڑے ہوئے تھے، اس وقت آپ کن احوال میں تھے اللہ ہی جانتا ہے، اسی حالت میں آپ نے ابو سفیان سے فرمایا تم کون ہو، انہوں نے عرض کیا۔ آپ کا بھائی ابو سفیان پسر حارث، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ سن کر آپ نے فرمایا اچھا بھائی کچھ کنکریاں اٹھا کر مجھے دو، انہوں نے فوراً تعمیل ارشاد کیا، آپ نے وہ کنکریاں کافروں کی طرف پھینکدیں، اللہ تعالیٰ نے ان کنکریوں سے کافروں کو اندھا کر دیا ان کو شکست ہوئی حضرت عباس کی آواز بہت بلند تھی، انہوں نے صحابہ کو آواز دی کہ اے

جماعت مہاجروں کی اور اے جماعت انصار کی تم کہاں جا رہے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہاں تشریف رکھتے ہیں اس آواز کو سنتے ہی دلدادگان انوارِ الٰہی اور عاشقانِ جمالِ نبوی پروانوں کی طرح شمعِ رسالت پر چاروں طرف سے آکر اکٹھے ہو گئے اور کمزوری نصرت اور فیروزی سے تبدیل ہوئی۔

انس کہتے ہیں ایک رات مدینہ منورہ میں مہیب آواز سنائی دی، سب کو خوف وہراس پیدا ہوا گھبرا کر گھروں سے نکلے اور آواز کی طرف چلے تھوڑی دور گئے تھے کہ آپ ابوطلحہ کے گھوڑے پر بغیر زین کے بیٹھے ہوئے اور شمشیر برہنہ حمائل کئے ہوئے سامنے سے تشریف لاتے ہوئے نظر آئے آپ نے فرمایا تم سب اطمینان رکھو میں دیکھ آیا ہوں کوئی بات فکر کی نہیں ہے حضرت علی کہتے ہیں جب میدان کارزار میں لڑائی زوروں پر ہوتی تھی آپ سب سے زیادہ دشمن کے قریب ہوتے تھے اور ہم آپ کے سایہ رحمت میں پہنچ کر امن پاتے تھے اور ایک روایت میں اس طرح پر ہے کہ ہم میں سب سے زیادہ بہادر وہ شخص ہوا کرتا تھا جو لڑائی میں آپ سے زیادہ قریب ہوا کرتا تھا کیونکہ آپ دشمن کے زیادہ قریب ہوا کرتے تھے۔

حیا آپ میں اس قدر تھی کہ حد اور بس ہے ابو سعید خدری کہتے ہیں کنواری لڑکیوں سے زیادہ آپ میں حیا تھی عائشہ صدیقہ کہتی ہیں اگر آپ کو کوئی فعل کسی کا ناپسندیدہ ہوتا تو فرماتے تھے کیا بات ہے جو لوگ اس طرح کرتے ہیں یعنی آپ بوجہ حیا کے نام لے کر نہ فرماتے تھے بلکہ عام خطاب کر کے اس کام سے منع فرماتے تھے بوجہ حیا کے آپ نے کسی کے چہرہ کو غور سے نہیں دیکھا حیا کے باعث بعض اوقات ناسمجھ لوگوں سے آپ کو تکلیف اٹھانی پڑتی تھی لیکن کچھ نہ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی تکلیف گوارا نہ ہوئی اور اس نے فرمایا اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ، یعنی تمہاری یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتی ہے اور وہ شرم کی وجہ سے تم سے کچھ نہیں فرماتے لیکن اللہ تعالیٰ حق بات کے ظاہر کرنے میں حیا نہیں کرتا۔

امانت، صداقت، دیانت آپ کے وہ ذاتی کمالات تھے جن کو دشمنوں نے بھی تسلیم کیا ہوا تھا، چنانچہ نبوت سے پہلے اکثر لوگ آپ کو آپ کی امانت داری کی وجہ سے امین کے خطاب سے یاد کرتے تھے اور آپ کی راست گفتاری کے باعث آپ کو صادق کہہ کر پکارتے تھے۔ سنہ ۶ ہجری کو آپ نے نجاشی بادشاہِ حبشہ اور قیصر شاہ روم اور کسریٰ شہریار ایران اور تین نوابوں اور امیروں کو اسلام کی دعوت دی قیصر کو آپ نے خط دحیہ بن خلیفہ کلبی کے ہاتھ ارسال کیا جس وقت آپ کا مکتوب شریف قیصر کو ملا تو اس نے اپنے وزیروں سے کہا اگر مکہ کا کوئی شخص آیا ہوا ہے تو اس کو لاؤ اتفاق سے ابوسفیان بن حرب مع اپنے رفقاء کے برائے تجارت شام گئے ہوئے تھے اور قیصر کے سامنے پیش کئے گئے، ابوسفیان اور ان کے رفقاء اس وقت تک کافر تھے، قیصر نے

بہت کچھ آپ کے متعلق ابوسفیان سے دریافت کیا اور ابوسفیان نے ان کا جواب دیا۔ ایک سوال قیصر کا یہ تھا، نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے کیا وہ کبھی جھوٹ بولے ہیں ابوسفیان نے جواب میں کہا انھوں نے نبوت کے دعویٰ سے پہلے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے ابوسفیان نے کفر کی حالت اور دشمنی کے زمانے میں آپ کی صداقت امانت عِفّت اور دیگر اَوصافِ حَسنہ کا قیصر کے سامنے اعتراف کیا وَالفَضلُ مَاشَہِدَتْ بِہٖ الاَعدَاءُ یعنی کمال تو یہی ہے کہ دشمن خوبیوں کا اعتراف کریں۔

تواضُع، عَدل، وقار، مُروّت، زُہد قناعت سے آپ بتمام وکمال موصوف تھے، حُسنِ مُعاشرت اقربا اور اجانب کے ساتھ شفقت اور مہربانی ہر شخص کے ساتھ عہد و پیمان کا پورا کرنا آپ کا مبارک طریقہ تھا، آپ کی عادتِ شریف تھی کہ ہر شخص کو آپ سلام کرتے ہر شخص کے جواب میں لَبَّیک فرماتے تھے یعنی جی ہاں یا حاضر جناب، کام نہ کرنے پر کسی کو ملامت نہ کرتے تھے، چیز کے تلف ہو جانے پر تاسف نہ کرتے تھے مجالس میں اصحاب کی موافقت فرماتے تھے کام میں ان کے ساتھ لگ جاتے تھے چنانچہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت اور خندق کھودنے کے وقت صحابہ کے ساتھ آپ بھی مصروف عمل تھے لبا اوقات بھوک کی وجہ سے شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے، پے در پے جو کی روٹی پر قناعت فرماتے تھے، کبھی خرمے اور پانی پر اکتفا فرماتے تھے جو سامنے آتا خوشی تناول فرماتے اگر گھر میں کچھ نہ ہوا روزہ کی نیت فرما لیتے تھے۔ ایک دن جبریل رب جلیل کا فرمان لے کر پہنچے کہ اگر خواہش ہو تو پہاڑ کو سونا بنا دیا جائے۔ آپ نے فرمایا دُنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر نہ ہو اور مال و زر کو وہی جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو، آپ نے کبھی کسی سائل کو رَد نہیں کیا۔ جو بھی ہوا عنایت کیا، ایک دن آپ غذا تناول فرما رہے تھے، ایک عورت نے آکر سوال کیا آپ نے وہ غذا جو آپ تناول فرما رہے تھے اس کو عنایت کر دی وہ عورت سفید چشم تھی۔ اس نے آپ سے دہانِ مبارک کا نوالہ بھی طلب کیا آپ نے وہ بھی عنایت کر دیا۔ اس عورت نے وہ نوالہ کھا لیا۔ اس نوالہ کی برکت سے وہ عورت پھر ایسی باحیا ہوئی کہ مدینہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی تھی، یتیم کے سر پر آپ ہاتھ پھیرتے تھے شروع کا نیا پھل آپ بچوں کو تقسیم فرماتے تھے، جو بیمار ہوتا تھا اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے تھے جنازہ میں شرکت فرماتے تھے، خادم کی مدد فرماتے تھے، بازار سے سودا خرید لاتے تھے، گھر میں جھاڑو دینا، لباس کا پیوند کرنا، دودھ دوہنا، جوتی کا سی لینا خادم کو اپنے ساتھ کھانا کھلانا، عادت بابرکت تھی ؎

گہے خانہ ز خاکِ رہ بُرفتے	گہے بر خاکِ رہ فارغ بخُفتے
گہے با عائشہ باہم دَویدے	گہے خشت و گِلِ مسجد کشیدے
گہے نعلین ودوزی کار بودش	گہے با طفلگاں اسرار بودش

گہے رفتے بتشییع جنازہ
گہے کردے عیادت نیز تازہ
گہ اشتر را علف بسیار کردے
گہے دستاش باو نثار کردے
گہ از جمع او قدح برکف نہادے
بجائے سید القوم الستادے
گہ اشتر ساختے از حلم خود را
نشاط آں دو طفل پُر خرد را
نہ دارد زہرہ شیطان ستمگار
کہ آید در لباس او پدیدار

شیطان آپ کی شکل میں ظاہر نہیں ہوسکتا، آپنے کبھی جمائی نہیں لی اور نہ کبھی آپ کو احتلام ہوا آپ کے فضلات پاک تھے بعض صحابیات اور صحابہ نے آپ کا بول اور خون پیا ہے زمین آپ کے فضلات کو نگل لیتی تھی اور اس جگہ سے خوشبو آتی تھی۔

کسے از وے حدث ہرگز نہ دیدے
چو عنبر گاؤ خاکش در کشیدے

مچھر اور مکھی آپ پر نہیں بیٹھتی تھی۔

حق تعالیٰ کو کہ جب بارِ مگس
جسم پاک ان کے پہ منظور نہیں
غم امت بہ قیامت ان سے
گر گرے دور تو کچھ دور نہیں

استراحت فرمانے سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا کیونکہ آپ کی صرف آنکھ لگتی تھی دل ہوشیار اور مشغول بہ کار رہتا تھا، سایہ آپ کا نہ تھا، جسم نورانی تھا۔

نداشت سایہ پیمبر کہ بہر امتِ خویش
ذخیرہ پئے روز بد حساب گزاشت

آپ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف جمیلہ حدِ شمار سے زائد اور بیان سے بالاتر ہیں۔

مَا شِئْتَ قُلْ فِیهِ فَاَنْتَ مُصَدَّقٌ
فَالْحُبُّ یَقْضِیْ وَالْمَحَاسِنُ تَشْهَدُ

ہرچہ خواہی گو بہ وصفِ مصطفیٰ
صادق القولی یقیناً اے فتیٰ
الغرض خواہد کہ ذکرش بیش کن
در صداقت از محاسن بیش کن
ہرچہ یابی از محاسن نے حدیست
بیش رُوائے جانِ من بروئے میئست
ہر یکے از وصفِ وے بحرِ عظیم
لولوہائش ہر یکے درِّ یتیم
گر نویسی روز و شب پیہم مدام
از کمالِ سرورِ عالیمقام
نے یکے را از ہزاراں بشمری
نے گہے بر ساحلِ دریا رسی
نیست اوصافِ نکویش را شمار
بحرِ عرفاں را نہ دیدہ کس کنار

از وجودش ہر دو عالم را ظہور
گشت کونین از جمالش پرزنور
نعتِ وے گوید جنابِ کبریا
وے حبیب و مجتبیٰ و مصطفیٰ
یا الٰہی صد درود و صد سلام
بروے و بر آلِ پاکش بر دوام
یا رب صلِ وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

اٹھارھواں مجلسہ معجزاتِ شریفہ کے بیان میں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بے شمار ہیں، سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے جو سراسر اعجاز ہے احکام اور اخبارِ غیب اور انبیائے ماسبق کے قصص پر مشتمل ہے آپ کے بعض دوسرے معجزات بیان کئے جاتے ہیں بہ گوش ہوش سننا چاہیئے۔

۱ مسلم جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد کیا، ان دنوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی میں جس طرف بھی جاتا تھا پتھر اور درخت مجھ کو السلام علیک یا رسول اللہ کہتے تھے۔

۲ بزار اور ابو نعیم بریرہ سے روایت کرتے ہیں جب اللہ نے ارادہ کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت سے مشرف فرمائے تو ان دنوں آپ پہاڑوں اور وادیوں کی طرف نکل جایا کرتے تھے جس درخت یا پتھر کے پاس سے آپ گزرتے تھے وہ آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ کہتے تھے۔

۳ بزار اور ابو نعیم بریرہ سے روایت کرتے ہیں جب اللہ نے ارادہ کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت سے مشرف فرمائے تو ان دنوں آپ پہاڑوں اور وادیوں کی طرف نکل جایا کرتے تھے جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ کہتا تھا اور آپ اس کو جواب دیتے تھے۔

۴ بیہقی جابر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں پھرا کرتا تھا ایک مرتبہ میں آپ کے ساتھ باہر گیا میں نے دیکھا جو پتھر یا درخت آپ کے سامنے آیا اس نے آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ کہا۔

علماء نے لکھا ہے کہ نبوت سے پہلے درخت اور پتھر آپ کو سجدہ کرتے تھے تاکہ آپ کی بزرگی اور عالی مرتبہ ہونے کا سب کو علم ہو جائے جس طرح پر کہ بحیرا راہب کے قصہ میں بیان ہو چکا ہے اور نبوت کے ابتدائی زمانہ میں درخت اور پتھر آپ کو سجدہ اور سلام کرتے تھے۔ تاکہ آپ کو اطمینان حاصل ہو اور آپ کا قلب قوی ہو اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ خلقت

آپ کی مطیع اور فرمانبردار ہو جائے گی

٦ ابن ماجہ نے مختصر طریقہ پر اور بیہقی نے دلائل نبوہ میں ابو اُسید مالک بن ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے چچا عباس سے فرمایا اے ابوالفضل، کل تم اور تمہارے بیٹے اپنے گھر میں میرا انتظار کرنا مجھ کو تم سے کچھ کام ہے چنانچہ دوسرے دن وہ سب آپ کے منتظر رہے، جب آپ تشریف لے گئے آپ نے گھر میں داخل ہو کر السلام علیکم فرمایا گھر والوں نے وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا، پھر آپ نے خیریت دریافت فرمانے کے بعد فرمایا تم سب قریب ہو کر ایک دوسرے سے مل کر بیٹھ جاؤ، چنانچہ وہ سب آپس میں مل کر بیٹھ گئے آپ نے اپنی مبارک چادر ان پر ڈالی اور پھر اس طرح دعا فرمائی اے میرے اللہ یہ میرے چچا ہیں جو بمنزلہ میرے والد کے ہیں اور یہ میرے اہل بیت ہیں اے اللہ تو ان کو آگ سے اس طرح چھپالے جس طرح میں نے اپنی چادر میں ان کو چھپالیا ہے راوی بیان کرتا ہے جس وقت آپ نے یہ دُعا کی کمرے کی دیواروں اور چوکھٹ اور دروازے نے تین مرتبہ آمین کہی۔

٧۔ بیہقی بزار، طبرانی، ابن عساکر اور زہریات میں حافظ ذہلی انس اور ابوذر سے روایت کرتے ہیں، ابوذر کی روایت اس طرح پر ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تنہائی کے وقت کا متلاشی رہا کرتا تھا۔ میں نے ایک دن آپ کو تنہا بیٹھا پایا۔ غنیمت سمجھ کر فوراً آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، آپ نے دریافت فرمایا ابوذر کیسے آئے، میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کے واسطے آیا ہوں، آپ نے بیٹھنے کو فرمایا اور میں آپ کے پاس ایک طرف کو بیٹھ گیا نہ میں نے کچھ عرض کیا اور نہ آپ نے کچھ ارشاد فرمایا، تھوڑی دیر کے بعد ابوبکر بڑی عجلت کے ساتھ آئے۔ انھوں نے آپ کو سلام کیا اور آپ نے جواب دیا پھر آپ نے دریافت فرمایا کیسے آئے انھوں نے بھی یہی کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کے واسطے آیا ہوں آپ نے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور وہ آپ کے سامنے ٹیلے کی طرف بیٹھ گئے۔ پھر عمر آئے انھوں نے بھی اسی طرح کہا اور آپ کے اشارہ فرمانے پر ابوبکر کے پاس بیٹھ گئے پھر عثمان آئے اور انھوں نے بھی اسی طرح کہا اور آپ کے اشارہ فرمانے پر عمر کے پاس بیٹھ گئے (اس کے بعد کچھ اور صحابہ آئے اور بیٹھ گئے)

ابوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سنگریزے ہاتھ میں لئے بعض روایات میں ہے کہ وہ کنکریاں سات تھیں اور بعض میں ہے کہ ان کی تعداد نو تھی ان کنکریوں نے آپ کے دست مبارک میں تسبیح پڑھی ہم نے ان کی آواز سنی جو شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے ملتی ہوئی آواز تھی، پھر آپ نے اٹھا کر ابوبکر کو دیں انھوں نے ابوبکر کے ہاتھ میں بھی تسبیح پڑھی پھر آپ نے لیکر زمین پر

رکھدیں وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر آپ نے عمر کو دیں انھوں نے عمر کے ہاتھ میں بھی تسبیح پڑھی پھر آپ نے لے کر زمین پر رکھدیں وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر آپ نے عثمان کو دیں انھوں نے عثمان کے ہاتھ میں بھی تسبیح پڑھی پھر آپ نے لیکر زمین پر رکھدیں۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ ان کنکریوں کی تسبیح کو ان سب نے سنا جو اس مبارک مجلس میں حاضر تھے راوی نے یہ بھی کہا کہ آپ نے یہ کنکریاں ہم باقی اشخاص کے ہاتھ میں بھی رکھیں لیکن ہم میں سے کسی کے ہاتھ میں انھوں نے تسبیح نہ پڑھی۔

حکایت مثنوی

سنگہا اندر کفِ بوجہل بود
گفت اے احمد بگو ایں چیست زود

گر رسولی چیست در مشتم نہاں
چوں خبر داری ز رازِ آسماں

گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست
یا بگویند آں کہ ماحقیم وراست

گفت بوجہل ایں دوم نادر تراست
گفت آرے حق ازیں قادر تراست

گفت شش پارہ حجر در دستِ تست
بشنواز ہریک تو تسبیحے درست

از میانِ مشت او ہر پارہ سنگ
در شہادت گفتن آمد بے درنگ

لاالٰہ گفت الا اللہ گفت
گوہرِ احمد رسول اللہ سُفت

چو شنید از سنگہا بوجہل ایں
زد ز خشم آں سنگہا را بر زمیں

گفت نبود مثلِ تو ساحر دگر
ساحراں را سر توئی و تاج و سر

چوں بدید آں معجزہ بوجہل گفت
گشت در خشم و بہ سوئے خانہ رفت

رہ گرفت و رفت از پیشِ رسول
او فتاد اندر چہ آن زشتِ جہول

معجزہ او دید و شد بدبخت رفت
سوئے کفر و زندقہ سرسبز رفت

خاک بر فرقش کہ بد کورِ لعیں
چشم او ابلیس آمد خاک بیں

۹۔ بیہقی، بزار، دارمی، ابن عمر سے روایت کرتے ہیں ہم آپ کے ہمراہ سفر میں تھے۔ ایک دیہاتی آیا آپ نے اس سے فرمایا اے دیہاتی کہاں جارہا ہے اس نے کہا گھر جارہا ہوں اس نے کہا امرِ خیر کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا امرِ خیر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا گواہی دینی کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس نے کہا اس بات کی تصدیق کون کرے گا، آپ نے فرمایا وہ کنگر کا درخت جو وادی کے کنارہ پر کھڑا ہے چنانچہ وہ درخت زمین کو چیرتا ہوا آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا، اس سے تین مرتبہ گواہی طلب کی گئی اور اس نے ہر مرتبہ گواہی دی کہ بے شک یہ اللہ کے برحق رسول ہیں پھر وہ درخت اپنی جگہ پر چلا گیا، دیہاتی یہ معجزہ دیکھکر بولا۔ یارسول اللہ میں اپنے قبیلہ کو جاکر آپ کی خبر سناتا ہوں اور ان سب کو آپ کی خدمت میں لانے کی کوشش کرتا ہوں اگر وہ نہ آئے تو میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور بزار کی ایک روایت میں جو عامر بن الخصیب سے ہے اس طرح پر ہے کہ دیہاتی نے آپ سے نشانی طلب کی آپ نے اس سے درخت کے بلانے کو فرمایا، اس نے درخت کو بلایا وہ درخت دائیں بائیں آگے پیچھے شدت سے جھوما یہانتک کہ اس کی جڑیں ٹوٹ گئیں وہ اپنی ٹوٹی جڑوں کو لئے ہوئے زمین چیرتا ہوا حاضر خدمت ہوا پھر اس نے السلام علیک یارسول اللہ کہا۔ اعرابی نے عرض کیا آپ مجھ کو سجدہ کرنے کی اجازت دیں، آپ نے فرمایا۔ اگر اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کے واسطے کہتا تو بیوی سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اعرابی نے دست و پا چومنے کی اجازت طلب کی آپ نے اجازت دی۔ اور وہ دست و پا بوس ہوا۔

خواہم از شوقِ دست بوسِ تو مُرد

دست بیروں کُن از یَمانی بُرد

۱۰۔ بخاری اور مسلم عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ قوم جن نے جس رات آپ سے قرآن مجید سنا ایک درخت نے آپ کو جنات کے آنے کی اطلاع دی اور پھر جنات نے آپ سے جب گواہ طلب کیا تو آپ نے اس درخت کو طلب کیا وہ زمین چیرتا ہوا اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا حاضر خدمت ہوا اور اس نے گواہی دی۔

۱۱۔ مسلم جابر سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جہاد میں تشریف لے جارہے تھے ایک کھلے میدان میں آپ کا قیام ہوا، قضائے حاجت کے واسطے آپ تشریف لے گئے کوئی پردہ کی جگہ نہ تھی دو درخت کھڑے تھے آپ نے ان کی ٹہنیوں کو پکڑ کر کھینچا اور فرمایا اللہ کے حکم سے میری مطیع ہو جاؤ، انھوں نے آپ کے لئے پردہ کر دیا جب آپ فارغ ہو گئے آپ نے ٹہنیوں کو سرِ مبارک سے دائیں بائیں اپنی اپنی جگہ جانے کو اشارہ کیا اور وہ اپنی اپنی جگہ چلی گئیں۔

۱۲۔ احمد، طبرانی، بیہقی، بغوی جابر سے روایت کرتے ہیں۔ ایک وادی میں آپ کا قیام ہوا آپ استراحت فرمانے کو لیٹ گئے، ہم نے ایک درخت کو زمین چیرتے ہوئے آپ کے پاس

آتا دیکھا۔ اس نے آکر اپنی شاخیں آپ پر جھکا دیں اور پھر وہ اپنی جگہ پر چلا گیا، بیدار ہونے پر ہم نے یہ واقعہ آپ سے عرض کیا، آپ نے فرمایا اس درخت نے اللہ سے اجازت طلب کی تاکہ مجھ کو آکر سلام کرے اس کو اجازت ملی اور اس نے آکر مجھ کو سلام کیا۔

۱۳۔ احمد، شافعی بخاری، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، حاکم، طبرانی، ابن خزیمہ، ابن حبان ابو یعلی اور دیگر ائمہ نے ابی بن کعب جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، سہل بن ابی سعد، ابی سعید خدری، بریدہ بن الحصیب، مطلب بن ابی وداعہ ام سلمہ اور دوسرے صحابہ سے مسجد شریف نبوی کے ستون کے واقعہ کو روایت کیا ہے۔ امام قسطلانی وغیرہ نے کہا ہے، یہ واقعہ حدِ تواتر کو پہونچ گیا ہے یعنی اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ اس کے ثبوت میں قطعاً کسی قسم کا شک نہیں کیا جاسکتا۔ واقعہ اس طرح پر ہے۔

مسجد نبوی کے ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے اور کھجور کی شاخوں سے اس کی چھت پٹی ہوئی تھی، آپ ایک ستون سے سہارا لے کر خطبہ پڑھا کرتے تھے تمیم داری نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ کے واسطے ایک منبر بنا دیا جائے اور آپ اس پر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا کریں تو سب لوگ آپ کی آواز سن سکیں گے۔ آپ نے ان کی تجویز پسند فرمائی اور تین سیڑھیوں کا منبر لکڑی کا آپ کے واسطے بنایا گیا، جمعہ کے دن آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اس ستون سے جدائی واقع ہوئی۔ وہ جدائی کی تاب نہ لاسکا اور مفارقت کے درد میں رونے لگا۔

بیان کرنے والے کہتے ہیں ہم نے اس کے رونے کی آواز سنی جو اونٹنی کے بچہ کی آواز سے مشابہ تھی اور ایک روایت میں ہے کہ بچے کے رونے سے ملتی ہوئی آواز تھی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے رونے سے سب لوگ رونے لگے۔

دورم از وصالِ تو زندگی چہ کار آید
جاں بہ لب نہ می آید چہ سخت جانی ہاست

آپ منبر پر سے اُترے اور ستون کے پاس تشریف لے گئے اور اس پر دستِ شفقت پھیرا پھر اپنی مبارک گود میں لیا، تب جا کر اس کے رونے کی آواز بند ہوئی، پھر آپ نے ارشاد فرمایا اگر میں اس کو گود میں نہ لیتا تو یہ میری جدائی کی وجہ سے قیامت تک روتا رہتا، پھر آپ نے منبر کے نیچے اس کو دفن کرا یا اور آپ اس کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے۔

تو در دنی بہ غم ایں دآں کہ پردازد
بجائے جاں کہ تو باشی بہ جاں کہ پردازد

حسن بصری جب اس حدیث شریف کو روایت کرتے تھے اور اس واقعہ کا بیان کرتے تھے

تو رویا کرتے تھے اور کہتے تھے، اے بندگانِ خدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشتیاق میں ستون رویا تم کو اپنے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتیاق زیادہ ہونا چاہیئے اور تم زیادہ مستحق ہو کہ ان کے اشتیاق میں رو۔

جب آپ رفیقِ اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے اور صحابہ سے جدائی واقع ہوئی تو عمر روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کھجور کا تنہ آپ کے فراق میں رویا ہے یہاں تک کہ آپ کے دستِ مبارک نے اس کو خاموش کیا آپ کی اُمت بہ نسبت اس تنے کے زیادہ حقدار ہے کہ آپ کے فراق میں روئے۔

عجب نہیں ہے جو بعضے جماد کو اِدراک	ہو آدمی کی طرح گو یہ رنگ ڈھنگ نہیں
جو روئے ہجرِ نبی میں نہیں ہے وہ چوب چوب	کرے جو آپ سے باتیں وہ سنگ سنگ نہیں
یہ سب جمال ہے خیر اُس جمیلِ مطلق کا	چمن میں بو نہیں اور مشکدے میں رنگ ہی نہیں

امام شافعی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو جو جو معجزے عنایت کئے تھے وہ سب ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کئے گئے ہیں یہ سن کر ایک شخص نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مُردے کو زندہ کیا کرتے تھے آپ نے جواب دیا ہمارے حضرت کے فراق میں ستون رویا اس کے رونے کی آواز سب نے سنی، یہ معجزہ مردے کو زندہ کرنے سے کہیں زیادہ ہے مردے میں تو پہلے جان تھی جو نکل گئی تھی اور اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس میں پھر جان ڈال دیتے تھے۔ لیکن لکڑی تو بے جان ہے اس میں جان پڑی اور اس کو شعور ہوا اور وہ آپ کے دردِ مفارقت میں روئی

۱۴۔ دار قطنی، ابن عدی، حاکم، طبرانی اور بیہقی عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی گوہ کا شکار کئے ہوئے آیا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے صحابہ سے پوچھا یہ کون ہیں، اس کو جواب دیا گیا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں، یہ سن کر وہ دیہاتی کچھ بے ہودہ بولا، پھر اس نے اپنی آستین میں سے گوہ کو نکالا اور آپ سے مُخاطب ہو کر کہا، قسم ہے، لات اور عزّیٰ کی جب تک یہ گوہ تم پر ایمان نہ لے آئے میں ہرگز ایمان نہ لاؤں گا، آپ نے گوہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے گوہ، گوہ نے اس طرح پر جواب دیا جس کو ہم سب نے سنا لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ یَا زَیْنَ مَنْ وَّافَی الْقِیَامَۃ

یعنی حاضرِ خدمت ہوں اے وہ جناب جو قیامت میں سب جمع ہونے والوں کی زینت ہیں آپ نے دریافت کیا تو کس کی عبادت کرتا ہے گوہ نے کہا اُس ذاتِ پاک کی جس کا عرش آسمان پر اور بادشاہت زمین پر اور راستہ سمندر میں، رحمت جنت میں اور عذاب دوزخ میں ہے آپ نے فرمایا میں کون ہوں، اس نے کہا آپ رسول رب العالمین اور خاتم النبیین ہیں یقیناً فلاح پائی جس نے آپ کی تصدیق کی اور آپ کو سچا جانا اور رُسوا ہوا جس نے آپ کی تکذیب کی اور جھٹلایا دیہاتی یہ دیکھکر مسلمان ہوگیا

۱۵۔ احمد، بزار اور ابو محمد عبداللہ فقیہ انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر کے ساتھ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں چند بھیڑیں تھیں انھوں نے آپ کو سجدہ کیا یہ دیکھ کر ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ان بھیڑوں سے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں، آپ نے فرمایا کسی کو نہیں چاہیے کہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے۔

۱۶۔ دارمی، بزار اور بیہقی جابر سے روایت کرتے ہیں، ایک اونٹ آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا، آپ نے فرمایا اس کا مالک کون ہے؟ انصار کے بعض جوان بولے یہ ہمارا ہے، آپ نے فرمایا اس اونٹ کا کیا حال ہے۔ انھوں نے کہا ہم نے بیس سال اس سے پانی نکالنے کی خدمت لی اب اس کی عمر بڑی ہوگئی اور ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اس کو ذبح کردیں، آپ نے فرمایا تم اس اونٹ کو میرے ہاتھ فروخت کردو، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ، یہ آپ کا مال ہے آپ نے فرمایا جب تک اس کی موت نہ آئے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو، ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے اونٹ کے مالک سے فرمایا یہ اونٹ تمہاری شکایت کرتا ہے اور وہ کہتا ہے میں اب بوڑھا ہوگیا ہوں تو یہ میرے ذبح کرنے کا ارادہ کررہے ہیں، اس کے مالک نے کہا یا رسول اللہ آپ نے درست فرمایا۔ میں اب ایسا نہ کروں گا۔ صحابہ نے جب اونٹ کو سجدہ کرتے دیکھا تو انھوں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم بہ نسبت حیوان کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں، آپ نے فرمایا بشر کو نہیں چاہیے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرے چاہے بیوی ہی کیوں نہ ہو وہ بھی اپنے شوہر کو سجدہ نہ کرے۔

۱۷۔ بیہقی ابوسعید خدری سے طبرانی، منذری اور قاضی عیاض ام سلمہ سے اور ابونعیم انس اور ام سلمہ سے کچھ اختلاف کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے کہ کسی نے آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر تین مرتبہ آواز دی، آپ آواز کی طرف ملتفت ہوئے۔ ایک بندھی ہوئی ہرنی آپ کو آواز دے رہی تھی اور اس کے پاس شکاری سو رہا تھا، آپ نے ہرنی سے دریافت فرمایا تیری کیا حاجت ہے اس نے کہا مجھ کو اس شکاری نے پکڑ لیا ہے سامنے پہاڑ پر میرے دو بچے ہیں آپ مجھ کو کھول دیں تاکہ میں ان کو دودھ پلا دوں، آپ نے فرمایا دودھ پلا کر واپس آجائے گی، اس نے وعدہ کیا اور آپ نے اس کو کھول دیا۔ وہ گئی اور بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی، آپ نے اسے باندھ دیا اتنے میں شکاری کی آنکھ کھل گئی اس نے آپ کو دیکھ کر عرض کیا، یا رسول اللہ اگر کوئی خدمت ہو ارشاد فرمائیں تاکہ بجا لاؤں، آپ نے ارشاد فرمایا اس ہرنی کو چھوڑ دو، شکاری نے فوراً امتثال حکم کیا اور ہرنی کو آزاد کردیا۔ ہرنی اچھلتی کودتی یہ کہتی روانہ ہوئی۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، یعنی میں گواہی

دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

۱۸۔ مسلم ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے منبر پر آیتِ شریفہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ تلاوت فرمائی، یعنی بندوں نے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ وعم احسانہ کو جیسا چاہیئے تھا نہیں پہچانا، پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی تعریف اس طرح فرماتا ہے اَنَا الْجَبَّارُ اَنَا الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالُ، یعنی میں ہی سب سے بڑا زبردست ہوں میں ہی سب سے برتر ہوں۔ ابن عمر کہتے ہیں آپ نے جس وقت یہ الفاظ مبارکہ ادا فرمائے منبر ہلنے لگا (یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت سے منبر لرز گیا) اور ہم کو خیال ہوا کہیں آپ خدانخواستہ گر نہ جائیں۔

۱۹۔ بخاری، مسلم، بزار اور ابو یعلی، جابر اور ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے چاروں طرف بہت مضبوطی کے ساتھ تین سو ساٹھ بُت نَصب تھے مکہ مکرمہ کو فتح کرنے کے بعد آپ نے بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کیا، آپ کے ہاتھ میں شاخِ خرما تھی آپ اس شاخ سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے تھے وہ فوراً گر پڑتا تھا۔ اگر آپ سامنے سے اشارہ فرماتے تھے تو وہ چت گرتا تھا اور اگر آپ پیچھے سے اشارہ فرماتے تھے تو وہ مُنھ کے بل گرتا تھا، آپ اس وقت جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اور جَاءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ پڑھتے جاتے تھے یعنی صداقت نے اپنی جگہ لی اور جھوٹ ملیامیٹ ہوا اور سچائی کا ظہور ہوا اور غلط نہ پھلا ہے اور نہ پھلے گا۔

۲۰۔ ابن سعد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابو نعیم چند طرق سے روایت کرتے ہیں اور براء بن عازب کی روایت اس طرح پر ہے، مدینہ منورہ کا خندق کھودا جارہا تھا، ایک جگہ بڑا اور سخت پتھر ظاہر ہوا، ہم نے ہر چند کوشش کی لیکن وہ نہ ٹوٹا، ہماری کدالوں کے سرے مڑ گئے، ہم نے آپ سے عرض کیا آپ اس پتھر کے پاس تشریف لائے اور آپ نے بسم اللہ کہکر ایک مرتبہ کدال ماری تو پتھر کا ایک تہائی حصہ الگ ہو گیا، دوسری مرتبہ میں دوسرا اور تیسری مرتبہ میں تیسرا تہائی حصہ الگ ہو گیا ہر مرتبہ آپ کے کدال مارنے پر نور نکلتا تھا۔ اور آپ اس وقت اللہ اکبر فرماتے تھے، آخر میں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بشارت دی ہے کہ یمن، فارس اور رُوم فتح ہو جائیں گے۔

۲۱۔ ابن سعد، ابن مردویہ، بیہقی اور ابو نعیم بتوسط ابو مصعبِ مکی کے انس بن مالک بن زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جب غارِ ثور میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار کے دہانہ پر ہیما کا پودا اُگا، کبوتر کے جوڑے نے گھونسلہ بنایا اور انڈے دیئے مکڑی نے جالا بنا تاکہ تلاش کرنے والوں کو معلوم نہ ہو کہ غار میں کوئی ہے۔

خداوند عالم ہو جس کا محافظ | اسے خوف کیا ہو گا دردو محن کا
پڑی خاک عقلوں پہ سب کافروں کی | کہ جب پردہ دیکھا لُعابِ دہن کا

۲۲۔ بخاری، مسلم، مالک، ترمذی اور اکثر ائمہ حدیث انس، جابر، ابن مسعود، قتادہ، عمران بن حُصین اور دوسرے صحابہ سے آپ کی مبارک انگلیوں میں سے پانی اُبلنے کے مبارک معجزہ کو روایت کرتے ہیں یہ واقعہ کئی مرتبہ پیش آیا ہے، ترمذی، نووی اور دوسرے اکابر نے لکھا ہے کہ اس معجزۂ شریفہ کا ثبوت تواتر کی حد تک پہنچ گیا ہے اس میں کسی قسم کا شک یا شبہ نہیں کیا جاسکتا، یہاں پر صرف ایک واقعہ لکھا جاتا ہے۔

بخاری جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حُدَیبیہ کے دن سب لوگوں کا پیاس کی وجہ سے بُرا حال ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مشکیزہ تھا اور آپ اس سے وضو فرما رہے تھے آپ کو وضو کرتا دیکھکر سب آپ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے، آپ نے دریافت فرمایا کیا بات پیش آئی ہے، سب نے عرض کیا، ہمارے پاس نہ وضو کرنے کو پانی ہے اور نہ پینے کو، صرف یہی پانی ہے جو آپ کے پاس ہے آپ نے اپنا مبارک ہاتھ مشکیزہ میں رکھدیا فوراً پانی آپ کی مبارک انگلیوں کے مابین سے فوارہ کی طرح جوش مار کر بہنے لگا۔ ہم سب نے پانی پیا اور وضو کیا، سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں، میں نے جابر سے دریافت کیا تم سب کتنے افراد تھے جابر نے کہا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہم سب کو بخوبی کافی ہوتا ہم اس وقت ڈیڑھ ہزار افراد تھے، یعنی پندرہ سو لیکن دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حُدَیبیہ میں آپ کے ساتھ ایک ہزار چار سو صحابہ تھے اور علماء نے لکھا ہے کہ یہ تعداد صحیح ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ وہ مبارک پانی جو آپ کی مبارک انگلیوں سے اُبل کر نکلا ہے وہ آبِ زَمزم، آبِ کوثر، ماءِ سَلسَبیل اور ماءِ تسنیم سے مبارک اور افضل ہے

۲۳۔ مسلم اور مالک مُعاذ بن جَبَل سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ایک چشمہ پر قیام ہوا چشمہ خشک ہوگیا تھا صرف زمین میں سیل پانی تھی، لوگوں نے اس کو کھودا اور بڑی دقت سے پانچ سات چلو پانی اکٹھا کرکے آپ کی خدمت میں لائے، آپ نے اس پانی میں مبارک ہاتھ اور منھ کو دھویا اور پھر اس کو چشمہ میں ڈلوا دیا اس پانی کے پڑتے ہی چشمہ اُبل پڑا اور اس کا پانی جاری ہوگیا۔ سب سیراب ہوئے، مویشیوں کو بھی پانی پلایا اور وہ پانی بہتا ہی رہا۔

۲۴۔ بیہقی اور طبرانی ابو ایوب خالد بن زید بن کُلیب انصاری سے روایت کرتے ہیں جب آپ مدینہ منورہ ہجرت فرماکے تشریف لائے، میں نے صرف آپ کے اور ابوبکر کے واسطے کھانا تیار کیا میں نے آپ دونوں سے کھانے کو عرض کیا آپ نے مجھ سے ارشاد کیا جاؤ انصار میں سے صرف تیس اشراف کو لاؤ۔ میں حکم بجالایا آپ نے ان سب کو شکم سیر کھانا کھلایا جب سب فارغ ہوگئے آپ نے مجھ سے ساٹھ آدمیوں کو بلانے کیلئے کہا میں نے فرمانِ شریف کی تعمیل کی آپ نے ان سب کو بھی شکم سیر کھانا کھلایا جب سب فارغ ہوگئے آپ نے ستر آدمیوں کے حاضر کرنے کو فرمایا میں نے امتثالِ امر کیا

اور ان ستر آدمیوں نے بھی اچھی طرح پیٹ بھر کر کھانا کھایا، ابوایوب کہتے ہیں کہ ان سب آدمیوں نے اسی وقت آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے اور وہ کہتے ہیں کہ دو آدمیوں کے کھانے کو ایک سو اسی آدمیوں نے کھایا اور سب شکم سیر ہوئے۔ صاحب کتاب نے لکھا ہے ایک سو ساٹھ آدمیوں کو ابوایوب بلا کر لے گئے تھے باقی بیس میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر اور ابوایوب کے گھر والے یا ان کے اپنے بلائے ہوئے آدمی ہوں گے۔

۲۵۔ بخاری دو طریق سے جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم خندق کھود رہے تھے ایک جگہ سخت زمین آگئی وہ ہم سے کسی طرح بھی نہ کٹی ہم نے آپ سے عرض کیا، آپ نے فرمایا اچھا میں اترتا ہوں چنانچہ آپ تشریف لائے اور آپ نے اس سخت زمین پر کدال کی ایک ضرب ماری وہ ریت کی طرح بہنے لگی۔ جابر کہتے ہیں میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ مجھ سے آپ کی یہ کیفیت دیکھی نہ گئی، میں نے آپ سے گھر تک جانے کی اجازت طلب کی اجازت ملنے پر گھر پہنچا اور اپنی بیوی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک کی کیفیت مجھ سے نہیں دیکھی جاسکتی اور میں صبر کر کے نہیں بیٹھ سکتا اگر گھر میں کچھ ہو تو جلد بتاؤ، بیوی نے کہا ایک صاع جو رکھے ہیں یعنی ساڑھے تین سیر اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے کہا تم جو کو پیس کر گوندھو اور میں بکری کے بچے کو ذبح کر کے صاف کر کے پتیلے میں چڑھاتا ہوں میں اپنے کام سے جلدی فارغ ہوا اور آپ کی خدمت مبارکہ میں پہنچا اور موقعہ پا کر آپ سے عرض کیا کہ ایک صاع جو کا آٹا اور ایک بکری کا بچہ موجود ہے آپ چند اصحاب کو لے کر تشریف لے چلیں، میں نے آپ سے یہ عرض پوشیدہ طور پر کی، آپ نے سن کر بہ آواز بلند فرمایا، اے اہلِ خندق جابر نے تم سب کی دعوت کی ہے چلو ان کے گھر کھانا کھائیں پھر آپ نے مجھ سے فرمایا جب تک میں نہ پہنچوں تم پتیلے کو آگ پر سے نہ اتارو اور اپنی بیوی سے کہدو کہ میرے پہنچنے تک روٹی پکانی شروع نہ کریں یہ سن کر میں فوراً گھر آیا اور گھر والی سے کیفیت بیان کی اتنے میں آپ تمام اہلِ خندق کو لے کر تشریف لے آئے، آپ نے گوندھے ہوئے آٹے میں ذرا سا آب دہن ڈالا اور دعائے برکت فرمائی، پھر آپ نے پتیلے میں قدرے لعاب مبارک ڈالا اور دعائے برکت فرمائی اور ارشاد کیا اب عورتوں کو بلا کر روٹی پکانی شروع کر دو، اور پتیلے کو آگ پر سے نہ اتارو، سالن نکال نکال کر دیتے رہو، جابر کہتے ہیں ایک ہزار آدمی تھے سب نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور خدا کی قسم ہے کہ پتیلا اسی طرح بھرا ہوا چولھے پر رکھا تھا اور آٹا اتنا ہی گوندھا رکھا تھا۔

۲۶۔ ابن سعد، ابویعلی، بزّار، ابن مندہ، حاکم، بیہقی اور ابونعیم سفینہؓ سے روایت کرتے ہیں

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے کہ میں کشتی میں سوار تھا، سمندر میں کشتی ٹوٹ گئی۔ میں ایک تختہ پر بیٹھا رہ گیا اور کنارہ پر پہنچ گیا۔ میں خشکی پر اترا مجھ کو ایک شیر ملا، وہ میری طرف بڑھا میں نے اس سے کہا، اے ابو الحارث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں، عربی میں شیر کی کنیت ابو الحارث ہے یہ سن کر شیر نے اپنی دم ہلائی اور عاجزی سے آکر میرے پاس کھڑا ہوا پھر وہ مجھ کو لے کر چلا اور راستہ پر مجھ کو پہنچا یا، پھر تھوڑی دیر تک آہستہ آہستہ آواز نکالتا رہا گویا وہ مجھ کو رخصت کر رہا تھا۔ اور پھر وہ جنگل کو لوٹ گیا۔

۲۷۔ ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں قتادہ بن نعمان کی آنکھ نکل پڑی آپ نے دستِ مبارک سے اس کی جگہ پر اس کو رکھ دیا وہ اچھی ہو گئی اس کی بینائی اور صحت دوسری آنکھ سے اچھی تھی۔

۲۸۔ ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ مُلَاعِبُ الْاَسِنَّہ عامر بن مالک کو استسقا ہو گیا، اس کی نازک حالت ہوئی اس نے آپ کی خدمت بابرکت میں قاصد بھیجا آپ نے خاک کی چٹکی پر تھوک کر قاصد کو عنایت کی قاصد متحیر ہوا اور سمجھا کہ آپ نے شاید مذاق فرمایا ہے وہ اس چٹکی کو لے کر مُلَاعِبُ الْاَسِنَّہ کے پاس پہنچا، اس کی حالت از حد نازک ہو گئی تھی اس نے پانی میں گھول کر وہ خاک کی چٹکی پی لی اللہ نے اس کو شفا دی۔

۲۹۔ ابن ابی شیبہ، بیہقی اور طبرانی روایت کرتے ہیں فُدَیک بن عَمرو سَلَامانی کو آپ کے پاس لائے اس کی آنکھیں بے نور ہو کر بالکل سفید پڑ گئی تھیں اس سے دریافت کیا گیا کہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا اس نے کہا میں اونٹ لئے جا رہا تھا، سانپ کے انڈوں پر پیر پڑ گیا اور بینائی بالکل جاتی رہی، آپ نے اس کی آنکھوں میں تھوک دیا وہ بینا ہو گیا، راوی کہتا ہے میں نے اس کو دیکھا اس کی عمر اسّی برس کی تھی وہ بہ آسانی سوئی میں تاگا پروتا تھا۔

۳۰۔ بخاری یزید بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سَلَمَۃ بن الاکوع کی پنڈلی پر زخم کا نشان دیکھا، میرے دریافت کرنے پر انھوں نے مجھکو بتایا کہ خیبر کے دن میری پنڈلی پر زخم لگا لوگوں نے کہا کہ سلمہ کے زخم لگا، آپ نے تین مرتبہ اس پر تھوک دیا۔ زخم بالکل اچھا ہو گیا اور اب تک کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی، دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ جڑ گئی اور زخم اچھا ہو گیا۔

۳۱۔ بخاری، مسلم، حاکم اور طبرانی روایت کرتے ہیں کہ خیبر کے دن علی مرتضیٰ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں ان کے رَمَد ہو گیا تھا۔ سلمۃ الاکوع ان کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے پاس لائے آپ نے اُن کی آنکھوں میں تھوک دیا اور ایک روایت میں ہے کہ اُن کے سر کو اپنی گود میں رکھ کر اور اپنی

ہتھیلیوں پر لعاب دہن لگا کر ان کے آنکھوں پر مل دیا۔ فوراً شفا پائی اور فتح خیبر اُن کے ہاتھ پر ہوئی اور پھر مدت العمر کبھی ان کی آنکھ دکھنے کو نہ آئی۔

۳۲۔ بیہقی روایت کرتے ہیں کہ آپ کی خدمتِ اقدس میں ایک مادرزاد گونگے بڑے لڑکے کو لائے آپ نے اس سے دریافت فرمایا میں کون ہوں اللہ نے اس کی زبان کھول دی، اور اس نے جواب دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

۳۳۔ احمد، دارمی، طبرانی، بیہقی، ابو نعیم اور ابن ابی شیبہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آپ کے پاس آئی اور اس نے کہا اس بچہ پر کھانے کے وقت جنون کا دورہ پڑتا ہے آپ نے اپنا دستِ مبارک اس کے سینہ پر پھیر دیا۔ بچے نے قے کی ایک کالا کیڑا پلے کی شکل کا اس کے پیٹ میں سے نکلا اور اس کا جنون جاتا رہا۔

۳۴۔ ابن ابی شیبہ اُمِ جُندُب سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلۂ خثعم کی ایک عورت آپ کے پاس اپنے بچے کو لائی اور عرض کیا اس پر کوئی بلا آگئی ہے اور اب یہ بولتا نہیں ہے، آپ نے پانی منگوایا اس میں دستِ مبارک اور روئے مبارک دھویا اور اس پانی سے بچے پر چھینٹا دلوایا اور کچھ اس کو پلوایا وہ اچھا ہو گیا اور بہت ہوشیار نکلا۔

۳۵۔ بیہقی، ابن عساکر، ابن سعد وغیرہم نے روایت کی ہے کہ بدر کے دن عُکّاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ گئی، آپ کے ہاتھ میں شاخ خرما تھی وہ آپ نے عکاشہ کو دیدی اور ارشاد کیا اس سے لڑو عکاشہ کہتے ہیں وہ شاخ میرے ہاتھ میں عمدہ تلوار ہو گئی اور میں اس سے لڑتا رہا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے اس تلوار کا نام عون تھا یہ عکاشہ کے پاس رہی اور ان کے بعد ان کی اولاد کے پاس رہی۔

۳۶۔ بیہقی روایت کرتے ہیں کہ بدر کے دن خبیب کے شانہ پر تلوار لگی ان کا شانہ لٹک گیا آپ نے اس پر تھوکا اور پھر اس کو جوڑا وہ اپنی اصلی حالت پر ہو گیا۔

۳۷۔ بیہقی روایت کرتے ہیں اُحد کے دن عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی آپ نے ان کو شاخ خرما دی وہ ان کے ہاتھ میں تلوار ہو گئی وہ اس سے لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور اپنے مبارک ماموں سید الشہداء حضرت حمزہ کے پہلو میں ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے رضی اللہ عنہما۔

۳۸۔ بیہقی اور ابو نعیم عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا آپ کی صاحبزادی حضرتِ فاطمہ آئیں، بھوک کی شدت کی وجہ سے ان کے چہرہ کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ آپ نے ان کے سینہ پر جہاں ہنسلی پہنی جاتی ہے اپنا دستِ مبارک رکھا اور آپ نے انگلیوں کو کھول دیا اور پھر اس طرح دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ مُشْبِعَ الْجَاعَۃِ وَدَافِعَ

اَلوَضِيعَةِ اِرْفَعْ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ یعنی اے میرے اللہ اے بھوکوں کو سیر کرنے والا اور کمزوروں کو سہارا دینے والا محمد کی بیٹی فاطمہ کو سہارا دے۔ عمران کہتے ہیں آپ کی اس دعا کے بعد میں نے فاطمہ کے چہرہ پر نظر ڈالی تو زردی ہٹ گئی تھی اور بعد میں میرے دریافت کرنے پر فاطمہ نے مجھ سے کہا اے عمران اس دن کے بعد سے کبھی بھوک نے مجھ کو نہیں ستایا۔

۳۹۔ بیہقی اور ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے علی کے واسطے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اکْفِہِ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ یعنی بار مولیٰ تو ان کو سردی اور گرمی سے بے نیاز کر دے، حضرت علی کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھ کو نہ کبھی گرمی محسوس ہوئی اور نہ سردی چنانچہ آپ گرمیوں میں سردیوں کے اور سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے پہن لیا کرتے تھے۔

۴۰۔ ترمذی، نسائی، حاکم اور بیہقی عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا آپ دعا فرمائیں تاکہ میری آنکھیں بینا ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا پہلے وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو اور پھر یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ اَنْ یَّکْشِفَ بَصَرِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔ یعنی اے میرے اللہ میں یقیناً تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی کو جن کا اسم شریف محمد ہے اور جو نبی رحمت ہیں وسیلہ بنا کر تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اے محمد یقیناً میں تم کو وسیلہ بنا کر تمہارے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری بینائی کھول دے اے میرے اللہ تو ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما، راوی کہتا ہے نابینا نے حسب ارشاد عمل کیا اور اللہ نے اس کو بینا کر دیا۔ عثمان بن حنیف اور ان کی اولاد یہ دعا بچوں کو اور دوسرے لوگوں کو سکھاتے تھے اور جب کوئی مشکل پیش آتی تھی وہ اس دعا کو پڑھا کرتے تھے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی مشکل آسان کر دیتا تھا جس ضرورت کے واسطے یہ دعا پڑھی جائے اس ضرورت کو بجائے اَنْ یَّکْشِفَ بَصَرِیْ کے ذکر کیا جائے مثلاً شفائے مریض کے لئے اَنْ یَّشْفِیَ الْمَرِیْضَ کہا جائے اس حدیث شریف سے معلوم ہو گیا کہ یَا مُحَمَّدُ یَا حَبِیْبَ اللہِ یَا رَسُوْلَ اللہِ یَا نَبِیَّ اللہِ کہنا درست اور صحیح ہے نِدا سے انکار کرنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے انکار ہے۔

یَا رَسُوْلَ اللہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ ——— اِنَّمَا الْفَوْزُ وَالْفَلَاحُ لَدَیْکَ

بہ سلام آمدم جوابم دہ	مرہمے بر دلِ خرابم نہ
بس بود جاہ و احترامم مرا	یک جواب از تو صد سلامِ مرا
گر نہ رفتم طریقِ طاعتِ تو	ہستم از عاصیانِ امتِ تو

رحم کن بر من و فقیری من
آمدم زیر بار عصیاں پست
عفو فرما تہا گناہ مرا
جلوہ می نما برائے خدا

دست بخشا بہ دست گیری من
افتم از پائے گر نہ گیری دست
ذنب‌ہائے دور کن سیاہ مرا
رحم فرما بہ مستمندِ گدا

جائے دہ در حریم خویشں مرا
مرہمے بخش سینہ ریش مرا

اشعار

خدا در انتظارِ حمد ما نیست
خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس
مناجاتے اگر باید بیاں کرد
محمد از تو می خواہم خدا را

محمد چشم بر راہِ ثنا نیست
محمد حامدِ حمد خدا بس
بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد
الٰہی از تو عشقِ مصطفےٰ را

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَىٰ حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

تتمہ

پتھر پر قدم شریف کے نشان مبارک کے بیان میں

جد امجد کلاں حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے سعید البیان میں پتھر پر قدم شریف کے نشانِ مبارک کے معجزے کا بیان فرمایا ہے چونکہ اس معجزۂ شریفہ کے بارے میں علمارِ اعلام رحمہم اللہ نے کچھ بحث کی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس موضوع شریف کو قدرے وضاحت سے بیان کیا جائے تاکہ حقیقت امر واضح ہو جائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا نامِ لیتے ہوئے مختصر طور پر لکھتا ہوں علامہ شیخ شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید بوصیری مصری کا انتقال ۶۹۴ھ ہجری کو ہوا ہے اور وہ اسکندریہ میں مدفون ہوئے ہیں ان کا قصیدہ بردہ اور ہمزیہ اطراف و اکنافِ عالم میں مشہور ہے، قصیدہ ہمزیہ میں کہتے ہیں۔ ؎

اُو بِلَثْمِ التُّرَابِ مِنْ قَدَمٍ لَا نَتْ حَيَاءً مِنْ مَشْيِهَا الصَّفْوَاءُ

یعنی اے کاش مجھ کو اس خاکِ پاک کو بوسہ دینے کا شرف حاصل ہو جو آپ کے مبارک پیروں سے چھو گئی ہو وہ مبارک پیر جن سے مَس ہوتے وقت شرم اور حیا کی وجہ سے سخت پتھر بھی نرم پڑ جاتا تھا علامہ شہاب الدین احمد ابن حجر ہیتمی مکی نے اس قصیدہ کی شرح میں اور علامہ علی بن برہان الدین حلبی نے انسان العیون میں اور سید احمد زینی دحلان نے سیرۃ نبویہ آثار محمدیہ میں اور دوسرے علماء نے اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پتھر پر چلتے تھے تو وہ آپ کے مبارک قدم کے نیچے نرم پڑ جاتا تھا۔ اور جب آپ ریت پر چلتے تھے تو اس پر آپ کے قدم شریف کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ یہ خلاف عادتِ مقررہ کے، اس شعر سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ پتھر آپ کے مبارک پاؤں سے لگ کر شرم اور حیا کی وجہ سے نرم پڑ جاتا تھا، مٹی اور ریت کا اس میں ذکر نہیں ہے اور پتھر کس طرح پر نرم پڑتا تھا آیا گوندھے ہوئے آٹے کی طرح ہو جاتا تھا اور آپ کے قدم شریف کا اس میں نشان پڑ جاتا تھا یا آپ کے ہیبت اور عظمت سے اظہارِ خشوع اور ذلت کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ اس کی خاصیت کو آپ کے واسطے بدل دیتا تھا کہ اس کی سختی اور درشتی آپ کے لئے بے اثر ہو جاتی تھی اور آپ کے مبارک پاؤں کو پتھر پر چلنے سے تکلیف نہیں پہنچتی تھی ان دونوں معانی کا احتمال ہے اگر روایات سے پتھر پر قدم شریف کا نشان ثابت ہوتا ہے تو دوسری صورت متعین ہے کیونکہ حضرت شیخ نے تمام صحیح واقعات کو اپنے قصیدہ میں ذکر کیا ہے، غیر صحیح واقعہ کا ذکر نہیں کیا ہے سمجھنے والے نے اگر ان کا شعر نہ سمجھا ہو اور اس کا غیر صحیح مطلب نکالا ہو تو اس میں ان کا کیا قصور ہے جس طرح پر کہ آپ نے اس قصیدہ میں فرمایا ہے ؎

شَمَّتَتْهُ الْأَمْلَاكُ إِذْ وَضَعَتْهُ وَشَفَتْنَا بِقَوْلِهَا الشَّفَاءُ

یعنی جب آپ کی ولادتِ شریفہ ہوئی فرشتوں نے آپ کو یَرْحَمُکَ اللہ کہا شفاء والدہ عبد الرحمن بن عوف نے یہ واقعہ روایت کر کے ہمارے دلوں کو خوش کیا ہے۔

والدہ عبد الرحمن کی روایت اس طرح پر ہے کہ جب آپ تولد ہوئے اور آپ نے آواز کی اس وقت میں نے کسی کو یَرْحَمُکَ اللہ کہتے سنا، یعنی فرشتہ کا یہ کہنا آپ کے آواز کرنے کے بعد تھا اس روایت میں یا کسی دوسری روایت میں قطعاً نہیں آیا ہے کہ آپ نے ولادت شریف کے بعد چھینک لی اور پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فرمایا اور اس کے جواب میں فرشتوں نے آپ کو یَرْحَمُکَ اللہ کہا ہو چونکہ لفظ شمت تشمیتًا کا استعمال چھینک کے بعد یَرْحَمُکَ اللہ کہنے پر ہوتا ہے اس لئے بعض لوگ اس شعر سے یہ سمجھے کہ ولادت کے بعد آپ نے چھینک لی اور چونکہ شرعاً یرحمک اللہ اس وقت کہا جاتا ہے کہ چھینکنے والا پہلے الحمد للہ کہے اس لئے بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ آپ نے ولادت

شریف کے بعد چھینک لی اور سجدہ الحمد للہ کہا اور اس کے جواب میں فرشتہ نے یرحمک اللہ کہا، یہ سب باتیں اسی شعر کی شرح میں بیان کی گئی ہیں۔ حالانکہ خود حضرت شیخ کہہ رہے ہیں کہ شفار نے روایت کی ہے اور شفار کی روایت دلائل النبوہ وغیرہ میں مذکور ہے چاہیئے تھا کہ مطابق روایت کے شعر کی شرح کرتے نہ یہ کہ امور زوائد ذکر کر کے شعر کو بھی متضمن امور غیر ثابتہ بنا دیا۔

پتھر پر نقش قدم ثابت کرنے کے لیے ان علما نے علامہ امام حافظ علی ابوالحسن تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کے شعر کو بھی پیش کیا ہے۔ ان کا انتقال ۷۵۶ھ میں ہوا ہے وہ قصیدہ تائیہ در مدح خیر البریہ میں لکھتے ہیں۔

وَاَثَّرَ فِی الْاَحْجَارِ مَشْیُکَ ثُمَّ لَمْ　　یُؤَثِّرْ بِرَمْلٍ اَوْ بِبَطْحَاءَ رَطْبَۃٍ

یعنی آپ کے چلنے نے پتھروں میں اثر کیا اور ریت پر یا وادی کی گیلی زمین پر اثر نہیں کیا، بطحی ر پہاڑوں کی وادی کو کہتے ہیں جہاں سیلاب گزرتا ہے اور اس وادی میں کنکر، بجری اور بالو ہوتا ہے علامہ سبکی کی جلالتِ علم اور علومرتبت محتاج بیان نہیں، ایسا شخص اگر کوئی بات کہے یقیناً وہ قابلِ استشہاد ہے۔ لہٰذا ایسے عالم شخص کے شعر کو بھی روایات کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے اور اس کو جامۂ صحت پہنانا چاہیئے کیونکہ جو شخص کسی تحریر یا تقریر میں غیر ثابتہ اور غیر مصدقہ امور کا ذکر نہ کرے تو وہ شعر میں کس طرح کر سکتا ہے، پتھر پر قدم شریف کے نشان کا ذکر چھٹی صدی میں قاضی ابوبکر نے کیا ہے اور وہ بھی صرف صخرہ شریفہ پر اور وہ بھی ایک مشہور بات کو بیان کیا ہے اور چوتھی صدی کی ایک مشہور بات کو حافظ ابونعیم نے ذکر کیا ہے کہ مکہ میں ایک پتھر پر کہنی اور کلائی کا نشان ہے اور احد کے پہاڑ میں نشان سر مبارک کا ہے، ریت پر قدم شریف کے نشان نہ ہونے کا ذکر تو کسی نے کیا ہی نہیں ہے، ایسی صورت میں علامہ سبکی ان امور کا بیان کس طرح کر سکتے ہیں، جائے فکر اور محل خیال ہے۔

علامہ سبکی اپنے شعر میں لفظ اَثَّرَ تاثیراً لائے ہیں جس کے معنی اثر کرنے یا اثر چھوڑنے کے ہیں اثر ظاہری ہو یا معنوی دونوں میں استعمال ہے اگر شعر میں ظاہری اثر مراد لیا جائے تو ترجمہ اس طرح ہو گا کہ آپ کے چلنے نے پتھروں میں نشان ڈال دیا اور ریت اور کیچڑ میں نہیں کیا لیکن یہ ترجمہ روایات سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا اور مٹی پر نشان نہ ہونے کا ذکر تک کسی نے نہیں کیا ہے لہٰذا لازمی ہے کہ معنوی اثر مراد لیا جائے اور کہا جائے کہ شعر کا ترجمہ اور مدعا اس طرح پر ہے۔

آپ کے قدم رکھنے نے پتھر پر اثر کیا وہ اپنی سختی اور کھردرا پن کھو بیٹھا آپ کے مبارک پاؤں کو اس سے تکلیف نہیں پہنچتی تھی جب کہ ایک پتھر آپ کا یہ احترام کرے افسوس ہے ان لوگوں پر

جو آپ کو ایذا پہنچائیں اور تکلیف دیں اور آپ کے قدم رکھنے نے ریت اور کیچڑ میں اثر نہیں کیا کہ آپ کا مبارک قدم اس میں دھنس جاتا اور آپ کو مشقت ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آپ کے لئے مٹی کی طرح کر دیا کہ آپ بہ آسانی اس پر چلتے تھے۔

تعجب ہے بعد کے علمار نے یہ بات کس طرح لکھدی کہ مٹی اور ریت پر قدم شریف کا نشان نہیں ہوتا تھا حالانکہ جب آپ غار ثور تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر آپ کے ساتھ تھے تو کفار مکہ آپ دونوں کے نقش قدم کو لیتے ہوئے غارِ ثور تک پہنچ گئے اور قائف نے یعنی نقش قدم پہچاننے والے نے کافروں سے کہا اس غار سے آگے نشان قدم کا نہیں گیا ہے اس پر اُمَیَّہ نے کہا غار میں کون ہو سکتا ہے یہ دیکھو جھاڑی میں کبوتر کا گھونسلہ رکھا ہے اس میں انڈے ہیں اور یہ مکڑی کا جالا ہے جو محمد کی ولادت سے بھی پہلے کا ہے۔

حافظ ابونعیم جن کا انتقال سنہ ۴۳۰ھ ہجری کو سو سال کی عمر میں ہوا ہے دلائل النبوۃ میں لکھتے ہیں۔ فان قیل۔ فقد لین اللہ تعالیٰ لداود الحدید حتی سرد منه الدروع السوابغ قلنا۔ قد لینت لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم الحجارة وصم الصخور فعادت له غاراً استتر بها من المشرکین یوم اُحُد مَالَ صلی اللہ علیہ وسلم برأسه اِلَی الجَبَلِ لیخفی شخصه عنهم فلین اللہ له الجبل حتی ادخل فیه راسه وهذا أعجب لأن الحدید تلینه النار ولم نری النار تلین الحجر وذلك بعد ظاهر باق یراه الناس وکذالك فی بعض شعاب مکة حجر من جبل اصم استروح فی صلاته الیه فلان له الحجر حتی اثر فیه بذراعیه وساعدیه وذلك مشهور یقصده الحجاج ویزورونه وعادت الصخرة لیلة اسری به کهیئة العجین فربط به دابته البراق یلمسه الناس الی یومنا هذا باق، انتهی

یعنی اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے واسطے لوہے کو اتنا نرم کر دیا تھا کہ وہ اس سے بڑی فراخ زرہیں بناتے تھے ہم کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پتھر اور سخت چٹانیں نرم کر دی گئیں تھیں چنانچہ مشرکوں سے چھپنے کے لئے اُحُد کے دن آپ نے اپنا مبارک سر پہاڑ کی طرف مائل کیا اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے واسطے لوہے کو اتنا نرم کر دیا تھا کہ وہ اس سے بڑی فراخ زرہیں بناتے تھے ہم کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پتھر اور سخت چٹانیں نرم کر دی گئیں تھیں چنانچہ مشرکوں سے چھپنے کے لئے احد کے دن آپ نے اپنا مبارک سر پہاڑ کی طرف مائل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو آپ کے واسطے اتنا نرم کر دیا کہ آپ نے اپنے مبارک سر کو اس میں داخل کر دیا وہ نشان اب تک ظاہر اور باقی ہے اور خلقت اس کو دیکھتی ہے، پتھر کا اس طرح نرم ہونا بہت ہی عجیب ہے لوہے کو تو آگ نرم کر دیتی ہے۔ لیکن یہ کہیں نہیں دیکھا گیا کہ آگ نے پتھر کو نرم کیا ہو اور اسی طرح

مکہ کی بعض گھاٹیوں میں سخت پہاڑ کا ایک پتھر ہے جہاں آپ دورانِ عبادت میں استراحت فرماتے تھے یہ پتھر آپ کے لئے اتنا نرم پڑ گیا کہ آپ کی کلائی اور کہنی کا نشان اس میں ہو گیا وہ مشہور ہے اور حجاج اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور بیت المقدس میں شب معراج کو صخرہ شریفہ آپ کے واسطے گوندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہو گیا آپ نے اپنی سواری کو اس سے باندھا یعنی براق کو، لوگ برائے برکت اس کو چھوتے ہیں اور وہ ہمارے زمانہ تک باقی ہے۔ انتہیٰ

مشہور ہے کہ صخرہ شریفہ کے ایک سرے میں حضرت جبریل نے انگوٹھے سے چھید کیا اور اس سے براق کو باندھا اور بعض نے کہا ہے کہ مسجد اقصیٰ کے دروازہ میں ایک پتھر ہے اس کو حضرت جبریل نے چھید کیا ہے۔

قاضی امام ابوبکر محمد بن عبداللہ معروف بہ ابن العربی نے جن کا انتقال ۵۴۳ھ ہجری کو ہوا ہے موطا امام مالک کی شرح میں بیت المقدس میں صخرۃ اللہ کے متعلق لکھا ہے صخرۃ بیت المقدس من عجائب اللہ تعالیٰ فانہا صخرۃ قائمۃ شعثاء فی وسط المسجد الاقصیٰ قد انقطعت من کل جھۃ لا یمسکھا الا الذی یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ، فی اعلاھا من جھۃ الجنوب قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین رکب البراق وقد مالت من تلک الجھۃ لھیبتہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی الجھۃ الاخریٰ اصابع الملائکۃ التی امسکتھا لما مالت الخ یعنی بیت المقدس کا صخرہ شریفہ (بڑا مبارک پتھر) اللہ تعالیٰ کے عجائبات میں سے ہے یہ بڑا پتھر جو منفرد واقع ہے مسجد اقصیٰ میں چاروں طرف سے زمین سے منفصل قائم ہے اس کو زمین پر گرنے سے اسی ذات پاک نے روکا ہے جس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہے (صخرہ شریفہ کے نیچے غار ہے) اس کے جنوب کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف کا نشان ہے، یہ نشان اس وقت کا ہے جبکہ آپ نے براق پر سوار ہونے کے لئے اس پر قدم مبارک رکھا وہ آپ کی ہیبت کی وجہ سے اس طرف جھک گیا اور دوسری طرف فرشتوں کی انگلیوں کے نشان ہیں کیونکہ انھوں نے اس پتھر کو گرنے سے روکا جبکہ وہ آپ کے قدم شریف رکھنے سے جھکا۔ الخ

علامہ حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے ابن العربی کے ذکر کردہ واقعہ کو مسجع معراج نامہ میں اس طرح بیان کیا ہے ثم توجھا اور ایک کتاب میں ہے ثم توجہ نحو صخرۃ بیتِ المقدس وعماھا — فصعد من جھۃِ الشرقِ اَعْلَاھَا۔

فاضطربت تحت قدم نبینا ولانت + فامسکتھا الملائکۃ لما تحرکت ومالت الخ

یعنی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل بیت المقدس صخرہ شریفہ کو روانہ ہوئے، یا

آپ بیت المقدس صخرہ شریفہ کو روانہ ہوئے اور وہاں پہنچے، آپ شرقی جانب سے صخرہ پر چڑھے وہ آپ کے مبارک قدم کے نیچے حرکت میں آگیا اور نرم پڑ گیا۔ جب وہ حرکت میں آیا اور جھکا تو فرشتوں نے اس کو تھاما۔

حافظ ابن کثیر صخرہ شریفہ پر نقشِ قدم مبارک کے بارے میں لکھتے ہیں ان رجلہ الکریمۃ غاصت فی الصخرۃ فصارت علی قدر قدمہ حافیہ لا منتعلہ، الخ یعنی آپ کا مبارک پاؤں صخرہ شریفہ میں گھس گیا اور اس میں ننگے پاؤں کے مقدار میں نشان پڑا، جوتی پہنے ہوئے کے مقدار میں نشان نہیں پڑا الخ

حافظ ابن کثیر نے اس طرح پر لکھکر ایک اشکال کو رفع کیا ہے کیونکہ معراج شریف میں آپ کا جوتی اتارنا کسی جگہ ثابت نہیں ہوا ہے بلکہ لکھا ہے کہ خاص حضوری کے وقت عرش بریں پر آپ نعلین شریفین پہنے ہوئے تھے براق پر سوار ہوتے وقت آپ نے جوتی کب اتاری ہے جو صرف برہنہ پا کا نشان پتھر پر آیا ہے۔ چاہئے تھا کہ آپ کی نعلِ مبارک کا نشان ہوتا لیکن حافظ ابن کثیر نے اس طرح پر لکھکر یہ ثابت کیا کہ یہ بھی حق تعالیٰ کی ایک قدرت ہے۔ اور آپ کا ایک معجزہ ہے کہ باوجود جوتے پہنے ہوئے کے نشان صرف قدم شریف کا آیا ہے۔

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ کے باب فی ما اوتی داود علیہ السلام میں لکھا ہے قال ابو نعیم و اوتی تسبیح الجبال ونظیر ذلک لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح الحصی والطعام کما تقدم فی بابہ واوتی تسخیر الطیر وقد تقدم تسخیر سائر الحیوانات لہ صلی اللہ علیہ وسلم واوتی الانۃ الحدید وقد لینت الحجارۃ لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصُمّ الصخور واستتر من المشرکین یوم اُحُد مال براسہ الی الجبل لیخفی شخصہ عنہم فلین اللہ لہ الجبل حتی ادخل فیہ راسہ وذلک ظاھر باق یراہ الناس وکذلک فی بعض شعاب مکۃ حجر اصم استروح الیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاتہ فلان لہ الحجر حتی اثر فیہ بذراعیہ وساعدیہ وذلک مشہور وھذا اعجب لان الحدید تلینہ النار ولم تر النار تلین الحجر ھذا کلہ کلام ابو نعیم۔ انتہی) یعنی ابو نعیم نے کہا ہے کہ داود علیہ السلام کو پہاڑوں کے تسبیح پڑھنے کا معجزہ عنایت ہوا اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو، اس کے مقابلہ میں کنکریوں کا اور کھانے کا تسبیح کرنا عنایت ہوا۔ جیسا کہ اس کا بیان پہلے کیا جاچکا ہے اور داود علیہ السلام کے واسطے پرندوں کو مسخر کیا —— اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرماں اور مطیع تمام حیوانات تھے جس کا بیان پہلے کیا جاچکا ہے اور داود علیہ السلام کو لوہے کے نرم ہونے کا معجزہ عنایت ہوا اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پتھر اور بڑی سخت چٹانیں

نرم ہوجاتی تھیں چنانچہ مشرکوں سے چھپنے کی وجہ سے اُحُد کے دن آپ نے اپنا سرِ مبارک پہاڑ کی طرف مائل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو آپ کے واسطے اتنا ملائم کردیا کہ آپ نے اپنے مبارک سر کو اس کے اندر داخل کردیا اور وہ نشان اب تک ظاہر اور باقی ہے جس کو خلقت دیکھتی ہے اور اسی طرح مکہ کی بعض گھاٹیوں میں ایک سخت پتھر ہے آپ نے عبادت کے دوران میں اس پر استراحت فرمائی تھی یہ پتھر اتنا نرم ہوا کہ آپ کی کلائی اور کہنی کا نشان اس میں ہوگیا اور وہ پتھر مشہور ہے، پتھر کا اس طرح نرم ہونا بہت ہی عجیب ہے لوہے کو آگ نرم کردیتی ہے لیکن کہیں نہیں دیکھا گیا کہ آگ نے پتھر کو نرم کیا ہو، یہ سب ابونعیم کا کلام ہے۔ انتہیٰ

یہ ہیں وہ اقوال جن کو پتھر پر نشان ثابت کرنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے، سب سے قدیم سند حافظ ابونعیم کی ہے ان کی ولادت ۳۳۰ھ ہجری کو ہوئی ہے انہوں نے چوتھی صدی کا بڑا حصہ پایا ہے انھوں نے اپنے زمانہ کی مشہوریات کا تذکرہ کیا ہے اور صرف تین پتھروں کا ذکر کیا ہے مکہ مکرمہ میں کسی گھاٹی میں ایک سخت پتھر ہے جس پر آپ کی کہنی اور کلائی کا نشان بتایا گیا ہے اور جبل احد میں سرِ مبارک کا نشان اور صخرۂ شریفہ میں صرف براق باندھنے کی جگہ، انھوں نے صخرۂ شریفہ پر قدم شریف یا ملائکہ کی انگلیوں کے نشان کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے معلوم ہوتا ہے ان دونوں نشانات کے بارے میں ان کے زمانہ تک لوگوں میں چرچا نہ تھا، ان کے بعد قاضی ابوبکر ابن العربی کی عبارت ہے، ان کی ولادت ۴۶۸ھ ہجری کو ہوئی ہے یہ اشبیلیہ سے تقریباً ۴۹۰ھ ہجری کو بیت المقدس آئے اور انھوں نے نشانِ قدم شریف اور نشان انگشتانِ ملائکہ کو صخرۂ شریفہ پر دیکھا نشان قدم شریف کے ثابت کرنے کے لئے یہ سب سے قدیم قول ہے انھوں نے بھی اپنے زمانے کی مشہوریات کا تذکرہ کیا ہے، ان کے بعد حافظ دمشقی نے قاضی صاحب کے بیان کو معراج نامہ میں مسجع کرکے لکھدیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے اتنا ہی کہا ہے کہ یہ نشان برہنہ پا کا ہے علامہ سیوطی نے ابونعیم کے قول کو نقل کیا ہے اور اخیر میں پھر کہدیا ہے کہ یہ سب کچھ ابونعیم کی کہی بات ہے چار صدیاں گزرجائیں اور صخرۂ شریفہ پر نشانِ قدم شریف کا علم لوگوں کو نہ ہو اور پانچویں صدی کے آخیر میں لوگوں کو پتہ چلے یہ نہایت ہی غریب بات ہے، معراج شریف کے وقت بیت المقدس سلطنت روم کی سلطنت کا ایک حصہ تھا، حضرت عمر کے دورِ خلافت میں یہ شہر فتح ہوا بلکہ آپ ہی کے ہاتھ پر فتح ہوا ہے۔ اس وقت کسی نے بھی اس نقش مبارک کے بارے میں نہ کچھ کہا اور نہ کچھ بتایا سینکڑوں برس بعد لوگوں کو اس کا علم کیسے ہوا۔

یہاں پر بعض اشخاص کو یہ خیال ہوا ہے کہ تین آثار کو حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب میں عوام کی زبانی نقل کیا ہے اور حافظ سیوطی نے ابونعیم کے نقل کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور قاضی

صاحب نے دو آثار کے بارے میں شہرت یافتہ بات کو ذکر کیا ہے اور دو حافظوں نے ان کے قول کو نقل کیا ہے اگر ان شہرت یافتہ آثار میں صحت کا پہلو نمایاں نہ ہوتا تو یہ اکابر ان کا ذکر کیوں کرتے اور اگر ابو نعیم اور قاضی ابن العربی نے لکھ بھی دیا تھا تو دوسرے حفاظ نے ان کے کلام کو نقل کیوں کیا۔

حقیقتاً ان اشخاص کا خیال بڑی حد تک درست ہے ان حفاظ کے ذکر کرنے کی وجہ سے اور خاص کر خصائص کبریٰ میں جلال الدین سیوطی کے نقل کرنے کی وجہ سے اس واقعہ کا ذکر معجزات شریف میں متاخرین میں سے ایک بڑی جماعت نے کیا ہے مع ہذا متاخرین کو چاہیئے تھا کہ وہ ان آثار کے بیان کرنے کے طریقہ پر توجہ دیتے ان کو دیکھنا چاہیئے تھا کہ ان کی سند بھی ذکر کی گئی ہے یا نہیں اور پھر ان کو جلال الدین سیوطی کی اس عبارت پر دھیان دینا چاہیئے تھا کہ یہ سب ابو نعیم کا کلام ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الحاوی للفتاوی میں ان آثار کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فتویٰ دیا ہے اور حقیقت کا اظہار کیا ہے میں اس سوال اور جواب کو نقل کرتا ہوں دیکھو اس کتاب کے دوسرے جز کے صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸ کو لکھا ہے۔

مسألة فی ماهو جار علی الألسنة العامة وفی المدائح النبویة ان النبی صلی الله علیه وسلم لان له الصخر واثرت قدمه فیه وانه کان اذا مشی علی التراب لا تؤثر قدمه فیه هل له اصل فی کتب الحدیث أولا وهل اذا ورد فیه شیئ من خرجه وصحیح هو او ضعیف وهل ماذکره الحافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی فی معراجه الذی الفه مسجعاً ولفظه ثم توجه نحو صخرة بیت المقدس وعلاها فصعد من جهة الشرق اعلاها فاضطربت تحت قدم نبینا ولانت فامسکتها الملائکة لما تحرکت ومالت۔ ألهذا ایضاً اصل فی کتب الحدیث صحیح او ضعیف أولا۔ وهل هذا الاثر الموجود الآن بصخرة بیت المقدس المعروف هناك بقدم النبی صلی الله علیه وسلم صحیح أولا وهل ورد فی کتب الحدیث ان سیدنا ابراهیم علی نبینا وعلیه افضل الصلاة والسلام اثرت قدماه فی الحجر الذی کان یبنی علیه البیت الذی هو الآن بالمسجد الحرام بالمکان المعروف بمقام ابراهیم هل هو صحیح أو ضعیف أو لیس له اصلٌ وهل ما قال بعضهم أنه لم یحط بنی معجزة الاحصل لنبینا صلی الله علیه وسلم مثلها او لاحد من امته صحیح ذلك أولا ومن هو قائل ذلك وهل صح ان النبی صلی الله علیه وسلم لما جاء الی بیت أبی بکر الصدیق بمکة ووقف ینتظره الزق منکبه ومرفقه بالحائط فغاص

المرفق فی الحجر واثر فیه وبه سمی الزقاق بمكة زقاق المرفق أو ليس لذلك اصل وهل ما ذكره الثعلبی والطرطوشی فی تفسيريهما ان النبی صلی الله عليه وسلم لما حفر الخندق وظهرت الصخرة وعجزت الصحابة عن كسرها نزل صلی الله عليه وسلم الى الخندق وضربها ثلاث ضربات وانها لانت له وتفتت صحيح ذلك او ضعيف او ليس له اصل معتمد وهل اذا ثبت ان الصخر لان له صلی الله عليه وسلم واثرت قدمه فيه يكون ذلك معجزة له صلی الله عليه وسلم أولا۔

الجواب، أما حديث الصخرة التی ظهرت فی الخندق وعجز الصحابة عن كسرها وضربها ثلاث ضربات فكسرها فانه صحيح ورد من طرق بالفاظ متعددة فاخرجه البيهقی وابو نعيم معاً فی دلائل النبوة من حديث عمرو بن عوف المزنی ومن حديث سلمان الفارسی ومن حديث البراء بن عازب واصله فی الصحيح من حديث جابر قال انا يوم الخندق نحفر فعرضت كدية شديدة فجاءوا الى النبی صلی الله عليه وسلم فقالوا هذه كدية عرضت فی الخندق فاخذ المعول فضرب فعاد كثيباً أهيل وأما قوله هل ورد فی كتب الحديث ان سيدنا ابراهيم على نبينا وعليه افضل الصلاة والسلام اثرت قدماه فی الحجر الذی كان يبنی عليه البيت وهو المقام فنعم وورد، اخرجه الازرقی فی تاريخ مكة من طريق ابی سعيد الخدری عن عبد الله بن سلام رضی الله عنهما موقوفاً عليه بسند صحيح واخرجه عبد بن حميد فی تفسيره عن قتادة واخرجه ايضاً عن عكرمة وبقية ما ذكر فی الاسئلة كم أقف له على اصل ولا سند ولا رأيت من خرجه فی شیء من كتب الحديث انتهی۔

یعنی ان باتوں کے متعلق جو عوام کی زبان پر مدائح نبویہ میں جاری ہیں دریافت کیا گیا ہے کہ ۱ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پتھر نرم پڑ گیا اور آپ کے قدم شریف کا اس میں نشان ہو گیا (۲) اور جب آپ مٹی پر تشریف لے جاتے تھے تو اس پر آپ کے قدم شریف کا نشان نہیں ہوتا تھا۔ کیا احادیث کی کتابوں میں ان کی کچھ اصل ہے یا نہیں اور اگر ہے تو پھر اس کو کس نے روایت کیا ہے اور پھر وہ صحیح ہے یا ضعیف ہے ۳ حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے اپنے مسجع معراج نامہ میں بایں لفظ ذکر کیا ہے، آپ بیت المقدس صخرۂ شریفہ کو روانہ ہوئے اور وہاں پہنچے، آپ شرقی جانب سے صخرہ پر چڑھے وہ آپ کے مبارک قدم کے نیچے حرکت میں آ گیا اور نرم پڑ گیا جب وہ حرکت میں آیا اور جھکا تو فرشتوں نے اس کو تھاما، کیا حدیث کی کتابوں میں اس کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف روایت ہے یا نہیں ۴ بیت المقدس کے صخرہ

شریفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف کا جو نشان ان دنوں موجود ہے کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ ۵ کیا حدیث کی کتابوں میں کہیں وارد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اقدام شریفہ کا بیت اللہ شریف کے بناتے وقت اس پتھر پر نشان ہو گیا جس پر آپ کھڑے تھے اور جو کہ مسجد حرام میں اس جگہ پر جو مقام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے رکھا ہے اور یہ خبر صحیح ہے یا ضعیف ہے یا بالکل ہی بے بنیاد ہے ۶ بعض نے کہا ہے جو بھی کوئی معجزہ کسی نبی کو عطا ہوا ہے اس کا مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا آپ کی امت میں سے کسی فرد کو عنایت ہوا ہے کیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور اس بات کا کہنے والا کون ہے ۷ کیا یہ صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لائے اور آپ نے کھڑے رہ کر ان کا انتظار کیا اور آپ نے اپنی کلائیوں اور کہنی کو دیوار پر ٹیک دیا تو پتھر میں آپ کی کلائیاں اور کہنیاں گڑ گئیں اور اس میں نشان پڑ گیا اور اسی وجہ سے وہ گلی مکہ مکرمہ میں کلائی والی گلی کے نام سے مشہور ہو گئی یا یہ خبر بے بنیاد ہے ۸ امام ثعلبی اور طرطوشی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خندق بنایا تو کھودتے وقت ایک سخت پتھر ظاہر ہوا صحابہ اس کو توڑنے سے عاجز رہے چنانچہ آپ خندق میں اترے اور آپ نے تین مرتبہ اس پر چوٹ ماری وہ نرم پڑ گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا کیا یہ خبر صحیح ہے یا ضعیف ہے یا اس کی کوئی مستند قابل اعتماد اصل نہیں ہے ۹ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ پتھر آپ کے واسطے نرم پڑا اور آپ کے قدم شریف کا اس میں نشان ہوا تو یہ آپ کا معجزہ کہلائے گا یا نہیں۔

الجواب (آٹھواں سوال) پتھر کا واقعہ جو خندق میں ظاہر ہوا اور صحابہ اس کے توڑنے سے عاجز آ گئے اور آپ نے اس کو تین مرتبہ چوٹ مار کر توڑ دیا صحیح ہے وہ چند طریقوں سے مختلف الفاظ سے وارد ہے بیہقی اور ابونعیم دونوں نے دلائل النبوہ میں اس کو عمرو بن عوف مزنی اور سلمان فارسی اور براء بن عازب سے روایت کیا ہے اور صحیح میں اس کی اصل جابر کی حدیث ہے، جابر نے کہا ہے ہم خندق کے دن خندق کھود رہے تھے ایک جگہ سخت زمین آ گئی صحابہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ خندق میں یہ سخت حصہ آ گیا ہے آپ نے کدال لے کر ایک ضرب اس پر ماری اور وہ ریت کی طرح بہنے لگا (پانچواں سوال) کیا حدیث کی کتابوں میں کہیں وارد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اقدام شریفہ نے اس پتھر پر نشان ڈال دیا جس پر کھڑے ہو کر آپ نے بیت اللہ شریف بنایا تھا اور وہ مقام ابراہیم ہے ہاں اس کے متعلق حدیث کی کتابوں میں وارد ہے ازرقی نے تاریخ مکہ میں ابوسعید خدری کے طریقہ سے عبداللہ بن سلام سے نقل کیا ہے جو کہ حدیث موقوف ہے یعنی صحابی پر رکی ہوئی ہے صحابی نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نسبت نہیں کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے اور عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں اس کو قتادہ اور عکرمہ سے روایت کیا ہے اور سوال میں دریافت کئے گئے باقی امور کے متعلق کسی اصل کا پتہ مجھ کو نہیں چلا ہے اور نہ مجھے کوئی سند ملی ہے اور نہ میں نے کسی کو کسی حدیث کی کتاب میں ان کی تخریج کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حافظ سیوطی کا انتقال ۹۱۱ھ ہجری کو ہوا ہے ان کے زمانہ تک مکہ مکرمہ کے شہر میں ایک دوسرے پتھر کا بھی چرچا ہو گیا تھا اور اس پر بھی آپ کی کہنی اور کلائیوں کے نشان بتائے جاتے تھے، حافظ سیوطی کا جواب بالکل واضح ہے۔ انھوں نے ان تمام اشتہار یافتہ آثار کو بے بنیاد اور بلا سند کے بتلایا ہے چاہے ان کو ابو نعیم نے ذکر کیا ہو چاہے قاضی ابو بکر ابن العربی نے اور چاہے علامہ سبکی کے شعر سے سمجھے گئے ہوں کہ پتھر پر نشان پڑ جاتا تھا اور ریت پر نشان نہیں ہوتا تھا اور چاہے بعد میں کسی دوسرے نقش کا ذکر کسی نے کر دیا ہو ان سب کے بارے میں ان کا ایک ہی جواب ہے کہ یہ سب بے اصل ہیں، بعض اشخاص نے علامہ سیوطی پر اعتراض کیا ہے کہ وہ اپنے فتوی میں ان سب امور کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں لیکن خود انھوں نے خصائص کبریٰ میں ابو نعیم سے نقل کیا ہے۔

بعض اشخاص نے جواب دینے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ ممکن ہے خصائص کبریٰ کی تالیف اس فتوی کے بعد ہوئی ہو اور جس وقت انھوں نے فتوی دیا ہو ان کو ابو نعیم کے لکھنے کا علم نہ ہو یا حافظ سیوطی فتوی لکھتے وقت ابو نعیم کے لکھنے کو اور اپنے نقل کرنے کو بھول گئے ہوں۔ ممکن ہے اس اعتراض اور جواب کی تائید اور تحسین بھی کسی نے کی ہو لیکن ان لوگوں نے اگر ذرا بھی فکر سے کام لیا ہوتا اور اصطلاحی الفاظ پر دھیان دیا ہوتا تو اعتراض اور اس کے جواب کے چکر میں نہ پھنستے۔

علامہ سیوطی نے خرّج کا لفظ استعمال کیا ہے یہ فعل ماضی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر تخریج ہے باب افعال سے بھی اس مادہ کا استعمال ہے ماضی اَخْــرَجَ ہو گا اور مصدر اخراج استعمال میں دونوں یکساں ہیں معانی بھی ایک ہیں لغت میں اس لفظ کے معنی نکالنے کے ہیں اسی مناسبت سے اصطلاح میں تین طرح پر اس کا استعمال ہوا ہے۔

(۱) جو حدیث سند کے ساتھ بیان کی جائے چاہے وہ حدیث صحیح ہو چاہے ضعیف، اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اَخْرَجَهٗ فُلَانٌ یا خرّجہ فلانٌ یعنی فلاں امام نے اس حدیث کو سند کے ساتھ نقل کیا ہے یہاں پر یہ لفظ روایت کرنے کے ہم معنی ہے اسی لئے علمائے کرام نے لکھا ہے کہ تعلیقات بخاری کے بیان میں یعنی ان احادیث کے بارے میں جن کو بخاری نے

بے سند کے ذکر کیا ہے نہ کہا جائے کہ اس کی تخریج یا اخراج یا روایت بخاری نے کی ہے بلکہ ذَکَرَ یا اَوْرَدَ کا لفظ استعمال کیا جائے یعنی بخاری نے اس کو ذکر کیا ہے یا اپنی کتاب میں اس کو لائے ہیں۔

۲۔ بعض علماء نے اپنی کتابوں میں صرف احادیث کو لکھا ہے ان کے اسناد کو ذکر نہیں کیا ہے ان کے بعد بڑے بڑے علماء نے ان احادیث کے مصادر اور اسناد کا پتہ نکالا ہے اس کو تخریج کہتے ہیں جیسے احیاء العلوم کی احادیث کی تخریج حافظ عراقی نے کی ہے

۳۔ ایک اصل کی وجہ سے دوسری پیدا شدہ امر کا اثبات کیا جائے اس کو بھی تخریج کہتے ہیں جیسے محفل مبارک میلاد شریف کی خوشی خاص یوم ولادت شریف کو کرنے کی تخریج حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث یوم عاشوراء سے کی ہے اور حافظ سیوطی نے حدیثِ عقیقہ سے کی ہے اور دوسرے علماء نے حدیثِ نزول آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ سے کی ہے۔

یہ ہیں تخریج کے اصطلاحی معانی، حافظ سیوطی نے ان آثار کے بارے میں کہا ہے کہ میں نے کسی کو کسی حدیث کی کتاب میں ان کی تخریج کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے اور نہ مجھ کو ان کے اصل کا پتہ چلا ہے اور نہ مجھ کو ان کی سند دستیاب ہوئی ہے۔

حافظ سیوطی صرف ذکر کرنے کے بارے میں یہ نہیں لکھ رہے ہیں جو ان پر اعتراض کیا جارہا ہے اور پھر جوابات کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے وہ تو اس ذکر کے بارے میں لکھ رہے ہیں جو کہ خود مستند اور بادلیل ہو یا دوسرے ائمہ نے اس کے سند اور ماخذ کا پتہ لگالیا ہو اور جس کو تخریج کہتے ہیں۔

حافظ ابونعیم یا ابن العربی یا کسی اور نے اگر عوام کے بعض اقوال لکھدئے ہیں اور اس کی سند کا نہ خود ان کو علم تھا اور نہ ان کے بعد دوسرے علماء کو علم ہوا ہے اور پھر ان کی عبارت کو بر سبیل حکایت اگر سیوطی نے نقل کردی ہے اس سے قطعاً کوئی شے ثابت نہیں ہوتی اور نہ کوئی حکم شرعی ایسے بلا اصل اور بلا سند اقوال سے ثابت ہوسکتا ہے اور نہ کوئی معجزہ اس طریقہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

ممکن ہے یہاں پر یہ خیال پیدا ہو جبکہ یہ آثار بلا اصل اور بے سند تھے تو ایسے جلیل القدر حفاظ نے ان کو کس طرح ذکر کیا ہے کیا ان آثار کا شمار موضوعات کے زمرہ میں نہیں ہوتا جن کا بیان کرنا اور روایت کرنا ممنوع اور محظور ہے یہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ موضوع تو بالکل جھوٹی حدیث ہے جس کی نسبت بالکل غلط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی ہے، جب علم ہو جائے کہ یہ حدیث موضوع ہے تو اس کا بیان کرنا اور روایت کرنا ناجائز ہے اور وہ حدیث جس کی نسبت

آپ کی طرف کی گئی ہو لیکن اس کی سند کو ذکر نہ کیا ہو یا اس کی سند میں کوئی راوی مطعون ہو یا سند میں سے کسی راوی کو ذکر نہ کیا ہو تو اس حدیث کو اصطلاح میں مردود کہتے ہیں یعنی یہ حدیث غیر مقبول ہے اور ناقابلِ عمل ہے، ان آثار کی بھی یہی کیفیت ہے ان کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے ان کے اسناد کا علم نہیں ہے لہٰذا یہ غیر مقبول ہیں ائمہ نے جس طریقہ سے ان کو لکھا ہے بالکل درست ہے۔

ابو نعیم اور ابن العربی نے ایک مشہور بات نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ نشان اب تک موجود ہیں سیوطی نے ابو نعیم کی عبارت نقل کر کے لکھدیا کہ یہ ابو نعیم کا کلام ہے اب اگر کسی کو ان آثار کے اسناد کا پتہ چل جائے اور سند بھی درست ہو تو ان کا شمار معجزات میں ہو جائے گا ورنہ نہیں ہوگا جیسا کہ سیوطی نے اپنے فتوے میں ان کا شمار معجزات میں نہیں کیا اور اگر ان آثار کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ کسی نے ان کو بنایا ہے اور آپ کی طرف ان کی نسبت بالکل غلط طریقہ پر کی ہے تو پھر یہ موضوعات میں سے ہیں اور اس صورت میں ان کا بیان کرنا اور نقل کرنا ناجائز ہے لیکن موجودہ صورت میں جبکہ نہ تو ان کی صحت کا پتہ ہے اور نہ موضوعیت کا ثبوت ملتا ہے بلکہ عوام میں شہرت یافتہ بات ہے لہٰذا اس کا ذکر بھی اسی طرح پر کر دینے میں مضائقہ نہیں ہے

اس کا خیال رہے یہ مبارک آثار جو صدہا سال سے مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں اور جن کو شاہانِ اسلام نے عزت کے ساتھ محفوظ کر رکھا ہے ہرگز شایانِ استخفاف و توہین نہیں ہیں کیونکہ ان کی نسبت بارگاہِ نبوت کی طرف کی گئی ہے، اس سلسلہ میں ہمارے سامنے علامۂ اجل علاء الدین علی مشہور بہ متقی فرزند حسام الدین مہاجر مکہ مکرمہ متوفی شب سہ شنبہ ۲ جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ کی کتاب "منتخب کنز العمال" ہے جو مسند امام احمد حنبل کے حاشیہ پر مصر کے مطبع میمنیہ میں ۱۳۱۳ھ کو پانچ جلدوں میں چھپی ہے، چوتھی جلد کے صفحہ ۱۵۱ میں یہ روایت ہے۔

"عن جابر قال دخلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ وفی البیت وحول البیت ثلاثمائۃ وستون صنمًا تعبد من دون اللہ. فامر بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبت کلہا لوجوہہا. ثم قال جاء الحقُّ وزہقَ الباطلُ ان الباطلَ کانَ زَہُوقاثم دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البیتَ فصلّی فیہ رکعتین، فرای فیہ تمثال ابراہیم واسماعیل واسحاق، قد جعلوا فی ید ابراہیم الاَزْلَام یستقسم بہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاتلہم اللہ ما کان ابراہیم لیستقسم بالأزلام ثم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزعفران فلطخہ بذلک التماثیل"

حضرتِ جابر سے روایت ہے کہ (فتح مکہ کے دن) ہم مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوئے اور بیت اللہ میں اور اس کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے جن کی

اللہ کے سوا پرستش کی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا، وہ سب کے سب منہ کے بل اوندھے گرے آپ نے فرمایا "آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ، بے شک جھوٹ نکل بھاگنے والا ہے،" پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز وہاں پڑھی آپ نے وہاں (حضرات) ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کے نقوش دیکھے (حضرت) ابراہیم کے ہاتھ میں تیر تھے جس سے فال دیکھی جاتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہلاک کرے ان کو اللہ، ابراہیم تو تیروں سے فال نہیں دیکھا کرتے تھے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زعفران منگائی اور اس سے نقوش کو تھیڑ دیا۔

اس روایت سے یہ بات پوری طرح ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فرضی اور نقلی تصاویر کی توہین نہیں کی، آپ نے ان پر کیچڑ یا گوبر نہیں تھپوائی بلکہ حضرات انبیاء سے نسبت کی وجہ سے آپ نے زعفران سے ان شکلوں کو مٹایا۔

یہ آثار مبارکہ جن کی نسبت صدہا سال سے بارگاہ نبوت کی طرف کی جاتی رہی ہے اگرچہ وہ فی الواقع مصنوعی ہوں۔ لیکن اس نسبتِ مبارکہ کی وجہ سے محترم ہیں ان کی بے ادبی کرنی بڑی گستاخی ہے۔ ھٰذا ما ظھر لی واللہ اعلم۔

دِگر لب وا کُن مظہر فضولی است ۔۔۔ سخن از حاجت افزوں تر فضولی است
زتحریرم غرضِ نشر نیست ۔۔۔ دماغم را ازیں بو ہا خبر نیست
طپیدن واری از دل می نگارم ۔۔۔ اصولِ رقصِ بسمل می نگارم
ہمیں خوں گریم در بزم ساقی است ۔۔۔ دگر از ہر چہ گویم اتفاقی است
خیالِ لن ترانی ھم نہ دارم ۔۔۔ دماغِ قصہ خوانی ہم نہ دارم
دِلے دارم حزینے داد خواہے ۔۔۔ کنوں سر می کنم حرفے و آہے

رسالہ

رحلتِ حبیب

صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

جو کچھ بھی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور رہے گی تمہارے پروردگار ہی کی ذات جو بزرگی اور تعظیم والی ہے۔،

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس کام کے واسطے بھیجا تھا اور وہ کام خوبی کے ساتھ انجام کو پہنچا کہ اسلام کو عظیم فتح حاصل ہوئی اور دین مبین کامل ہوا جو کہ ابتدائے دور سے ناتمام چلا آرہا تھا اور لوگ فوج در فوج دین مبین میں داخل ہوئے اللہ تعالیٰ کا گھر کعبہ معظمہ کفر و شرک کی نجاست سے پاک ہوا، حضرت بلال نے بیت اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر توحید کا نعرہ بلند کیا، کہ

"اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے پیغمبر ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے پیغمبر ہیں آؤ نماز کے لئے، آؤ نماز کے لئے، آؤ فلاح پانے کو، آؤ فلاح پانے کو، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، نہیں ہے اللہ کے سوا کوئی معبود،،

آپ پر سورۂ نصر نازل ہوئی، اس مبارک سورت کو سورۂ تودیع بھی کہتے ہیں۔ یعنی رخصت کرنے والی سورت، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سے اس سورت میں فرماتا ہے

جب اللہ کی مدد پہنچ گئی اور فتح و کامیابی حاصل ہو گئی اور تم نے اللہ کے دین میں فوج در فوج لوگوں کو داخل ہوتے دیکھ لیا، تو اب اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہوئے اس سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔

مُقاتل بیان کرتے ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہ سورت سنائی اس وقت ابوبکر، عمر، سعد بن وقاص بھی تھے سب خوش ہوئے لیکن عباس روئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، اے چچا، کس بات نے تم کو رُلایا، انہوں نے کہا، آپ کو آپ کے انتقال کرنے کی خبر دی گئی ہے، آپ نے فرمایا، بات یہی ہے جو تم کہتے ہو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساٹھ دن بہ حیات رہے اور اس عرصہ میں ہنستے ہوئے یا تبسّم فرماتے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔

اللہ تعالیٰ اس سورت میں اپنے حبیب سے فرماتا ہے اِسْتَغْفِرْہُ یعنی اللہ سے مغفرت طلب کرو اس کا بیان نہیں ہے کہ اپنے واسطے مغفرت طلب کرو یا اپنی امت کے واسطے مغفرت طلب کرو، بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ مغفرت کی طلب آپ کی اپنے واسطے ہے یہ استغفار عاجزی اور بندگی کے اظہار کا ذریعہ ہے اور یہ تَعَبُّدٌ ہے یعنی عبادت ہے اور درجات کے بلند ہونے کا ذریعہ ہے۔

اور بعض بلند مراتب علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمَّت کو آگاہ کیا ہے کہ وہ استغفار کرنے میں کوتاہی اور غفلت نہ کرے وہ دیکھے کہ اللہ اپنے حبیب سے استغفار کرنے کو کہہ رہا ہے اور بعض علماء اعلام نے فرمایا ہے کہ اللہ سے مغفرت اپنی امت کے واسطے طلب کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ بکثرت پڑھتے دیکھا، میں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا میرے رب نے مجھ کو خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک آیت اور نشانی دیکھوں گا اور جب وہ آیت دیکھ لوں تو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ بکثرت پڑھوں، چونکہ میں نے وہ آیت دیکھ لی کہ اللہ کی مدد پہنچی اور مکہ فتح ہوا اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے تو اب میں اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اسی سے مغفرت کا طالب ہوتا ہوں بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔

اب جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتمام نعمت ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اَبُوْمُوَیْہِبَہ سے روایت ہے کہ ماہ صفر ۱۱ھ ہجری کی آخری تاریخوں میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلا کر فرمایا اے اَبُوْمُوَیْہِبَہ مجھ کو حکم ملا ہے کہ میں اَہْلِ بَقِیع کے واسطے دعا کروں تم میرے ساتھ چلو، چنانچہ میں آپ کے ساتھ گیا

بقیع پہنچکر آپ نے اہلِ قبور پر سلام پڑھا اور ان کے واسطے دعائے مغفرت فرمائی پھر مجھ سے ارشاد کیا کہ مجھ پر دو باتیں پیش کی گئیں اور مجھ کو اختیار دیا گیا کہ ان دو باتوں میں سے جس کو چاہوں پسند کر لوں ایک دنیا کا قیام اور اس کے خزانوں کی کنجیاں، دوسرے جنت اور اللہ کا لقار، اَبُو مُوَیہبہ کہتے ہیں یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں پہلے آپ دنیا کا قیام اور اس کے خزانوں کی کنجیاں پسند فرمالیں اور پھر جنت کا قیام اور لقائے الٰہی کو اختیار کریں آپ نے ارشاد کیا، نہیں اے ابو موہبہ میں نے اللہ کا لقا اور اس کی جنت کو پسند کر لیا ہے، پھر آپ نے اہلِ بقیع کے واسطے دعائے مغفرت فرمائی اور گھر تشریف لے آئے اور اس کے بعد آپ کو وہ مرض لاحق ہوا جس میں آپ نے رحلت فرمائی۔

ان ہی ایام میں آپ نے اُسامہ فرزند زید بن حارثہ کو ایک نیزے پر کپڑا باندھکر بیرق بنا کر عنایت کیا اور ارشاد کیا جاؤ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، ابوبکر، عمر، عثمان اور دوسرے اکابر صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اُسامہ کے ساتھ ان کی فوج میں جائیں۔

ماہ ربیع الاوّل کی دس تاریخ تھی آپ کے بخار اور درد سر میں غلبہ ہوا، گیارہ کو اسامہ رخصت لینے حاضر ہوئے مرض کی شدت کی وجہ سے آپ کو کلام فرمانے کی طاقت نہ تھی آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاکر دعا فرمائی اُسامہ رات کو جا کر لشکر میں مقیم ہوئے۔ پھر بارہ تاریخ کی صبح کو آستانۂ علیا پر حاضر ہوئے اس وقت آپ کے مرض میں فی الجملہ تخفیف تھی آپ نے اُسامہ کو دعا دے کر رخصت فرمایا کہ جاؤ اللہ کی برکت کے ساتھ جہاد کرو، اسامہ رخصت ہو کر لشکر گاہ گئے اور کوچ کی تیاری میں مصروف ہوئے ابھی وہ تیاری کر رہے تھے اور کوچ کرنے کو تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ اپنی فوج کو لے کر روانہ ہو چکے تھے کہ ان کی والدہ اُمِّ اَیمن نے ان کو خبر بھیجی کہ مزاج اشرف علیل ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خبر اُسامہ کی بیوی فاطمہ بنت قیس نے بھیجی تھی، اس خبر کے پہنچتے ہی اسامہ اپنی فوج کو لے کر لوٹ آئے، اور جلیل القدر اصحاب نے مراجعت فرمائی۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود سے اپنے انتقال کی خبر فرمادی تھی، آپنے فرمایا تھا ہر سال رمضان شریف میں قرآن مجید کا ایک دَور جبریل میرے ساتھ کیا کرتے تھے لیکن اب کے سال دو مرتبہ دَور کیا ہے معلوم ہوتا ہے اس جہان سے عنقریب انتقال کروں گا اور آپ نے علی سے فرمایا تھا کہ اللہ نے مجھ کو دُنیوی اور اُخروی حیات میں مُخیّر کیا، میں نے لقاءِ الٰہی اور اُخروی حیات کو اختیار کر لیا۔

ایک روایت میں ہے بدھ کے دن آپ عباس اور علی پر تکیہ فرما کے مسجد شریف میں تشریف لیگئے

آپ نے اللہ کی ثنا اور صفت بیان فرمائی اور ارشاد کیا، اے لوگو، میں عنقریب اس دنیا سے سفر کرنے والا ہوں اگر کسی کا کوئی حق میرے ذمہ ہے وہ کہدے۔ ایک شخص نے عرض کیا آپ نے تین اَوقیہ مجھ کو دینے کا وعدہ فرمایا تھا، آپ نے اس شخص کو تین اَوقیہ دلوادیئے، پھر آپ جمعہ کو مسجد شریف میں رونق افروز ہوئے آپ نے خطبہ پڑھا، احکام شریعہ کی تبلیغ فرمائی اس دن آپ بی بی میمونہ کے گھر تشریف لے گئے وہاں مرض نے شدت اختیار کی، آپ نے دریافت فرمایا میں کل کہاں ہوں گا، ازواج مطہرات نے آپ کی مرضی ملاحظہ کر کے عرض کیا کہ آپ بی بی عائشہ کے گھر قیام فرمائیں چنانچہ آپ نے بی بی عائشہ کے گھر تشریف لے جاکر بسترِ ناتوانی پر استراحت فرمائی ؎

گرے بس فرشِ رنجوری پہ اک بار
طبیب جاں ہوئے ہائے یوں بیمار

ابو بکر نے تیمار داری کا شرف حاصل کرنے کے لئے عرض کیا، ارشاد ہوا یہ اَمر ازواج پر شاق ہوگا آپ مرض کی شدت کی وجہ سے بے قرار تھے، بی بی عائشہ نے عرض کیا، اگر یہ حالت ہم میں سے کسی کی ہو تو اس کا کیا حال ہو، آپ نے فرمایا اَے حَبِیبَہ یہ سخت مرض ہے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں پر سخت بلا نازل فرماتا ہے اور اس کے عوض میں بڑے بڑے مراتب عنایت کرتا ہے ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ایامِ مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے آپ نے ارشاد کیا اللہ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت میں اختیار دیا ہے جس کو چاہے اختیار کرے، اس بندے نے اللہ کے لقا کو اختیار کرلیا ہے، یہ سن کر ابو بکر رونے لگے اور کہنے لگے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ابو بکر پر ہم سب کو تعجب ہوا کہ آپ تو اللہ کے کسی بندے کا ذکر فرمارہے ہیں اور یہ رو رہے ہیں اور بیقرار ہو رہے ہیں لیکن بعد میں ہم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور ہم کو معلوم ہوگیا کہ ابو بکر ہم سب سے زیادہ سمجھدار اور فہیم تھے کیونکہ اللہ کے جس بندے کا آپ نے ذکر فرمایا تھا وہ آپ ہی کی ذاتِ بابرکات تھی۔

دورانِ مرض میں آپ نے ایک دن امّ الدّرداء سے دریافت فرمایا میرے مرض کو لوگ کیا تشخیص کرتے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا، ذَاتُ الجَنب بتاتے ہیں آپ نے فرمایا ان کی تشخیص درست نہیں، یہ مرض اس زہر کا اثر ہے جو گوشت میں ملاکر خیبر میں ایک یہودیہ نے مجھ کو کھلایا تھا، آپ پر اس زہر کا اثر مرض وفات میں ظاہر ہوا تاکہ آپ کو درجۂ شہادت بھی حاصل ہوجائے۔

ابو سعید خدری کہتے ہیں علالت کے دوران میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ چادر اوڑھے لیٹے تھے حرارت معلوم کرنے کی غرض سے میں نے چادر کے اوپر سے آپ کے جسم شریف پر ہاتھ رکھا، تپ کی گرمی اس قدر تھی کہ میرا ہاتھ جل گیا۔

ایام مرض میں آپ نے ایک دن حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کے کان میں کچھ فرمایا وہ رونے لگیں پھر آپ نے کچھ فرمایا جس کو سن کر وہ خوش ہوگئیں، آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا کہ عنقریب تم سے رخصت ہونے والا ہوں اور دوسری مرتبہ فرمایا تھا کہ تم بہت جلد مجھ سے آکر ملو گی چنانچہ آپ کی رحلت فرمانے کے چھ ماہ بعد بی بی فاطمہ کا انتقال ہوا۔

انس کہتے ہیں جب آپ کا مرض شدید ہوا اور آپ بے ہوش ہونے لگے تو بی بی فاطمہ نے کہا افسوس میرے باپ پر کیسی سختی ہے، آپ نے فرمایا اس دن کے بعد تیرے باپ پر سختی نہ ہوگی۔

بیماری میں بلال آپ کو نماز کی اطلاع دیا کرتے تھے اور آپ تشریف لے جاکر نماز پڑھاتے تھے جب آپ کا مرض شدید ہوا آخر کے تین دن آپ مسجد شریف نہ جاسکے، آپ نے بلال سے جبکہ وہ عشاء کی نماز کی اطلاع دینے آئے فرمایا۔ اب آنے کی طاقت نہیں ہے، ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں بی بی عائشہ نے عرض کیا ابوبکر دل کے نرم ہیں آپ کی جگہ پر کھڑے نہ ہوسکیں گے ارشاد ہو تاکہ عمر نماز پڑھائیں آپ نے ناراض ہوکر فرمایا، ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں، بلال روتے ہوئے گئے اور ابوبکر کو آپ کا حکم سنایا، ابوبکر نے سترہ نمازیں آپ کے مرض میں پڑھائیں اِمَامتِ صُغریٰ اِمَامتِ کُبریٰ پر دلیل ہے آپ نے اپنی حیات میں ابوبکر کو نماز میں اپنا قائمقام کیا یہ ابوبکر کی خلافت پر کھلی دلیل ہے۔

ایک حدیث میں بھی صاف طور پر ابوبکر کی خلافت کا ذکر آیا ہے اس حدیث کو ابونعیم نے فضائلِ صحابہ میں خطیب نے تلخیص کے تتمہ میں اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے، یہ حدیث سعید البیان اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے، اس کا ترجمہ اس طرح پر ہے۔

جب سورہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ نازل ہوئی تو عبّاس نے علی سے کہا میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو تاکہ آپ سے خلافت کے بارے میں دریافت کرلیں اگر خلافت ہمارا حق ہو تو معلوم ہوجائے اور آپ کے بعد قریش ہم سے کسی قسم کا جھگڑا نہ کریں اور اگر کسی دوسرے کا حق ہو تو پھر ہم آپ سے عرض کریں تاکہ آپ اس شخص کو ہمارے بارے میں بھلائی کرنے کی وَصِیّت فرمادیں۔ عباس کہتے ہیں علی نے جانے سے انکار کیا اور میں پوشیدہ طور پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور خلافت کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالےٰ نے ابوبکر کو میرا خلیفہ اور اپنے دین کا وَصِی مقرر کیا ہے وہ میرے خلیفہ ہوں گے تم ان کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا ہدایت اور فلاح پاؤگے۔ اور ان کی پیروی اور اتباع کرنا صراط مستقیم اور نہج قویم پر ثابت رہوگے۔
اس حدیث کو روایت کرکے عبداللہ بن عباس کہتے ہیں جب آپ کی وفات کے بعد

عرب میں ارتداد کی وبا پھیلی تو اس وقت سوائے عباس کے کسی نے بھی ابو بکر کی رائے کی تائید نہ کی اور نہ عباس کی طرح کسی دوسرے نے ان کی مدد کی نہ اس حال میں عباس کی طرح کسی نے ان کی معاونت کی، اللہ کی قسم ہے کہ تمام اہلِ زمین کی عقل اور دور اندیشی ان دونوں کی عقل اور دور اندیشی کے برابر نہ تھی بلکہ ان دونوں کی عقل اور دور اندیشی سب سے زائد تھی۔ انتہیٰ۔

مرض کی شدت کے ایام میں جبریل نے آکر عرض کیا کہ جناب الٰہی نے مزاج اقدس پوچھا ہے فرمایا نہایت علیل ہے اسی طرح دوسرے دن جبریل مزاج پرسی کرنے آئے تیسرے دن ان کے ساتھ اسماعیل اور عزرائیل بھی حاضر ہوئے، جبریل نے مزاج پرسی کے بعد عرض کیا، عزرائیل در اقدس پر حاضر ہے آنے کی اجازت طلب کرتا ہے اس نے آج سے پہلے کسی سے بھی اجازت طلب نہیں کی ہے اور نہ آج کے بعد وہ کسی سے اجازت طلب کرے گا، آپ نے اجازت عطا فرمائی، ملک الموت نے حاضر ہو کر تحیہ سلام کا ادا کر کے عرض کیا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کا فرمانبردار کیا ہے، اگر آپ کی رائے عالی ہو تو آپ کی روح مبارک کو قبض کر کے عالم بالا کو پہنچا دوں اور اگر آپ فرمائیں تو مراجعت کروں، آپ نے جبریل کی طرف دیکھا جبریل نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کی لقائے عالم آرائے کا مشتاق ہے یہ سن کر آپ نے عزرائیل سے فرمایا جس کام کا تم کو حکم ملا ہے اس کو بجا لاؤ، ملک الموت روح قبض کرنے میں مشغول ہوئے سَکَرَاتِ مَوت کی وجہ سے چہرۂ نازنین کا رنگ کبھی سرخ اور کبھی زرد ہوتا تھا اور جَبِینِ مُبِین پر پسینہ آتا تھا۔

بی بی عائشہ کہتی ہیں وفات شریف کے قریب میرے بھائی عبد الرحمٰن حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں آپ کو سہارا دئے بیٹھی تھی میں نے دیکھا کہ آپ مسواک کو دیکھ رہے ہیں میں نے عرض کیا، کیا آپ کو مسواک دوں، آپ نے اشارہ سے ہاں فرمایا۔ میں نے بھائی سے مسواک لے کر آپ کو دی وہ سخت تھی، آپ کو اس کے استعمال کرنے میں دشواری ہوئی میں نے آپ سے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے نرم کی اور پھر آپ کو پیش کی آپ نے اس کو استعمال فرمایا، پھر آپ نے لگن میں جو پانی سے بھرا آپ کے پاس رکھا تھا اپنے دونوں ہاتھ ڈال کر ارشاد کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ موت کی تکلیفیں ہیں پھر آپ نے مبارک ہاتھ اٹھا کر فرمایا میں نے رفیقِ اعلیٰ کو اختیار کیا اس کے بعد آپ کا دستِ مبارک جھک گیا اور آپ نے انتقال فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

فَاِنْ قَالَ لِیْ مُتْ مُتُّ سَمْعًا وَطَاعَةً
وَقُلْتُ لِدَاعِی الْمَوْتِ اَھْلًا وَّمَرْحَبًا

یعنی اگر وہ مجھ سے فرمائے مرجا میں فرماں برداری اور اطاعت گزاری کرتے ہوئے مرجاؤں گا

اور میں ملک الموت کو ان کرنے پر اچھے آئے اور خوش آمدید کہوں گا ؎

جنازہ دوش پر اپنے وہ رکھکر لے چلا میرا
گماں ہے تختۂ تابوت پر تختِ سلیماں کا

اس وقت بی بی فاطمہ نے کہا، اے میرے باپ بہشتِ بریں تمہاری جگہ ہوائے میرے باپ اللہ تعالیٰ نے تم کو بلایا اور تم اللہ کے پاس چلے گئے۔

منگر کہ دلِ ابن یمیں پر خوں شد
مصحف بہ کف و پا بہ رہ و دیدہ بدست

بنگر کہ ازیں سرائے فانی چوں شد
با پیکِ اجل خندہ زناں بیروں شد

صحابہ اس حادثۂ جاں گداز سے مسلوبُ الحواس ہو گئے۔ عمر نے اپنی تلوار نیام سے نکال کر کہنا شروع کیا جو کوئی کہے گا کہ حضرت نے رحلت فرمائی میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔

قسطلانی ابن منیر سے لکھتے ہیں کہ آپ کے انتقال سے صحابہ کی عقلوں میں خلل آ گیا بعض پر جنون کی کیفیت طاری ہو گئی انہی میں سے ایک عمر تھے اور بعض بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے وہ کھڑے نہ ہو سکتے تھے ان ہی میں سے ایک علی تھے۔ بعض کی قوت گویائی سلب ہو گئی تھی وہ چلتے پھرتے تھے لیکن بات نہ کر سکتے تھے، ان ہی میں سے ایک عثمان تھے بعض بیمار پڑ گئے۔ ان ہی میں سے ایک عبداللہ بن انیس تھے جو ایسے بیمار پڑے کہ شدت رنج و غم سے جاں بر نہ ہو سکے اور انتقال کر گئے سب سے مستقیم ابو بکر تھے ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں وہ آہوں پر آہیں بھر رہے تھے وہ حزن و ملال کے گھونٹ پر گھونٹ پی رہے تھے وہ حجرۂ شریفۂ نبوی میں داخل ہوئے وہ آپ کے جسدِ اطہر پر جھکے اور انھوں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر سے کپڑا ہٹا کر کہا۔ آپ حیات اور ممات میں پاکیزہ رہے آپ کی وفات ہونے سے وہ شئے منقطع ہو گئی۔ جو آپ کے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کی وفات پر منقطع نہیں ہوئی تھی۔ یعنی آپ کی وفات سے نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا، آپ ہر تعریف سے بالاتر ہیں اور ہر رونے سے بلند تر ہیں اگر آپ کی موت اختیاری ہوتی ہم اپنی جانوں کو آپ کی وفات پر قربان کر دیتے یا محمدا اپنے پروردگار کے پاس ہم کو یاد رکھو اور ہمارا خیال آپ کو رہے۔

چو محفل بستہ با عزم سفر جاناں بروں آمد
بہ ہمراہیِ او صد کارواں جاں بر دل آمد

پھر ابو بکر حجرۂ شریفہ سے باہر آئے انھوں نے عمر کو نصیحت کی اور کہا اے عمر کیا تم اس آیت شریفہ کو بھول گئے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ یعنی اے پیغمبر یقیناً تم کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

بخاری کی روایت اس طرح پر ہے کہ ابو بکر نے عمر سے بیٹھنے کو کہا وہ نہ بیٹھے لوگ عمر کو چھوڑ کر

ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے، ابو بکر نے حمد و ثنا اور سلام و درود کے بعد کہا تم میں سے جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا تو محمد یقیناً انتقال فرما گئے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ اور نہ مرنے والا ہے اور پھر آپ نے یہ آیتِ شریفہ پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ یعنی محمد تو اللہ کے رسول ہیں۔ یقیناً ان سے پہلے بہت سے رسول گزرے ہیں اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو کیا تم اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھرے گا یعنی اپنے پہلے دین کو اختیار کرے گا وہ اللہ جل شانہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائے گا اور قریب ہے اللہ شکر کرنے والوں کو اجر عنایت کرے گا، ابو بکر سے اس آیت کو سن کر سب کو ہوش آیا اور ان کو اس آیت کا دھیان ہوا۔

عمر کہتے ہیں اس آیت کو سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی شک اور شبہ کے رحلت کر گئے ہیں اس کے بعد میں اہلِ بیت کے پاس تعزیت کے واسطے گیا اور میں نے ان سے کہا کہ غسل کا سامان کرو۔

اہلِ بیت نے غسل کی تیاری کی اس وقت غیب سے آواز آئی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، یعنی اے اہل بیت تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور پورا پورا اجر تم کو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا یہ سن کر علی نے کہا خضر علیہ السلام تعزیت دے رہے ہیں۔

اس کے بعد عباس اور ان کے دو فرزند قثم، فضل اور علی اور اسامہ اُمِّ ایمن اور زید بن حارثہ کے فرزند اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام شقران نے آپ کو غسل دیا، کفن پہنایا، اور کفن کو خوشبودار کیا، پھر آپ کو حجرۂ شریفہ میں رکھکر سب باہر چلے گئے کیونکہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو تجہیز و تکفین کے بعد حجرہ میں اکیلا چھوڑ دینا پہلے پروردگار میرے جنازہ کی نماز پڑھے گا پھر جبریل باقی ملائکہ کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور پھر تم نماز پڑھنا۔

من مردہ و دوست در نمازم

سبحان اللہ بخود بنازم

ایک گھڑی کے بعد غیب سے آواز آئی، اندر آؤ، اور نماز پڑھو چنانچہ ایک ایک شخص اندر جاتا تھا اور نماز پڑھکر باہر آتا تھا دو دن تک صحابہ نماز پڑھتے رہے سب نے الگ الگ نماز پڑھی جماعت

سے نماز نہیں ہوئی۔

شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کسی نے علی مرتضیٰ سے ان کے حافظہ کا سبب دریافت کیا آپ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل شریف دینے کے بعد جو پانی آپ کی پلکوں میں جمع ہو گیا تھا میں نے اس کو پی لیا یہ برکت اسی کی ہے۔

چاشت کے وقت، پیر کے دن، بارہ ماہ ربیع الاول سن گیارہ ہجری کو پورے ترسیٹھ سال کی عمر میں سرورِ کائنات افضلِ مخلوقات حبیبِ خدا رسولِ کبریا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دارِ پُرملال سے انتقال فرمایا اور بدھ کے دن تیرہ ماہ ربیع الاول کو عائشہ صدیقہ کے حجرہ شریفہ میں آپ کے جسدِ اطہر کو سپردِ خاکِ پاک کیا، آپ کی قبر مبارک بغلی تھی، ابو طلحہ زید بن سہل انصاری نے قبر مبارک کھودی تھی اور لحد شریف بنائی تھی قبر شریف میں آپ کو عباس اور ان کے ہر دو فرزند قثم اور فضل اور علی نے اتارا سب سے آخر میں لحد شریف میں کچی اینٹیں لگا کر قثم باہر آئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رفتے کہ چو آفتاب یکتا باشی | در پرتوِ خویش عالم آرا باشی
ناشاد گروہے کہ تو زانجا بروی | آباد دیارے کہ تو آں جا باشی

سیوطی نے طبرانی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے اے لوگو، اگر میرے بعد تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے وہ میری جدائی کی مصیبت کو یاد کر کے اپنی پیش آمدہ مصیبت سے تسلی حاصل کرے کیونکہ میری امت کے لئے میری جدائی کی مصیبت سے بڑھکر کوئی مصیبت نہیں ہے اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

ابو الجوزار اوس بن عبد اللہ ربعی بصری تابعی کہتے ہیں، آپ کی رحلت کے بعد مدینہ منورہ میں اگر کسی کو کوئی صدمہ پہنچتا تھا تو اس کے عزیز اور اقربا مصافحہ کرنے کے بعد اس سے کہتے تھے اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈرو اور صبر کرو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے اچھا نمونہ اور بہتر مثال ہیں ؎

اِصْبِرْ لِكُلِّ مُصِيبَةٍ وَتَجَلَّدِ | وَاعْلَمْ بِاَنَّ الْمَرْءَ غَيْرُ مُخَلَّدِ
وَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ الْكِرَامُ فَاِنَّهَا | نُوَبٌ تَنُوبُ الْيَوْمَ تُكْشَفُ فِي غَدِ
وَاِذَا اَتَتْكَ مُصِيبَةٌ تَشْجٰى بِهَا | فَاذْكُرْ مُصَابَكَ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدِ

یعنی مصیبت واقع ہونے پر صبر سے کام لو، اپنے میں قوتِ برداشت پیدا کرو اور خوب سمجھ لو کہ آدمی پائدار نہیں ہے، مصیبت پڑنے پر گرامی قدر اشخاص کی طرح صبر اور ضبط سے کام لو کیونکہ نوبت بہ نوبت مصیبت ہر ایک پر آتی ہے آج آئی اور کل گئی، جس وقت تم پر کوئی مصیبت واقع ہو

جس سے تم کو رنج اور ملال پہنچے تو اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحۂ الیمہ کو یاد کرلو۔
جب تک آپ کے جسد شریف کو خاکِ پاک کے سپرد نہیں کیا تھا حضرت بلال بن رباح مؤذنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر اذان دیتے رہے جس وقت وہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتے تھے صحابہ بے اختیار ہوجاتے تھے ان کے رونے سے مسجد شریف گونج اٹھتی تھی لیکن جب آپ کا جسد شریف حضرت بلال کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا اور ان کا بام سبر لبریز ہوگیا اور ان کو اذان دینے کی تاب نہ رہی پھر انھوں نے اذان نہ دی، یقیناً احباب کی جدائی سے حیات تلخ ہوجاتی ہے پھر ایسے حبیب کے فراق کا کیا کہنا جس کی رُوئیت حیاتِ اُولِی الْاَلْبَاب تھی صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ۔

حضرت عمر کو جب ہوش آیا اور ان کو یقین ہوگیا کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں تو انھوں نے رو کر کہنا شروع کیا، یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کھجور کا وہ تنہ جس کا سہارا لے کر آپ خطبہ پڑھتے تھے اور جب لوگ زیادہ ہونے لگے اور آپ نے منبر بنوایا تاکہ سب آپ کا خطبہ سن سکیں اور کھجور کے اس تنہ سے آپ کی دُوری واقع ہوئی وہ آپ کے فراق کی تاب نہ لاسکا اور رودیا یہاں تک کہ آپ کے دستِ مبارک نے اس کو خاموش کیا، آپ کی اُمّت بہ نسبت اس کھجور کے تنہ کے زیادہ حقدار ہے کہ آپ کے فراق میں روئے یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا عالی قدر ہے کہ باوجود سب انبیاء کے بعد آپ کو بھیجنے کے آپ کا ذکر سب سے پہلے کیا ہے وہ فرماتا ہے۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ (الآیۃ) یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ کے نزدیک اتنی زیادہ ہے کہ اہلِ نار دوزخ کے اَطباق میں تمنا کریں گے کہ انھوں نے آپ کی اطاعت کی ہوتی وہ عذاب کی حالت میں کہیں گے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور اللہ کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کی رحلت فرمانے پر کہا۔

وَدَعْنَا الْوَحْیُ اِذْ وَلَّیْتَ عَنَّا	فَوَدَّعَنَا مِنَ اللّٰہِ الْكَلَامُ
سِوٰی مَا قَدْ تَرَكْتَ لَنَا رَهِیْنًا	تَضَمَّنَهُ الْقَرَاطِیْسُ الْكِرَامُ

یعنی جب آپ ہم کو چھوڑ کر تشریف لے گئے ہم نے اللہ کے وحی کو الوداع کہی اور اللہ کے کلام نے ہم کو الوداع کہی بجز اس کلام پاک کے جس کو آپ ہمارے پاس چھوڑ گئے ہیں اور وہ مبارک کاغذوں پر جو لکھا ہوا ہے۔
آپ کو سپرد خاک کرنے کے بعد قبر شریف میں مٹی ڈالی، قبر شریف زمین سے ایک بالشت بلند

رکھی گئی، حضرت بلال نے مشکیزہ سے پانی چھڑکا، ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے سرہانے کی طرف سے ابتدا کی اور سرخ و سفید کنکریاں قبر شریف پر پھیلا دیں۔

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِی التُّرْبِ اَعْظُمُهٗ	فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ
نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُهٗ	فِیْهِ الْعَفَافُ وَفِیْهِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

یعنی اے بہتر اُن سب سے جن کے اجساد شریفہ خاک میں مدفون ہوئے ہیں اور ان کی خوشبو سے جنگل اور پہاڑ مہک گئے ہیں میری جان اس پاک قبر پر فدا ہو جس میں آپ سکونت فرما ہیں اسی قبر شریف میں پرہیز گاری ہے اور اسی میں جُود اور کرم ہے " جب صحابہ آپ کو دفن کر چکے تو بی بی فاطمہ مزار شریف پر تشریف لائیں انھوں نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا، تمہارے دلوں نے کس طرح گوارا کیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالی، آپ کے رنج و الم کا اندازہ لگاتے ہوئے اور آپ کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے صحابہ بالکل خاموش رہے لیکن لسانِ حال سے عرض کر رہے تھے کس بدبخت کو گوارا تھا کہ آپ پر خاک ڈالے لیکن اللہ کے حکم سے کسی کو چارہ نہیں، مجبوراً وہ کرنا پڑا جو کسی کو گوارا نہ تھا۔ پھر بی بی فاطمہ نے ذرا سی خاک پاک اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگائی اور اس وقت آپ نے یہ دو شعر پڑھے۔

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدٍ	اَنْ لَا یَشَمَّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا
صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا	صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

یعنی جو شخص حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقدِ اطہر کی پاک مٹی کو سونگھ لے اس کو پھر عمر بھر کسی اعلیٰ خوشبو سونگھنے کی ضرورت نہیں ہے مجھ پر ایسے آلام اور مصائب توڑے گئے ہیں اگر ایسے آلام اور مصائب روز ہائے روشن پر توڑے جاتے تو وہ اندھیری راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

حضرت بی بی فاطمہ آپ کے بعد صرف چھ ماہ حیات رہیں اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی وہ نہ ہنسیں، عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت فرمانے کے بعد سے حضرت ابوبکر کا جسم گھلتا رہا یہاں تک کہ آپ ہی کے حُزن و غم میں ان کا انتقال ہوا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ کی اونٹنی جس کا نام عضباء تھا اور جو آپ سے کلام کیا کرتی تھی دردِ مفارقت کی تاب نہ لا سکی اس نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا یہاں تک کہ مر گئی ؎

در ہجر تو صبر ناشکیبا شدہ است	بے روئے تو شہر رو بصحرا شدہ است
تنہا نہ منم کہ بے تو تنہا شدہ ام	یک شہر ز رفتنِ تو تنہا شدہ است

انس کہتے ہیں مدینہ منورہ میں کوئی دن روشن تر اس دن سے نہ تھا جس دن آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور کوئی دن اس دن سے زیادہ بے نور نہ تھا جس دن کہ آپ نے اس جہاں سے انتقال فرمایا ہے۔

معارج النبوہ میں لکھا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر آپ کی رائے عالی ہو تو آپ کے مدفنِ فیضِ مخزن کو روضۂ رضواں میں ترتیب دیا جائے اور اگر آپ چاہیں تو زاویۂ خاک میں استراحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، دل نہیں چاہتا کہ اُمت کو چھوڑ کر باغِ رضواں کو چلا جاؤں جب تک میں اپنی امت میں رہوں گا وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ یعنی جب تک آپ ان میں رہیں گے یہ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

خیالِ امت کی راحت کا دمِ رحلت بھی ان کو ہے
یہ ہے الطاف بے پایاں عنایت اس کو کہتے ہیں

خصائصِ کبریٰ میں سیوطی نے لکھا ہے وہ خاک پاک جو آپ کے جسدِ اشرف سے لگی ہوئی ہے وہ کعبۂ معظمہ اور عرشِ بریں سے بھی افضل ہے۔

امامِ اہلِ دینی یا محمدؐ — سراج المرسلینی یا محمدؐ
بہ درگاہت نیازِ اہلِ عالم — تو بے شک نازنینی یا محمدؐ
طوافت می کنند اہلِ سماوات — تو بر روئے زمینی یا محمدؐ

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى سَيِّدِنَا وَشَفِيْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

تعالی اللہ زہے شانِ محمد ﷺ — خدا خود ہے ثناخوانِ محمد

یا قدوس

نظمِ شمائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محفلِ میلادِ شریف کے آداب

ادب سے ذرا بیٹھو اب سر جھکا کے — فضائل سنو دل سے خیر الوریٰ کے
یہ محفل ہے میلاد کی تم یہاں سے — خدا کی رضا لے کے جاؤ کما کے
محبت کا جذبہ کرو دل میں پیدا — رہے چشم تر ذکر میں مصطفیٰ کے
سنو نام نامی کرو نذر تحفے — مزے خوب لے لے کے صلِّ علیٰ کے
یہ آداب اس مجلسِ پاک کے ہیں — سنو دل سے غفلت کے پردے ہٹا کے

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض فضائل کا بیان

سمجھتے ہو کچھ مرتبہ ان کا کیا ہے — رسولِ مکرم ہیں وہ کبریا کے
وہ بے شک ہیں عالم کُن فکاں[1] میں — ہیں مرکز وہی دائرے[2] میں قضا کے
فلک پر رسالت کے وہ مہرِ تاباں — درخشندہ کوکب وہی اصطفا کے
اگر وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا — خدائی عیاں دم سے ہے حق نما کے
خدائی کو اپنی کیا اس نے ظاہر — کہ انوار ظاہر ہوں بدر الدجیٰ کے
تمنا رہی ہے سدا انبیا کو — کہ ہم ہوتے پیرو نبی الہدیٰ کے
یہ ہم پر خدا کی عنایت ہے کیسی — غلاموں کی صف میں کیا مہ لقا کے
کریں جتنا بھی شکر مولیٰ کا کم ہے — کرم[3] بے بہا ہے بغیر امترا[4] کے

[1] عالم کن فکان یعنی عالم آفرینش۔ [2] دائرے میں یعنی قضا و قدر کے دائرے میں محور ہیں۔
[3] بے بہا یعنی انمول جس کی کوئی قیمت نہ لگا سکے [4] بغیر امترا یعنی بلاشک۔

آپ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے ازسرِ نو جنت کو سجایا۔ ہم کو چاہیئے کہ ہم آپ کے یوم ولادت شریف کو عید کا دن سمجھیں۔ مولود شریف کی محفل کو بتیوں اور پھولوں سے آراستہ اور پیراستہ کریں اور آپ کا ذکر شریف کرکے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کریں اور آپ کے احترام اور محبت میں قیام کریں۔

فرشتے بھی جنت کو اعزاز میں جب — سجائیں شہِ[۱] بزم قالوا بلیٰ کے
ہماری زبان پر ہو پھر کیوں نہ جاری — ترانے مسرت سے یامرحبا[۲] کے
کریں منعقد کیوں نہ ہم بھی محافل — پڑھیں کیوں نہ مولود خوشیاں منا کے
سجاوٹ کریں کیوں نہ گلہائے تر سے — جلائیں نہ کیوں قمقمے[۳] کہربا کے
کھڑے کیوں نہ ہوں آپ کا ذکر سن کر — محبت سے کچھ اپنے آنسو گرا کے

نصیحت

نصیحت سنو کان کھولو خدارا — نہ تم آؤ کہنے میں ماو شما کے
محمدؐ کی الفت ہے سرمایہ دیں کا — حفاظت سے رکھو دلوں میں دبا کے
نصیبے کا اچھا وہی ہے عزیزو — جو ایماں کی دولت کو رکھے بڑھا کے
زیاں کارِ[۴] عقبیٰ ہیں جانو اسی کو — گیا جو بھی دنیا سے دولت گنوا کے
تقرب کرو اپنے مولیٰ سے حاصل — نبی کی محبت کے گن زید گا کے

اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں کس محبت سے آپ کو یاد کرتا ہے اور آپ کے اوصافِ اعلیٰ بیان کرتا ہے اور تمام انبیاء سے عہد لیتا ہے کہ ان میں جو آپ کے زمانہ کو پائے وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ اپنی امت کے واسطے براق کا انتظام فرما کے بہشت بریں پہنچانے کا بندوبست فرماتے ہیں۔

۱ شہ بزم الخ میثاقِ ازل کی طرف اشارہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کی ارواح کو جمع کر کے اپنی خدائی کا اقرار لیا، سورہ اعراف آیت ۱۷۲ میں کہتا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ، آپ اس محفل کے سردار تھے ۲ یامرحبا کلمہ تحسین ہے جو خوشی کے وقت کہا جاتا ہے ۳ قمقمہ بمعنی بتی اور کہربا بمعنی بجلی یعنی بجلی کی کپیاں ۴ زیاں کار یعنی نقصان والا۔

ذرا چشمِ حق بیں سے مصحف اٹھا کے
فضائل تو دیکھو شہِ دوسرا کے

خدا ان کی تعریف کرتا ہے کیا کیا
وہ الفاظ لاتا ہے کیسے ثنا کے

تلاوت کرو فتح و نجم و قمر کی
معانی کو سمجھو ذرا والضحیٰ کے

پڑھو سورۂ نون و اَسریٰ و نشرح
لَعَمرُکَ[1] بھی اشکِ محبت لٹا کے

نرالی قسم ہے یہ اللہ اکبر
مری جاں ہو قرباں اُس دلربا کے

لیا عہد[2] سب انبیا سے کہ تم بس
جو پائے زمانے کو اُس مرتضیٰ کے

وہ ایمان لائے پڑھے اُن کا کلمہ
وہ رہبر ہیں بیشک ہر اک مقتدا کے

رؤفی رحیمی[3] کا پہنا کے خلعت
زمانے میں بھیجا ہے رحمت بنا کے

یہ رحمت خدا کی وہ رحمت نبی کی
مٹے سارے افکار روزِ جزا کے

یہ رحمت کے دریا شفاعت کی موجیں
نہ لے جائیں عصیاں کو کیونکر بہا کے

بُراق اپنی امت کو محشر میں دے کر
سوئے خلد بھیجیں گے اس پر بٹھا کے

معراج شریف کا بیان

وہ معراج کی شب وہ سیرِ عجائب
وہ اک ساتھ جانا شدید القویٰ[4] کے

وہ اَسریٰ بعبدہٖ سے اسرارِ پنہاں
اُفق پر نمایاں ہوئے فاستویٰ[5] کے

براق ان کو تھا سواری میں شہ کی
سفر لامکاں کا ہوا بے عنا[6] کے

چلا ہے کہ جس دم تو رفتار جیسے
اڑے دوش پر کوئی برق و ہوا کے

ہوا برق کیا ہے وہ اک آن ہی میں
قریب ہو گیا سدرۃ المنتہیٰ کے

ادب سے کیا عرض روح الامیں نے
کریں آپ نظارے اب ماوریٰ[7] کے

[1] لَعَمرُکَ اِنَّہُمْ فِی سَکْرَتِہِمْ یَعْمَہُوْنَ، سورہ حجر آیت ۷۲، [2] وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ، سورہ آل عمران آیت ۸۱ [3] لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ الخ سورہ توبہ آیت ۱۲۹، [4] شَدِیْدُ الْقُوٰی یعنی حضرت جبریل [5] فَاسْتَوٰی وَہُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی سورہ نجم آیت ۶، ۷، یعنی جبریل امین اصلی صورت میں اُفقِ اعلیٰ پر ظاہر ہوئے [6] بے عنا یعنی بلا مشقت [7] ماوریٰ یعنی ما بعد۔

اگر ایک بھی قدم آگے رکھ دوں — پروں کو جلا دیں شرارے ضیا کے
نگہباں ہو مولیٰ مبارک سفر ہو — منازل کریں آپ طے ارتقا کے
وہاں سے چلے دیکھتے سب مناظر — مزے خوب جا کر لئے مستوی کے
وہاں سے وہ پھر عالمِ نور ۱ پہنچے — جہاں سے چلائے کے رَفرَف اڑا کے
بہت سے مقامات گزرے نظر سے — ذرا میں ہوئے طے مدارج دَنیٰ ۲ کے
تدلّٰی ۳ کو پھر اور پھر قابَ قوسین ۴ — تقرّب میں تھے پھر وہ ربّ العُلا کے
وہاں کیا سنا اور دیکھا وہاں کیا — زباں بند ہے وصف میں مدعا کے
عنایت ہوا وصل کا جامِ شیریں — کھلے راز سارے فَنَا و بقَا کے
ہوا حکم جو کچھ یہاں راز دیکھے — یہ اسرار ہیں ان کو رکھو چھپا کے
بیاں میں تم احکام لے آؤ سارے — بتا دو مسائل رَوا نارَوا کے
بتا دو حقیقت سبھی نعمتوں کی — سنا دو سب احوال پورے لِقا ۱۰ کے
یہ سن کر کیا عرض شاہِ زمن نے — سنے گا اسے کون ساتھ اِعتنا کے
ہوا ان کو ارشادِ ربّ العُلا کا — پڑو تم نہ چکّر میں ہاں اور نا کے
کریں گے ابوبکر تصدیق ان سے — سنو گے نہ الفاظ چون و چرا کے
ہوئے پھر مُرخّص وہاں سے تکرّم — وہ تھے پشت پر پھر اسی بادپا ۱۱ کے

صبح کو آپ کا کافروں سے معراج شریف کا واقعہ بیان فرمانا اور ان کا حضرت ابوبکر کے پاس جا کر بطور استہزا ذکر کرنا اور حضرت ابوبکر کا ان کو جواب دینا اور نصیحت کرنی اور اس دن سے آپ کو صدیق کا مبارک خطاب ملنا۔

بیاں صبح کو آپ نے کافروں ۱۲ سے — کئے شب کے احوال سارے جتا کے
وہ سن کر ابوبکر سے جا کے بولے — بڑے ٹھاٹ سے اپنی بغلیں ۱۳ بجا کے

۱،۲ سیر کی کتابوں میں ان مقامات کا ذکر ہے دیکھو سعید البیان کو ۳ و ۴ و ۵ ثُمَّ دَنَیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ سورہ نجم آیت ۸ و ۹، ۱۰ لِقا یعنی ملاقات ۱۱ بادپا یعنی تیز رفتار، اکثر اس کا استعمال گھوڑے کے وصف میں ہوتا ہے ۱۲ کافروں سے یعنی ابوجہل اور دوسرے کافروں سے ۱۳ بغلیں بجانا یعنی خوشی منانا، اترانا۔

یہ لو ایک ہی رات میں دیکھ آئے
بہت ان کی تعریف کرتے تھے تم بھی
ابوبکر جب سن چکے ان کی باتیں
خدارا کرو فکر کیا کہہ رہے ہو
یہ جو کچھ بھی تم سے کہا تھا وہ سچ ہے
تمہاری بھلائی کو کہتا ہوں تم سے
کرو بس رسالت کی تصدیق دل سے
عداوت میں ان کی سراسر ضرر ہے
کہاں کی خوشی اور کیسی مسرت
ذرا دیکھ لو حال تم بولہب کا
نصیحت جو کرتا ہوں تم کو وہ سن لو
وہ حق کے مکرم پیمبر ہیں بے شک
امین[2] اور صادق ہیں سب جانتے ہیں
خبر جو بھی دی ہے بلا ریب سچ ہے
تمہیں خاک آئے نظر آنکھ پر جب
تماشائے وحدت نظر آئے فوراً
یہ سن کر اڑے ہوش سب کافروں کے
پھرا ان کی ساری امیدوں پہ پانی
تماشا تو دیکھو ذرا دیر پہلے
مگر قسمتِ بد کا کہنا ہی کیا ہے
جنابِ ابوبکر نے کافروں کے
وہ تائید کرتے تھے ہر دم نبی کی
تمہارے پیمبر عجائب سما[1] کے
بڑے صدق دل سے بڑے چہچہا کے
جواب ان کو فوراً دیا مسکرا کے
ذرا ٹھنڈے دل سے سنو سر اٹھا کے
میں اب پھر یہ کہتا ہوں تم کو سنا کے
نہ ٹالو مری بات کو ہنس ہنسا کے
نہ ہرگز بنو مستحق تم سزا کے
بھلا ہے نہ کوئی نبی کو ستا کے
دکھی ہو گے تم ان کے دل کو دکھا کے
بنو تم نہ مصداق تبت یدا کے
یہی کام دے گی تمہیں آگے جا کے
خدا ان کا شیدا وہ شیدا خدا کے
نہیں آتے ان کو طریقے دغا کے
نوازا ہے اُن کو خدا نے بُلا کے
پڑے ہوں عداوت کے پردے بلا کے
اگر چھوڑ دو تم طریقے جفا کے
کھڑے ہو گئے یک بیک تلملا کے
وہ بھاگے وہاں سے بہت سٹپٹا کے
وہ آئے تھے سنتے ہوئے جھلجھلا کے
کہ پلٹے وہ اندوہ[3] سے منہ پھُلا کے
مٹا ڈالے جتنے بنائے تھے خاکے[4]
بہت دل لگا کے بہت جی کھپا کے

۱؎ سَمَا یعنی آسمان ۲؎ نبوت سے پہلے آپ کی امانت داری کی وجہ سے اَمِین اور راست گفتاری کی وجہ سے صَادِق کے خطاب سے سب آپ کو یاد کرتے تھے ۳؎ اَندُوہ بمعنی رنج ۴؎ خَاکے بمعنی منصوبے۔

یہ سچا ہے اخلاص دیکھو قدم کو — محبت میں رکھا ہے کیسا جما کے
خدا ان سے راضی ہوا وہ خدا سے — نبی کی محبت سے دل کو بسا کے
اسی دن سے صدیق پایا لقب ہے — ہوئے وہ مکرم یہ اعزاز پا کے
بشر میں وہ افضل ہیں بعد انبیا کے — وہ افسر ہیں بے شک تمام اولیا کے
یہ اخلاص کا پھل ملا ان کو رب سے — نہ پھٹکے کوئی پاس کبر و ریا کے

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

الٰہی طفیل نبی مکرم — مجھے مست کر جام الفت پلا کے
طفیل ابو بکر صدیق اکبر — رہوں گامزن رہ پہ صدق و صفا کے
طفیل عمر شاہ فاروق اعظم — مزے لے اڑوں میں بھی زہد و وفا کے
طفیل قتیل ستم شاہ عثمان — عنایت کر اوصاف صبر و غنا کے
طفیل علی کرم اللہ وجہہ — کھلیں راز سربستہ علم و ذکا[۱] کے
طفیل کل اصحاب و آل پیمبر — مجھے نفس و شیطاں سے رکھ لے بچا کے
طفیل کل اتباع ذی استقامت — گرفت ہوا و ہوس سے چھڑا کے
طفیل مشائخ جو اعلام دین تھے — نہ لے جا مجھے پاس جرم و خطا کے
طفیل صفا کیش پیران والا — طریقے پہ چلتا رہوں اصفیا کے
طفیل ابو الخیر پیر طریقت — جو سردار ٹھہرے تمام اتقیا کے
کیا و تو کہ تیری الفت کا پیدا — ق — نئی راہ پر لے گئے وہ چلا کے

طریقہ شریفہ نقشبندیہ کا بیان

وہ مشکل کشا[۲] کا مبارک طریقہ — جو افضل طریقوں میں اہل تقا[۳] کے

---

۱ ذکا، ذال کے فتحہ سے یعنی سرعت فہم و تیزی فکر ۲ مشکل کشا حضرت امام الطریقہ خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہیں ۳ اہل تقا یعنی اصحاب تقوی و پرہیزگاری۔

شریعت کا خادم حقیقت کا حامل — نرالے معالم[1] سب اس ملتقی[2] کے
جناب ابوبکر کو منتہی[3] ہے — محاسن ہیں سارے اسی انتہا[4] کے
سدا ہوش در دم[5] نظر بر قدم[6] ہو — طریقے ہیں کتنے بھلے ابتدا کے
عمل باز گشت[7] و نگہداشت[8] پر ہو — تصور[9] میں ڈوبا رہے آشنا کے
مزے سیر[10] تو لیتی چشم بصیرت — محافل میں رہتے ہوئے انزوا[11] کے
مبارک قواعد مبارک ضوابط[12] — مبارک معالم سبھی اہتدا[13] کے
مبارک طریقہ یہ ایسا بتایا — لیے ابتدا[14] میں مزے انتہا کے

حضرتِ پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

سنو اب کچھ احوال اس پارسا کے — گیا نفسِ امارہ کو جو سدھا کے
مئے بیخودی سے خودی جس نے کھوئی — کیا زندہ دل نوشدارو[15] کھلا کے
ابھی تک ہے دل میں مزا اور گئے وہ — نئی چاشنی معرفت کی چٹا کے
کھڑا کر دیا لا کے راہِ ھدیٰ پر — شریعت روی کی ریاضت کرا کے
محبت سے گرویدہ اپنا بنایا — پڑھا کے لکھا کے سدھا کے سکھا کے
اثر دل سے زائل کیا ماسویٰ کا — بس اللہ کا اک نقش رکھا لگا کے
کئے چاک غفلت کے پردے ہزاروں — گئے یاد اپنے خدا کی دلا کے
کیا قلبِ عاجز کو خانہ خدا کا — سپر انوار سے اس کو رکھا سجا کے
ہوا نورِ وحدت سے معمور سینہ — گئے جو سبق معرفت کا پڑھا کے
نرالی الف با کی تختی پڑھائی — کرشمے دکھائے نئی کیمیا کے

[1] معالم یعنی علامات و نشانات [2] ملتقی یعنی مقامِ اتصال جہاں پر راستہ آکر ملے [3] منتہی یعنی منسوب [4] انتہا یعنی نسبت یعنی یہ طریقہ شریفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا کر ملا ہے اور آپ سے منسوب ہے یہ ساری خوبیاں اسی نسبت شریفہ کی ہیں [5] [6] [7] [8] طریقہ نقشبندیہ کے آٹھ اصول میں سے چار اصول ہیں [9] تصور یعنی مرشد کا رابطہ [10] مزے سیر الخ اشارہ ہے خلوت در انجمن کی طرف جو آٹھ اصول میں سے ایک ہے [11] انزوا یعنی خلوت، محفل میں رہتے ہوئے سالک خلوت کا لطف اٹھائے گا [12] ضوابط یعنی قواعد [13] اہتدا یعنی ہدایت پانا [14] لیے ابتدا میں اشارہ ہے البدایۃ فی النہایۃ کی طرف [15] نوشدارو یعنی تریاق و اکسیر

توجّہ سے روشن کئے سب لطائف — بس دل کو کندن بنایا گلا کے
بہت کچھ پڑھایا عنایات کر کے — بہت کچھ سکھایا دِلوں کو لُبھا کے
بہت کچھ سنایا مگر ہائے قسمت — گئے اپنی فرقت میں آخر رُلا کے
اندھیرا نہ کیونکر زمانے میں چھائے — گئے وہ ہدایت کی مشعل بُجھا کے ق
تصوّر میں ان کے مزاجانِ جاں کا — طریقوں سے اب کون واقف خفا کے
محبت نے ان کی اثر یہ دکھایا — رہی یادِ مولیٰ کی دل میں سما کے
عزیز وہ کیا تجھے بیاں کیا کروں میں — خدا[1] یاد آتا ہے وہ یاد آ کے
یہی اولیا کی نشانی ہے سُن تُو — گئے ہیں پیمبر جو ہم کو بتا کے
گدائی میں ان کی سعادت تھی مخفی — فدا تھے سلاطین اُن کے گدا کے
ملی جس کو ان کی غلامی وہ شہ تھا — وہ پھر خواب کیوں دیکھے ظلِّ ہما کے
درِ فیضِ انور کا وہ خاک ریزہ — دئے کام جس نے ہزاروں دوا کے
نہ سمجھو اسے خاک اکسیر ہے وہ — ہے اکسیر قربان اس خاکِ پا کے ق
وہ کیسے سدھارے فدا اُن پہ جاں ہو — وہ تڑپا گئے دل کو اہلِ وِلا[2] کے
کہاں سے ملے اب وہ صہبائے عرفاں — ہُوا خاک جب میکدہ جل جلا کے
نہ اب دورِ مے ہے نہ مینا[3] نہ ساقی — نہ اب مست رِندوں کے نعرے بکا[4] کے
نہ وہ رقصِ بسمل نہ شورِ حریفاں[5] — نہ شیریں کرشمے وہ ناز و ادا کے
نہ وہ نعرۂ ھُو کہ جس کے اثر سے — کھلے راز سب عرش و تحت الثریٰ کے
گزرتا تھا اک دم میں عرشِ بریں سے — درِ فیضِ اقدس کی کنڈی ہلا کے

حضرتِ مُرشد کی یاد اور اُن کے واسطے دعائے خیر

مجھے یاد آتی ہے جس دم وہ صحبت — بہاتا ہوں آنسو بہت تلملا کے

[1] خدا یاد آتا ہے الخ یہ حدیث شریف کا مضمون ہے اس حدیث شریف کو ائمہ نے چند طریقوں سے روایت کیا ہے طبرانی کی روایت میں ہے ہم الذین اذا رأوا ذکر اللہ، ابن ماجہ کی روایت میں ہے خیارکم الذین اذا رأوا ذکر اللہ، بغوی کی روایت میں ہے اولیائی من عبادی الذین یذکرون بذکری واذکر بذکرہم اور امام احمد کی روایت میں ہے ان اولیائی من عبادی واحبائی من خلقی الذین یذکرون بذکری واذکر بذکرہم
[2] وِلا یعنی محبت [3] مینا یعنی صراحی و بوتل [4] بکا رونا [5] حریف یعنی ہم پیشہ و ہم مشرب و دمساز و رفیق ۱۲

مسلتا ہوں رہ رہ کے قلبِ حزیں کو … اٹھاتا ہوں پھر ہاتھ اپنے دعا کے
یہ کرتا ہوں پھر عرض اُس بارگہ میں … بصد شوق و اخلاص بعد التجا کے
کہ یارب مراتب کو اُن کے بڑھا تو … دَرِ[1] خلد میں اپنے جلوے دکھا کے
رہے روح فردوس میں اُن کی شاداں … رہیں[2] ساتھ وہ انبیا اَصدِقا کے

عاجز کی دُعا بارگاہِ بے نیاز میں

الٰہی جو تو نے نظر اُن پہ کی ہے … مُقَدَّر میں آجائے مجھ بے نوا کے
صفاتِ رَذِیلہ نہ پاس آئیں میرے … ملیں مجھ کو اَوصاف حِلم و حَیا کے
نہیں دُور کچھ بھی یہ تیرے کرم سے … مزے میں بھی لے لوں بقا و فنا کے
تری یاد باقی رہے دل میں ہر دم … بھلا دوں میں قصے سبھی مَاسوٰی کے
عبادت میں رکھ اپنی مشغول یارب … شرابِ محبت کی لَذَّت چکھا کے
تو راضی رہے مجھ سے میں تجھ سے راضی … کھلیں مجھ پہ ابواب تیری رِضا کے
نہیں تابِ آتش کہ میں ناتواں ہوں … گناہوں کو رکھدے کرم سے مٹا کے

حرمین شریفین کا مبارک سفر

مکہ کا سفر اور حج کا بیان

الٰہی حرم کا سفر ہو میسّر … ہوں اسباب خود اس رہِ جانفزا کے

[1] دَر کے معنی بیچ۔
[2] رہیں ساتھ وہ انبیا اصدقا کے" اشارہ ہے اُوْلٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَعَ النَّبِيِّيْنَ الآیۃ کی طرف۔

وہاں جاکے ارماں نکالوں میں دل کے ترے گھر کے چاروں[1] طرف پھر پھرا کے
کبھی سنگِ اسود[2] کو جاکر میں چوموں کھڑا ہوں کبھی رُکن[3] سے دل ملا کے
گھسوں[4] تیری چوکھٹ پر اپنی جبیں کو کروں[5] عرض احوال سب ماسبق[6] کے
کھڑا ہو کے میزابِ[7] رحمت کے نیچے بہا دوں گناہوں کو اپنے نہا کے
کروں آبِ[8] زمزم سے سیراب خود کو بنوں مست اک ڈول[9] اس کا چڑھا کے
محبت میں مروہ[10] کے چکر لگاؤں پھروں سر کے بل جاکے سر پر صفا[11] کے
کبھی کوہِ رحمت[12] کی چوٹی پہ جاؤں کبھی میں مزے لوٹوں غارِ حرا[13] کے
کبھی شوق میں مشعر[14] و خیف[15] پہنچوں کبھی جاکے گلیوں میں لوٹوں منیٰ[16] کے

دیارِ حبیب کا سفر

چلوں چشم سے جانبِ طیبہ[17] گاہے رہِ شوق میں اپنی پلکیں بچھا کے
بہ اخلاص و شوق و بہ قصدِ شادمانی منازل ہوں طے اس رہِ دلکشا کے

[1] چاروں طرف الخ یعنی طواف بیت اللہ کروں [2] سنگِ اسود یعنی حجرِ اسود جو بیت اللہ شریف کے مشرقی کونے میں لگا ہوا ہے اس کو چھونا اور بوسہ دینا سنت ہے [3] رُکن سے مراد رکن یمنی ہے جو بیت اللہ کا جنوبی کونہ ہے اس کو چھونا مستحب ہے [4] گھسوں الخ یعنی طواف کے بعد دو رکعت پڑھوں جن کا پڑھنا واجب ہے [5] کروں عرض یعنی دو رکعت کے بعد دعا مانگوں یہ دعا کرنی مستحب ہے [6] ماسبق یعنی گزرا ہوا [7] میزابِ رحمت یعنی پرنالہ، بیت اللہ شریف کے پرنالہ کو میزاب رحمت کہتے ہیں جو شمال غربی جانب حطیم میں گرتا ہے [8] دعا کے بعد چاہِ زمزم پر جانا اور اس کے پانی سے اپنے کو سیراب کرنا سنت ہے [9] بہتر ہے کہ ڈول سے پانی پیئے اور خود پانی نکالے اور جو بچے اس کو اپنے اوپر ڈال لے [10][11] مروہ اور صفا دو پہاڑیاں ہیں طواف کے بعد ان دو پہاڑیوں کے مابین سعی کرنی واجب ہے، ابتدا صفا سے کی جاتی ہے [12] کوہِ رحمت میدانِ عرفات کی پہاڑی ہے نویں ذی الحجہ کو اس پہاڑی کے پاس وقوف کرنا حج کا رکن ہے وہاں دعا کرنی چاہیئے [13] غارِ حرا مکہ کے پاس وہ مبارک غار ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے جاکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے اور آپ پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی اس مبارک غار کی زیارت کا تعلق حج سے نہیں ہے بلکہ محبتِ نبوی سے ہے اور یہ زیارت مستحب ہے [14] مشعر سے مراد مشعرِ حرام ہے جو مزدلفہ کی پہاڑی کا نام ہے اس کا نام قزح ہے عرفات سے واپسی پر دسویں ذی الحجہ کی شب یہاں گزارنی سنت ہے اور تھوڑی دیر قیام کرنا واجب ہے [15] خیف سے مراد مسجد خیف ہے جو اس جگہ بنائی گئی ہے جہاں رسول اللہ نے نماز پڑھی تھی [16] منیٰ میں دو رات قیام کرنا سنت ہے یعنی گیارہویں بارہویں ذی الحجہ کی شب کو اور تیرھویں شب کا قیام کرنا بہتر ہے [17] مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام طیبہ اور طابہ رکھا جو طیب اور طاب کی تانیث یعنی طیب اور اچھے کے ہے شہرت مدینۃ الرسول کے نام سے ہوئی اور پھر صرف مدینہ ہی نام پڑ گیا۔

پہنچ کر مدینے اُحُد[1] جا کے دیکھوں
کبھی دیکھ آؤں مناظر قُبا[2] کے

کبھی دور سے قُبّۂِ نور دیکھوں
کبھی جا پڑوں در پہ دارالشفا کے

پڑھوں گاہ مسجد میں جا کر دوگانہ
پھر اُس در پہ مانگوں دعا گڑگڑا کے

حضوری میں جاؤں پھر اُس بادشہ کے
اٹھائے ہوئے ہاتھ اپنے رجا[3] کے

فرشتے زیارت کریں جس کی آ کے
پھریں گرد اُس روضۂِ ذوالّلوی[4] کے

کروں نذر بے حد درودِ مبارک
بہ صد شوق واخلاص اُس مجتبیٰ کے

مری جان واولاد ومال باپ سب کچھ
فدا ہوں الٰہی اسی پیشوا کے

جبیں جس نے اے زید اس در پہ گھس لی
تماشے وہ پھر دیکھے دل کی جلا کے

کہاں تو کہاں یہ شرف حاضری کا
ہیں سارے کرشمے یہ آہِ رسا کے

مری التجاؤں کو سن لے الٰہی ،،
امیدوں کے غنچے کھلیں لہلہا کے

کرم پر ہی تیرے نظر زید کی ہے
دکھاوے کرشمے تو اپنی سخا کے

اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے واسطے دعا

ترے نام لیوا پریشاں ہیں بے حد
وہ اب جا لگے ہیں کنارے ردیٰ[5] کے

عمل گرچہ ناکارہ ان کے رہے ہیں
ہیں آخر ترے نام لیوا سدا[6] کے

نہیں اہل یارب وہ ظلم وستم کے
بنیں تختۂ مشق اہلِ عدا[7] کے

کرم کر مصائب سے ان کو بچا لے
نہ دیکھیں شدائد کو پھر انجلا[8] کے

اٹھایا ہے سر کافروں نے بہت کچھ
ستم ہو گئے بے حساب اشقیا کے

غرور اُن کا ٹوٹے نکل جائے کس بل[9]
گریں منہ کے بل ٹھوکریں خوب کھا کے

یہ ظلم وستم کی فلک بوس تعمیر
بہت جلد یارب گرے لڑکھڑا کے

[1] اُحُد مدینہ سے شمال کی جانب ڈھائی میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اس پہاڑ کی زیارت کرنی مستحب ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے احد جبل یحبنا ونحبہ یعنی احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اس پہاڑ کی تلہٹی میں حضرت حمزہ کا مزار پر انوار ہے جس کی زیارت کو ہر سال کے شروع میں آپ جاتے تھے [2] قبا مدینہ سے جانب غرب تین میل ہے اس مسجد کی زیارت مستحب ہے [3] رجا بمعنی امید [4] ذوالّلوی یعنی صاحبِ عَلَم وخداوند بیرق چونکہ قیامت کے دن حمد کا بیرق آپ کے ہاتھ میں ہوگا اس لئے آپ کا لقبِ مبارک ذوالّلوی ہے [5] بفتحِ را بمعنی ہلاکت [6] سدا بمعنی ہمیشہ [7] اہلِ عدا یعنی اہلِ عداوت [8] انجلا خالی ہونا یعنی جلاوطنی [9] کس بل بمعنی دم خم۔

سلامت رَوِی حاصلِ زندگی ہو
نکل جائیں سب دورِ اِبتلاؔ[1] کے
رَہِ راستی پر ہر اک گامزن ہو
نہ بھٹکائے شیطان پھر ورغلا کے
یہ جَور و جَفا کی بھیانک گھٹائیں
زمانے سے نابود ہوں گُھٹ گُھٹا کے
ترو تازہ ہو باغ پھر آشتی کا
مٹیں سب جَراثیم ہر اک وَبا کے
صَبا پھر پیامِ اَمن کا لے کے آئے
شگوفے کِھلیں دوستی کی فِضا کے
ہُوا اسلام سرسبز و شاداب پھر سے
پھلے اور پھولے نیا رنگ لا کے
صدا گونجے اللہ اکبر کی ایسی
کہ قربان ہو جائیں سب اس صَدا کے
ہو اسلام کا بول بالا جہاں میں
ہو گرویدہ عالم تمام اس نِدا کے

تمنائیں بر آئیں زیدِ حزیں کی
بہا دے الٰہی خزانے عطا کے

[1] اِبتلا یعنی آزمائش، یعنی فتنہ و فساد کا دور

میر اوحدی کرمانی گفتہ

خوش آں کہ بندم در رہت بر ناقہ محمل از وطن
خیزم چو گرد، اُفتم چو اشک، آیم بہ سر، غلطم بہ تن

چوں پا نہم در راہِ تو، باشد پئے قطعِ رہم
پا راحلہ، کف آبلہ، چشم قدم، غم زادِ من

آیم بریں دار الشفا، گویم بہ زاری دم بہ دم
کائے شمعِ دیں، ختمِ رُسل، مطلوبِ حق، فخرِ زمن

شاہِ سریرِ سلطنت، سُلطانِ اَوْ اَدنیٰ لقب
مکی نسب، اُمی حسب، بطحیٰ مکاں، یثرب وطن

از گفتنِ نعتت بود ساعت بہ ساعت تازہ تر
باغِ اَمل، شاخِ طَرَب، گل زارِ جاں، نخلِ بدن

بعدِ وفاتم بس بود، گردے ز راہِ مقدمت
زادِ سفر، زیبِ عمل، شمعِ لحد، عطرِ کفن

دارم اُمیدِ مغفرت از دولتِ نعتِ شما
با ایں عمل، با ایں گنہ، با ایں جفا، اے ذوالمنن

جب کسی کے یہاں کھانا کھائے تو یہ دُعا پڑھے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ

نیکوں نے تمہارا کھانا کھایا ،

وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ

اور فرشتوں نے تمہارے واسطے دعا کی

وَنَزَلَتْ عَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ

اور نازل ہوئی تم پر رحمت

بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمْ فِيْمَا رَزَقَكُمْ

اللہ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں وہ برکت عنایت کرے

حضرت شاہ ابو الخیر اکاڈمی کی مطبوعات

۱	مقاماتِ اخیار	(سوانح حیات ابوالخیر) فارسی	آفسٹ	۴۰/۰۰
۲	مقاماتِ خیر	(سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر) اردو ۲۰×۲۶/۸		۳۰/۰۰
۳	مقاماتِ خیر	(سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر) اردو ۱۸×۲۲/۸		۲۵/۰۰
۴	حضرت مجدد اور ان کے ناقدین		آفسٹ	۱۵/۰۰
۵	تاریخ القرآن	از مفتی عبداللطیف رحمانی	آفسٹ	۱۵/-
۶	مجموعہ خیر البیان	خیر المورد، نظم شمائل	آفسٹ	۱۵/-
۷	بزم خیر از زید در جواب بزمِ جمشید		آفسٹ	۱۲/۰۰
۸	علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء		آفسٹ	۱۲/-
۹	اَلمَجمُوعَۃُ السَّنِیَّۃ	(۱) رد روافض از حضرت مجدد (فارسی) آفسٹ (۲) اَلمُقَدِّمَۃُ السَّنِیَّۃ از شاہ ولی اللہ (عربی) (۳) مکتوب بہ محمد امین از شاہ ولی اللہ (فارسی)		۱۰/۰۰
۱۰	مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان		آفسٹ	۱۰/۰۰
۱۱	مدارج الخیر ترجمہ مناہج السیر	(سلوک کے بیان میں)	آفسٹ	۱۰/۰۰
۱۲	معمولات خیر	از مولانا محمد نعیم اللہ خیالی	آفسٹ	۱۰/۰۰
۱۳	مناہج السیر و مدارج الخیر	(فارسی)	آفسٹ	۱۰/۰۰
۱۴	مسئلہ ضبط ولادت			۵/۰۰
۱۵	فیصلہ پنج مسئلہ	(اردو)	آفسٹ	۳/۰۰
۱۶	منہج الأبناء فی السلام علی الانبیاء والرضاء عن الاولیاء			۱/۵۰
۱۷	امام اعظم ابو حنیفہ	(زیر تالیف)		

ملنے کا پتہ

حضرت شاہ ابو الخیر اکاڈمی — درگاہ شاہ ابو الخیر، شاہ ابو الخیر مارگ دہلی ۶